بڑھ گئے اور امیہ ذلت میں اپنے ذلیل باپ سے زیادہ نکلا۔ چنانچہ وہ کمزور و حقیر بھی
تھا اور زناکار بھی۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ص اپنے آباواجداد کے مدارج عالیہ
پر فائز ہوئے اور ابوسفیان اُن تمام پستیوں سے بھی پستی میں گیا جن میں اس کے
آباواجداد تھے۔ دونوں خاندانوں کا یہی فرق آخر تک قائم رہا۔ حیرت انگیز بات
یہ کہ ہر ہاشمی کے لئے ایک دشمن اور حریف ہر زمانے میں ہوتا رہا اور دونوں اپنے
اپنے آباواجداد کے مسلک پر گامزن رہا کئے۔ اِدھر ہاشم تھے اُدھر امیہ۔ اِدھر
عبدالمطلب تھے اُدھر حرب۔ اِدھر محمدؐ تھے اُدھر ابوسفیان۔ اِدھر علیؑ تھے اُدھر
معاویہ۔ اِدھر حسینؑ تھے اُدھر یزید۔ غرض تاریخ ہر دور میں اپنے ورق اُلٹ پلٹ کر
دکھاتی رہی اور دونوں متضاد فطرتیں منظرِ عام پر آتی رہیں۔

بنی ہاشم کی عزت و وجاہت اپنے قبیلے میں، اُن کی پاکیزہ خصلتیں، ان کی
شجاعت و بہادری، سخاوت و دریادلی، بنی امیہ کے لئے انتہائی ہیجان کا باعث
تھی وہ ان سے بغض و کینہ رکھنے لگے اور ہر بات میں انھوں نے مقابلے کی
کوشش کی۔

"امیہ خود بھی بڑا مالدار تھا اس سبب سے جناب ہاشم کے مکارم کا مقابلہ اور
ایسے کام کرنے کی کوشش کرتا جن سے خود بھی اس عزت و عظمت کو پہنچ سکے مگر
جب جناب ہاشم کی طرح ضیافت و مدارات قوم میں نہیں خرچ کر سکا اور خدمتِ اہلِ وطن
میں اس کو کامیابی نہیں ہوئی تو قریش کے لوگوں نے اس پر تالیاں بجائیں۔ مشہور
ہے یکے نقصان مایہ دیگرے شماتت ہمسایہ اپنی قوم کے چڑانے اور مضحکہ کرنے سے
اُمیہ غیظ و غضب میں بھوت ہو کر جناب ہاشم کو بہت کچھ برا کہنے لگا، پھر اُن کو

مقابلے کا چیلنج دیا کہ آئیے ہم آپ اپنا اپنا فخر بیان کر کے دوسروں سے دریاف
کریں کہ ہم دونوں میں کون بڑھا ہوا ہے مگر جناب ہاشم نے اس کے مقابلے پر جا
اپنی شان کے خلاف سمجھا اور اس کے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا کیو
آپ رشتے میں اس کے چچا، عمر میں کہیں اس سے بڑے اور عزت و قدر و جا
عظمت میں اس سے ہزاروں درجہ بڑھے ہوئے تھے لیکن قریش نے اصرار ک
کہ کیا مضائقہ ہے آپ اس کے مقابلے میں اپنے کارنامے ذکر کریں اور وہ اپ
خوبیاں بیان کرے۔ جناب ہاشم نے مجبور ہو کر منظور کر لیا اور فرمایا اچھا میں اس
شرط پر مقابلہ پسند کرتا ہوں کہ جس شخص کی فضیلت کا فیصلہ ہو جائے اس کو دوس
شخص سیاہ آنکھوں کی پچاس اونٹنیاں بھی دے اور مکہ معظمہ سے دس سال ک
لئے جلاوطن بھی ہو جائے۔ امیہ اس شرط پر راضی ہو گیا تو دونوں نے کاہن
خزاعی کو حکم قرار دیا جو عسفان میں رہتا تھا۔ دونوں طرف کے لوگ اس کے ہاں
گئے اور واقعہ بیان کر دیا۔ کاہن نے دونوں طرف کے بیانات سننے کے بعد کہ

"روشن چاند، چمکتے ستارے، برسنے والے ابر، فضا میں رہنے والے پرن
کی قسم اور جب تک کسی نشانی سے بلندی و پستی کے جانے والے مسافر راہ پ
پاتے رہیں اس کی قسم کھا کر میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ہر خوبی، ہر فضیلت ہر عزت ہ
شرف ہر فخر اور ہر امر میں ہاشم کا درجہ امیہ اور اس کے اول و آخر سب س
کہیں بلند اور امیہ ان سے کہیں پست ہے۔ امیہ کا خسر ابو مہمہ بن عبدالعز
بھی اس سے واقف ہے" غرض اس کاہن نے ہر طرح جناب ہاشم ہی کے
حق میں فیصلہ دیا اور امیہ کو پچاس اونٹنیاں دینی پڑیں اور دس سال کے لئے

مکہ معظمہ سے جلا وطن ہو کر ملک شام میں رہنا پڑا۔ جناب ہاشم نے ان اونٹنیوں کو
لے کر اور فوراً ذبح کرا کے مکہ والوں کو کھلا دیا۔ اس وقت سے خاندانِ بنی ہاشم اور
خاندانِ بنی اُمیّہ میں کھُلی عداوت قائم ہو گئی۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ)

جناب ہاشم نے غالباً ۵۱۰ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے قائم مقام آپ کے
فرزند جناب عبدالمطلب ہوئے جن کو عزت و سرداری میں وہی درجہ ملا جو
جناب ہاشم کو حاصل تھا۔

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد مرحوم دہلوی لکھتے ہیں:۔

"عبدالمطلب کچھ عرصہ تک اپنی ماں کی آغوش محبت اور پھر اپنے چچا مطلب
کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے رہے اور جب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے
سنِ شعور کو پہنچے تو اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہ (بچہ اپنے باپ کا فوٹو ہوتا ہے) کے
مطابق تمام کمالات و فضائل کو اپنے میں جمع کر لیا اور آبائی شرف و بزرگی کے
علاوہ بعض اُن خصوصیتوں کی وجہ سے جو اُن میں موجود تھیں تھوڑے ہی دنوں
میں اپنے باپ ہاشم کی طرح نامور اور مشہور ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مجاب الدعوۃ
بھی تھے۔ انھوں نے اپنے اوپر شراب کا استعمال مطلقاً حرام کر لیا تھا۔ یہ پہلے
شخص تھے جو تعبّداً غارِ حرا میں بیٹھے۔ سیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ رمضان کا
مہینہ آتا تو عبدالمطلب حرا پہاڑ پر چڑھ جاتے اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر عالمِ
خموشی میں خدا کے جلال و عظمت اور اس کے اسماء و صفات میں غور و فکر کرتے
اور مساکین کو نہایت سیر چشمی کے ساتھ کھانا تقسیم کرتے، اُن کے دسترخوان
سے پرندوں کے لئے کھانا اٹھایا جاتا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر دُور تک

پھیلا دیا جاتا اور اسی سے لوگ ان کو مطعم الطیر (پرندوں کے کھانا دینے والے) بھی کہا کرتے تھے۔ عبد المطلب پیدا ہوئے تو اُن کے سر پر سفید بال تھے اس سے لوگوں نے ان کا نام شیبۃ الحمد رکھا تھا شیبہ اس لئے کہ عربی میں سفیدی سر کو شیب کہتے ہیں اور الحمد اس لیئے کہ خاندان کے بڑے بوڑھوں کو توقع تھی کہ یہ بڑھاپے کو پہنچیں گے اور لوگ ان کو حمد و ثنا کے ساتھ یاد کریں گے اور ایسا ہی ہوا بھی کہ عبد المطلب ایک سو چالیس (۱۴۰) برس کی عمر کو پہنچے اور اُن کی کمال شرافت و سیادت قومی ہمدردی اور مصیبت زدوں کی امداد اور اپاہجوں کی خبر گیری کی وجہ سے اس زمانے کے لوگ انھیں ہمیشہ نیک نامی اور تعریف کے ساتھ یاد کرتے رہے ....

الغرض عبد المطلب نے اپنے چچا مطلب کے کنار عاطفت میں پرورش پائی اور وہ جو کہتے ہیں کہ پُوت کے پاؤں پالنے میں پہچانے جاتے ہیں عبد المطلب ابتدا ہی سے نیک سیرت، نیک خصلت نظر آتے تھے یہاں تک کہ جب پورے جوان ہوئے تو تمام صفات حمیدہ اور خصائل بزرگانہ اُن میں جمع ہو گئے تھے مطلب کے مرے پیچھے اُن کے تمام مناصب اُن کی طرف عود کر آئے اور مکہ کی ریاست کی باگ اُن کے ہاتھ میں آگئی۔ (امہات الامہ ص۳۹)

جناب عبد المطلب کے زمانے میں امویوں نے پھر اس سبق کو دُہرایا اور بڑھتے ہوئے جوش عداوت میں گمراہی و کجروی کی وہ صورت اختیار کی جو جاہلیت کے دستور میں بھی ناجائز تھی۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:-

عبد المطلب کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام اذینہ تھا

وہ تجارت پیشہ آدمی تھا جس کی وجہ سے اس کے پاس بہت زیادہ دولت ہوگئی تھی
یہ بات معاویہ کے دادا حرب بن امیہ کو بہت زیادہ ناگوار گزرتی وہ اس بات پر جلتا
کہ اس یہودی کو اتنی دولت کیوں ملتی جاتی ہے اس نے اپنے حسد سے مجبور ہو کر
قریش کے کچھ جوانوں کو آمادہ کیا کہ کسی طرح اس یہودی کو قتل کر کے اس کا مال
لوٹ لیں۔ اس پر دو شخص عامر اور حضرت ابوبکر کے دادا صخر نے مل کر اس یہودی کو
قتل کر ڈالا۔ جناب عبدالمطلب نے قاتل کی تحقیق شروع کی مگر اُن کو کسی طرح پتہ
نہیں چلا پھر بھی وہ اس خیال سے مایوس نہیں ہوئے اور برابر اس کی فکر و جستجو میں
لگے رہے یہاں تک کہ ان کو معلوم ہو گیا فلاں فلاں شخصوں نے اس کو قتل کیا ہے
مگر حرب نے ان دونوں کو کہیں چھپا دیا عبدالمطلب نے بہت سمجھایا کہ قاتلوں کو
حوالہ کر دو لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا بلکہ لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ جب بات کسی طرح
ختم نہ ہوئی تو منافرۃ (ایک دوسرے پر فخر یا محاکمہ یعنی حکم کے پاس جا کر فیصلہ
کرانے) کی ٹھہری۔ عبدالمطلب اور حرب نے نفیل کو پنچ مقرر کیا، اس نے
حرب سے کہا "تم اس عظیم الشان بزرگ اور سردار سے مقابلہ کرنے چلے ہو جو
شان و شوکت، جلال و عزت، عظمت و وجاہت میں تم سے افضل ہیں جو
شرافت میں تم سے کہیں بڑھے چڑھے اور ذلت و دنائت میں تم سے کہیں گھٹے
ہوئے ہیں جن کی اولاد تم سے زیادہ اور جن کی سخاوت و بخشش تم سے بہت
بڑھی ہوئی ہے اور جود و دہش اور اقتدار و اختیار و دبدبہ و شوکت میں تم سے
کہیں زیادہ عظیم الشان ہیں! انصاف کی بات یہ ہے کہ اے حرب! تم نے
اس شخص سے مقابلہ کرنا چاہا ہے جس کے سامنے تم بالکل ہی حقیر و ذلیل ہو۔

مثال ایک جسم بے جان کی سی ہے اور جسم بھی ایک چلتی پھرتی قبر ہے۔

جو لوگ جہالت اور ناواقفی کے سبب سے ہر پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہدیتے ہیں۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ان کو اپنے خیالات سے آگاہ کریں تاکہ وہ اپنی شخصیت کھو نہ بیٹھیں۔ ہم وہ آگ روشن کریں کہ جس کے شعلے ابوذر کے سینہ سے نکل رہے تھے یا حضرت موسیٰ نے طور پر روشن کی تھی۔

وہ آگ جس سے موسیٰ نے اُس وقت اپنے دل کو مطمئن کیا جب کہ اُن کی عقل۔ جان۔ اور۔ ان کا ہاتھ جل رہا تھا۔ جب اُس وادیٔ مقدس سے چلے ہوئے اپنی قوم کے نظم اور ارادے میں آگ لگا کر ان کو مثل خشک لکڑی کے جلا دیا اور خود دیکھتے رہے یہاں تک کہ سب جل کر راکھ ہو گئے، اور ہوا نے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک دیا فقط

جب کہ عرب ممالک تاریخ کی نظر سے اوجھل تھے۔ جب کہ وحشی عرب مکہ میں جمع ہو کر ایک نئے دین کے خلاف مشورے کر رہے تھے۔ جو لوگوں کو ایک نئی زندگی کی طرف بلا رہا تھا۔

جب کہ سرمایہ دار۔ بردہ فروش۔ مکہ کے خادم۔ کعبہ کے پردہ دار۔ لوگوں کو ایک بڑے خطرے سے مقابلہ کرنے کے لئے بلا رہے تھے۔ کیونکہ ان کو خوف ہو رہا تھا کہ یہ نیا دین ان سے امتیازات اور شرافتوں کو خاک میں ملا دے گا۔ اس علاوہ اس وقت کے کنیز۔ غلام۔ مفلس و نادار عرب۔ اور دوسرے عوامی جماعتوں کے چہروں کی بحالی اور آنکھوں کی چمک سے اس خطرے کے نتیجہ کا اندازہ کر رہے تھے یعنی وہ آنکھیں جو جہل و نادانی کی وجہ سے اندھی ہو گئیں تھیں۔ وہ چہرے جو فقر و فاقہ کی وجہ سے مرجھا گئے تھے اور غلامی کے باعث ذلت کے آثار ان سے نمایاں تھے۔ ان آفت زدوں کے چہروں کی بحالی اُس آنے والے خطرہ کا پیغام دے رہی تھی۔ اس وقت جب کہ صدر اول کے مسلمان رات کی تاریکی میں دشمنوں کی نگاہوں سے بچ کر پیغمبر کے اطراف جمع ہوئے تھے اور اس خوف سے کہ دشمنوں کے ہاتھ سے اُن کو ایذا نہ پہنچے ظاہر یہ ظاہر اُس نئے دین کی تبلیغ نہیں کی۔ باوجود اس کے حکمران جماعت کی ایذا سے محفوظ نہ رہے۔ مخالفین سمجھ رہے تھے کہ یہ دعوت اسلام ان کے بتوں کو پامال کرکے بھی خاموش نہ رہے گی بلکہ اون کے دماغی افکار کے وہ چھوٹے بت جن کو اُس اجماع کثیف نے تراش کر اُن کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دی ہے۔ اور جن کی پرستش کرنے پر ملت

مگر اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اب وہ دشمنی و عداوت پر بالکل ہی تُل گئے اور ایک جماعت مرتب ہوئی کہ کھلم کھلا پیغمبرؐ کو اذیتیں پہنچائی جائیں۔ پیش پیش ان میں ربیعہ کے دونوں فرزند، عتبہ و شیبہ اور عقبہ بن ابی معیط، ابوسفیان، حکم بن ابی العاص، عاص بن وائل سہمی وغیرہ تھے۔ یہ لوگ پیغمبرؐ کا مذاق اڑاتے تحقیر کرتے، سخت سُست سُناتے اور نت نئی تکلیفیں پہنچاتے۔ مروان کا باپ حکم بن ابی العاص سب سے زیادہ پیغمبرؐ کو اذیتیں پہنچاتا اور آپ کا مذاق اُڑاتا ہر طرح کی زیادتی کرتا۔ رحمۃ للعالمین پیغمبر اور خلق عظیم پر فائز رسول کو اس کی ایذا رسانیوں سے اتنی ہی تکلیف ہوئی تھی کہ آپ نے اقتدار قائم ہونے پر اس حکم کو اہل و عیال سمیت طائف کی طرف نکال باہر کیا تھا اور مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی۔

بنی امیہ کی ایذا رسانی صرف مردوں ہی تک محدود نہ رہی بلکہ اُن کی عورتیں بھی اس معاملے میں اُن کے دوش بدوش تھیں سب میں آگے امّ جمیل تھی جسے قرآن نے حمالۃ الحطب کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ مگر ان تمام کارستانیوں سے بنی امیہ کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی ہی کرتا گیا اب انھوں نے بنی ہاشم کا مقاطعہ کر دیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کو تین سال تک فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنی پڑی۔ آخری تدبیر بنی اُمیہ اور ان کے پیرودں نے یہ نکالی کہ پیغمبرؐ کو دھوکے سے رات کو قتل کر ڈالا جائے مگر یہ چال بھی ناکام رہی پیغمبر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور علی کو اپنے بستر پر سُوتا چھوڑ گئے

جب آنحضرت مدینہ میں منتقل ہو گئے تو ... اُمیہ نے اپنی طاقت اکٹھا کی

مشرکین قریش اور اُن کے حلیف یہودیوں کو ساتھ لے کر کھلے ہوئے میدان جنگ میں پیغمبر اسلام سے مقابلہ کی ٹھانی ۔ لشکر کی قیادت عقبہ بن ربیعہ معاویہ کے نانا، ابوسفیان اور حکم بن ابی العاص کے ہاتھوں میں تھی، بدر کی گھمسان لڑائی ہوئی، بنی امیہ کے نامی افراد عتبہ، شیبہ، ابن عتبہ، عقبہ بن ابی معیط قتل ہوئے ابوالعاص بن الربیع، عمرو بن ابی سفیان اسیر ہوئے۔ معاویہ قتل اور گرفتاری دونوں سے بچ گئے کیونکہ وہ میدانِ جنگ ہی سے بھاگ نکلے تھے ۔

اب ابوسفیان کے کینہ و عداوت کی کیا انتہا ہوسکتی تھی، بدر کی لڑائی نے شرک کی وہ عمارت متزلزل کردی جس کے سایہ میں ابوسفیان کے دن بسر ہوئے تھے۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے مشرکین کے دلوں میں پیغمبر کی عداوت پیدا کی۔ مشرکین کو منع کردیا کہ اپنے مقتولین پر روئیں نہیں، شعرا کو روک دیا کہ مقتولین کا مرثیہ کہیں نہ اُن کا تذکرہ کریں جن جن مشرکین کے اعزہ مقتول ہوئے انہیں اس کی تاکید کی کہ صبر و ضبط سے کام لو۔ غرض یہ تھی کہ رو دھو کر اُن کا غم و غصہ سرد نہ ہوجائے بلکہ جذبۂ انتقام کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑکتی رہے۔ اس نے مشرکین سے کہا تھا "فانتم اذا نحتم علیھم و بکیتموھم بالشعر اذھب ذالك غیظکم فاقعد کم عن عداوۃ محمد و اصحابہ (واقدی۔ مغازی ص ۹۰ و ص ۹۳) جب تم ان پر نوحہ و ماتم کروگے تو تمہارا صدمہ زائل ہوجائے گا، انتقام کی آگ ٹھنڈی ہوجائے گی محمدؐ اور اُن کے اصحاب کی دشمنی سے تم بیٹھ رہوگے مزید برآں اگر محمد اور ان کے اصحاب کو تمہارے رونے پیٹنے کی خبر ہوگی تو وہ خوش ہوں گے اور ان کی خوشی سب سے بڑی مصیبت ہے

دی امید ہے کہ تم اپنا انتقام لے لو۔ آج سے سر میں تیل لگانا، عورت کے پاس
جانا حرام ہے میرے لئے جب تک میں محمد سے جنگ نہ کرلوں"۔
لطف کی بات یہ کہ ایک شخص کے تین فرزند جنگ بدر میں مقتول ہوئے
اور وہ اپنے لڑکوں پر رونا چاہتا تھا لیکن ابوسفیان کے ڈر سے رو نہیں پاتا
وہ اسی کشمکش میں تھا کہ ایک عورت کے چیخیں مار کر رونے کی آواز کان میں آئی
اس نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جا کر پتہ چلاؤ کیا قریش اپنے مقتولین پر رو رہے ہیں
شاید ہمیں بھی رونے کا موقع مل جائے، میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے"۔ غلام
گیا اور خبر لایا کہ ایک عورت کا اونٹ کھو گیا ہے اس پر وہ رو رہی ہے۔ اس
شخص نے اپنے سر کو حرکت دی اور یہ شعر پڑھے ؎

اتبکی ان یضل لہا بعیر ویمنعہا من النوم السہود
ولا نبکی علی بدر ولکن علی بدر تصاغرت الخدود

"اونٹ کے گم ہو جانے پر وہ عورت گریہ و فغاں کر رہی ہے اور اس کی آنکھوں
کی نیند اڑ گئی ہے۔ اور میں بدر کے اپنے مقتولین پر نہ روؤں حالانکہ اسی بدر
میں رخسارے خاک میں مل گئے ہیں"۔
غرضکہ بدر کے بعد جو جنگ واقع ہوئی وہ تمام تر ابوسفیان کی کوششوں سے
یہی اس کا سرغنہ تھا، اسی نے مشرکین کو برانگیختہ کر کے پیغمبر کے خلاف اکٹھا کیا تھا
حد یہ ہے کہ اس جنگ احد میں وہ عورتوں کو بھی گھروں سے نکال کر لے گیا (خود
ابوسفیان کی دو بیویاں تھیں ایک وہی ہندہ جگر خوار اور دوسری کوئی اور صفوان بن امیہ
بھی اپنی دو عورتوں کو لے گیا، طلحہ اور حارث ابن ہشام اپنی اپنی بیویوں کو لے کر گئے

نعمان و جابر اپنی اپنی ماؤں کو لے کر گئے۔ خناس بنت مالک اپنے بیٹے کے ساتھ گئی،
احد کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں مقام ابواء پڑا جہاں حضرت رسالتمآبؐ
کی مادر گرامی جناب آمنہ کی قبر تھی۔ ابوسفیان نے مشرکین کے سامنے تجویز رکھی کہ
مادرِ رسول کی قبر کھود کر اُن کی ہڈیاں نکال لی جائیں۔ اگر محمدؐ نے تمھاری عورتوں کو
گرفتار کرلیا تو یہی ہڈیاں نکال کر پیش کردی جائیں گی کہ دیکھو یہ تمھاری ماں کی ہڈیاں
ہیں اگر وہ اپنی ماں سے سچی محبت کرنے والے ہوں گے تو ان ہڈیوں کو لے کر
ہماری عورتوں کو واپس کردیں گے اور اگر وہ ہماری کسی عورت کو گرفتار نہ کرسکے تو
ان ہڈیوں کے بدلے میں مالِ کثیر اُن سے وصول کیا جاسکے گا۔ ابوسفیان نے
بہت چاہا کہ معززین قریش اس پر حامی بھر لیں مگر ان لوگوں نے سختی سے انکار کردیا
اور کہا اس کا ذکر بھی نہ کرو۔ (واقدی کی مغازی رسول ص ۱۵۵ و ص ۱۶۰)

جنگ احد کے واقعات مشہور عالم ہیں۔ ابوسفیان نے اس جنگ میں جو
رول ادا کیا ہے اس کے تذکرہ کی حاجت نہیں مختصر یہ کہ وہ قریش کے تمام
مشرکین کو محاذ جنگ پر کھینچ لایا تھا اور لشکر کی ترتیب اس انداز سے کی کہ مسلمانوں کو
آسانی سے شکست دیدی جائے۔ زمانہ جاہلیت میں رایتِ لشکر بنی عبدالدار
کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا وہی علمدار لشکر ہوتے اس نے میمنہ لشکر پر خالد بن
ولید کو رکھا، میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور سواروں پر عمرو بن عاص کو مقرر
کیا اور بنی عبدالدار سے کہا ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ علم لشکر کے اٹھانے کے
تمہیں لوگ ہم سب سے زیادہ حقدار ہو مگر تم لوگ آج کے دن علم لشکر کی حفاظت
کرسکو تو علم اٹھاؤ ورنہ پھر ہمارے لئے چھوڑ دو۔ بنی عبدالدار بگڑ گئے کہ واہ

ہم اپنا علَم دوسرے کو دیدیں؟ یہ ہرگز نہ ہوگا - وہ نیزے تانے ہوئے آگے بڑھے اور علَم کو انھوں نے اپنے حلقے میں لے لیا - یہ چال اسی لئے چلی گئی تھی کہ بنی عبدالدار علَم کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دیں اور جب علَم بلند رہے گا قریش کے دل مضبوط رہیں گے - ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی اپنے شوہر سے کم مشرکین کو برانگیختہ کرنے والی نہیں تھی اسی نے وحشی کو جناب حمزہ کے قتل پر اُبھارا تھا -

یہ تو ایک پہلو تھا دین الٰہی سے بنی امیہ کی عداوت کا انھوں نے وہ خوں ریز جنگ پیغمبرؐ سے چھیڑی کہ پیغمبرؐ کو یکسوئی خاطر نصیب نہ ہوئی - جنگ بدر ہی پر انھوں نے اکتفا نہ کی بلکہ اس سے فارغ ہو کر دوسری جنگ کی بنیاد ڈال دی - بدر کے بعد ہی اُحد کی لڑائی واقع ہوئی اس جنگ میں پیغمبرؐ کے چچا جناب حمزہ شہید ہوئے - بنی امیہ نے اُن کی لاش کے ساتھ وہ بدترین سلوک کیا جو ہمیشہ اُن کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ رہے گا - قریب تھا کہ بنی امیہ اور ان کے حلیف کفار و مشرکین چراغ نبوت کو خاموش کر دیں اور اپنے خیال میں وہ پیغمبر کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے، اگر انھیں یہ یقین نہ ہوتا کہ پیغمبر مارے جا چکے ہیں تو وہ میدانِ جنگ سے ہٹتے ہی نہیں - بعد میں جب انھیں معلوم ہوا کہ پیغمبر زندہ وسلامت ہیں تو انھوں نے طے کیا کہ پھر پلٹ کر حملہ آور ہوں مگر معبد خزاعی نے روک دیا -

اُحد کی خوں ریز لڑائی کے بعد بھی ابوسفیان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ نئی جنگ کی تیاریوں میں اس کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں خندق اور بعد کی لڑائیوں میں اس نے تمام مشرکین کو پیغمبر کے خلاف لا کھڑا کیا تھا اور ظاہر طور

س وقت تک اسلام نہیں لایا جب تک اسے یہ یقین نہ ہوگیا کہ اب مسلمان بن کر ہی
سلام کو نقصان پہنچانا ممکن ہے۔ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں اور ہر مرد و زن
س سے واقف ہے۔

جب بنی امیہ نے یہ دیکھا کہ ہمیں ہر قدم پر پے در پے شکست ہی نصیب
ہی ہے اور اسلام برابر ترقی ہی کرتا جاتا ہے تو انھوں نے اسلام کو تباہ و
د کرنے کی ایک نئی راہ نکالی یہ تدبیر فی الواقع بڑی کامیاب ثابت ہوئی وہ
ہ اموی سرداروں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا کہ باہر رہ کر اسلام کو نقصان پہنچانا
ن نہ ہوا تو اب اندر داخل ہو کر تباہ و برباد کر دیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان
سلمان ہو گیا۔ مسلمانوں سے جان بچاتا پھرتا تھا کہیں پناہ نہ ملتی تھی حضرت
اس، عم پیغمبرؐ کی آکر پناہ لی اور اُن سے درخواست کی کہ مجھے پیغمبر کے پاس
ے چلو، جب عباس اسے لے کر خدمت پیغمبر میں پہونچے تو آنحضرتؐ نے فرمایا
کیا اب بھی تمھارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا کہ خداوند عالم وحدہٗ لاشریک ہے"
و سفیان نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کتنے بڑے حلیم اور
تنے بڑے کریم اور صلہ رحم کرنے والے ہیں، خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اگر خدائے
حدہٗ لاشریک کے علاوہ کوئی دوسرا معبود ہوتا تو وہ ضرور ہماری مدد کرتا۔ پیغمبر نے
ایا کیا اب بھی تمھیں یقین نہیں آتا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا
رے ماں باپ آپ پر نثار اس بات میں البتہ ذرا جی کو بے اطمینانی ہے۔
اس نے کہا کمبخت مسلمان ہو جا، کہیں گردن نہ تیری ماری جائے۔ (تاریخ
ن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

ابو سفیان جو کافر پیدا ہوا اور کفر جس کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے
موقع کی نزاکت سے مجبور ہو کر بظاہر مسلمان ہو گیا۔ دیکھنے میں اس نے بت پر
ترک کردی اور نئے مذہب کا اقرار بھی کر لیا پھر بھی دل کی بات اکثر زبان پر آ
جاتی تھی اور اس کی حرکتوں سے اکثر اس کے اسلام کا پردہ چاک ہو جاتا
مثال کے طور پر یہ واقعہ غور کے قابل ہے جسے ابن ہشام نے اپنی سیرت جلد
ص۲۳ میں لکھا ہے :-

"فتح مکہ کے بعد حرث بن ہشام نے اذان کی آواز سن کر ابو سفیان سے
کہا خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ محمدؐ نبی ہیں تو میں ضرور ان کی پیروی
کرتا۔ ابو سفیان نے کہا میں کچھ بول نہیں سکتا دیوار ہم گوش دارد"

اگر ابو سفیان واقعاً مسلمان ہوتا تو اس مشرک کی بات کو رد کرنے کی کوشش
کرتا مگر اس نے حرث کی کوئی تردید نہیں کی بلکہ ضمنی حیثیت سے اس کی رائے
صادر کیا جیسا کہ اس کے فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔ خبر ہو جانے کے ڈر سے کچھ
کہہ نہیں سکتا اس کا مطلب یہی تو ہے کہ اگر ڈر نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری تصدیق کرتا
ابو سفیان کی بیوی ہندہ بھی بے بس و مجبور ہو کر مسلمان ہوئی۔ جب یہ پیغمبر
خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئی تو پیغمبر نے شرائط اسلام اس کے سامنے
پیش کئے اور اس نے زور دار طریقے سے انھیں قبول کیا۔ منجملہ اور باتوں کے
جو اس میں اور پیغمبر میں ہوئیں یہ بھی ہے کہ پیغمبر نے اس سے کہا تم میری بیعت
کرو اس امر پر کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا ہم نے تو اپنی اولاد
بچپن میں کلیجہ سے لگا کر پالا وہ جب بڑے ہوئے تو آپ نے بدر میں انھیں

تہ تیغ کر دیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا کیا
شریف عورت بھی زنا کرتی ہے۔ اس پر رسول اللہؐ نے اپنے چچا عباس کو مڑ کر
دیکھا اور مسکرا پڑے۔ (الفخری ص۶۶ و ص۶۷)

اس عہد کے مسلمان ابو سفیان اور اسی جیسے لوگوں کو طلقا (آزاد کردہ) کی
لفظ سے یاد کرتے تھے۔

تیسری فصل

حضرت ابوبکر و عمر کے ہاتھوں بنی امیہ کا تسلط مسلمانوں کی گردن پر

حالات موجود ہیں اور تاریخ کے صفحات ایسے واقعات سے پُر ہیں جن سے
ثابت ہو سکتا ہے کہ بنی امیہ نے مذہب تو بدل دیا تھا مگر ان کے دل ابھی تبدیل
نہیں ہوئے تھے، اُن کی زندگی کے بہت سے لمحے اسی فکر میں بسر ہوتے تھے
کہ بنی ہاشم کی بڑھتی ہوئی قوت کو کس طرح روکا جائے۔ رسولِ خدا کی زندگی میں
اس قسم کی سازشوں کا کامیاب ہونا مشکل تھا مگر اُن کی وفات اپنے ساتھ انقلاب
لے کر آئی اور ہندوستان کے ایک مشہور مصنف کی لفظوں میں :-

"مسلمانوں نے اپنے رسول کو دفن کرنے سے پہلے اُن خصائل و
صفات کو دفن کر دیا جو رسول اُن کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے۔"

انقلاب آیا اور طاقت بنی ہاشم کے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے ہاتھوں میں

چلی گئی مگر بنی امیہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے اب ہم دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان
کے دروازے پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ

"علی آپ خاموش کیوں ہیں؟ میدانِ عمل میں آیئے، کہیں ہو سکتا
ہے کہ آپ کی موجودگی میں عرب کسی دوسرے کے سامنے سر جھکا دیں، مجھے
حکم دیجئے میں مدینہ کی گلیوں کو پیادوں اور سواروں سے بھر دوں گا پھر
دیکھوں کہ وہ کون ہے جو آپ کے مقابلہ پر آتا ہے"۔

علیؑ خاموش تھے وہ بنی امیہ کے بوڑھے سردار کی سیاسی چال کا تجزیہ کر رہے
تھے اُن کی پیشانی پر غور و فکر کی شکنیں نمایاں تھیں انھوں نے کبھی وقت کی
نزاکت کا جائزہ لیا کبھی اپنے حقوق پر نظر ڈالی کبھی ابوسفیان کے مشورے کو
تول کر دیکھا۔ بس علی کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ مدینہ میں انقلاب پیدا کر سکتا
تھا ابوسفیان کا یہ نقرہ کہ" میں مدینہ کی گلیوں کو سواروں اور پیادوں سے
بھر دوں گا" اپنے اندر ایک وزن رکھتا تھا، جاہلیت کا سردار اپنے کھوئے
ہوئے اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے علی کی شخصیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا
وہ غور سے علیؑ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور منتظر تھا کہ علیؑ کوئی اشارہ کر دیں تو
میں مسلمانوں کی نئی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں۔ یکایک نوجوان ہاشمی
نے اپنا وہ سر جو غور و فکر کی وجہ سے جھک گیا تھا بلند کیا اور ابوسفیان پر
سر سے پیر تک ایک نظر ڈالی اُن کے لبوں پر ایک مسکراہٹ تھی ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ انھوں نے کوئی فیصلہ کر لیا ہے۔ ابوسفیان نے پھر پوچھا، علیؑ بتائیے
تو سہی کیا فیصلہ کیا ہے؟ علیؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"ابوسفیان! تم اسلام کے خیر خواہ کب سے ہوئے؟"

مختصر سا جواب تھا مگر اموی سردار کی امیدوں کو خاک میں ملانے کے لئے
[کا]فی تھا۔ ادھر سے ناامید ہو کر اس نے حکومت سے ساز باز کی اور دانستہ یا
[نا]دانستہ طور پر حکومت کی مصلحت نے یہ گوارا کر لیا کہ شام کا زرخیز علاقہ ابوسفیان کی
[او]لاد کی جولان گاہ بن جائے۔ فتح ہونے کے بعد فوراً ہی شام کا علاقہ بنی امیہ
[کے] زیرنگیں ہو گیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے آپ بآسانی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسلامی سیاست کی
[ا]س زبردست غلطی سے بنی امیہ نے کیا فائدہ اٹھایا۔ اور دمشق کس طرح مغربی ایشیا کا
[قب]لۂ موت بن گیا۔ جہاں بیٹھ کر وہ اپنے حریفوں کو تلوار اور زہر کی دھمکیاں دیتے
[تھ]ے۔ جب تک حصولِ اقتدار کے لئے جد و جہد جاری رہی ان لوگوں نے اسلام کی
[نق]اب چہرے پر ڈالے رکھی اور کبھی مال و زر کے لالچ سے کبھی پروپگنڈے کی مدد سے
[سا]دہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام میں پھنساتے رہے لیکن جب اقتدار حاصل ہو گیا
[تو د]لوں کی بات زبان پر آ گئی۔ تاریخ کے صفحات الٹئے اور دیکھئے کہ ابوسفیان
[حض]رت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے "ہاشمیو، آؤ اور دیکھو
[کہ] حکومت کے گیند سے ہمارے بچے کھیل رہے ہیں۔"

ایک وقت وہ تھا کہ ابوسفیان رسولؐ کے دربار میں جان کی امان مانگنے کے لئے
[آیا ت]ھا۔ ایک زمانہ یہ بھی آیا کہ جب اس کی جرأتیں اس قدر بڑھ گئیں کہ وہ حسینؑ
[ابن ع]لیؑ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع میں لے گیا۔ اور موت کی گہری نیند سونے والے
[ہاش]میوں کو آواز دے کر کہنے لگا کہ "آج تم ہوتے تو دیکھتے کہ خلافت ہمارے ہاتھ میں

لُوٹ آئی ہے"۔ (فلسفۂ آلِ محمدؐ، مولانا ابن حسن صاحب جارچوی)

حضرت ابوبکر و عمر کا یہ وہ زبردست انتظام تھا جس نے خاندانِ رسولؐ کی تباہی کا مستقل سامان کر دیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خود خلیفہ ہو کر اور حضرت علیؑ کو محروم کر کے اہلبیتؑ کی عافیت کا ایک دروازہ بند کر دیا۔ تو بنی امیہ کو شام کی حکومت دے کر ان کے سانس لینے کا دوسرا دروازہ بھی مقفل کر دیا۔ مدینہ میں اہلبیتؑ کی عزت، شان، قوت سب ختم ہو گئی اور شام میں ان حضرات کی خونریزی، تباہی، بربادی کے قلعے روز بروز مستحکم ہوتے گئے۔ بس اب بنوا دیں اور اہلبیت لیں۔ حضرت ابوبکر و عمر نے جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ پر جو عنایتیں کیں ان کو دُنیا جانتی ہے۔ اس کے بعد جو کمی رہ گئی تھی وہ اس طرح پوری کی گئی کہ بنی امیہ ایسے دشمن بنی ہاشم کو شام پر مسلط کر دیا گیا کہ اطمینان سے اپنی طاقت بڑھاتے رہیں اور جب وقت آئے تو وہ کر دکھائیں جس پر مسلمان قیامت تک روتے رہیں۔ مدینہ میں حضرت ابوبکر و عمر خود قابض رہے۔ اور اب جاتے وقت بنی امیہ ہی کے رُکن حضرت عثمان کے حوالے کر جانے کا انتظام کر دیا۔ شام پہلے ہی سے ان ہی بنی امیہ کے قبضہ میں دیدیا گیا تھا تاکہ اسلامی حکومت کے دونوں زبردست ناکے اہلبیتؑ کی مخالفت میں متحد رہیں۔ کیا حضرت ابوبکر و عمر کو خبر نہ تھی کہ خاندان بنی امیہ اسلام کا شدید ترین دشمن ہے؟ کیا ان کو معلوم نہیں تھا کہ اس خاندان نے اسلام کو مٹا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا؟ کیا وہ جانتے نہ تھے کہ خاندان بنی امیہ رسولؐ کی ذات اور حضرتؐ کے مذہب دونوں ہی کے خون

کیا سارا ہا۔ اور اب بھی ہے؟ کیا وہ رسولؐ کی ان مصیبتوں کو بھول گئے تھے جو بنی امیہ کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کو اٹھانا پڑی تھیں؟ کیا قرآن مجید کی یہ آیت الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء۔ (تم نے دیکھا نہیں کہ خدا نے کیسی مثل بیان کی کہ کلمہ طیبہ مثل شجرہ طیبہ کے ہے۔ جس کی جڑ مضبوطی سے قائم اور جس کی شاخ آسمان پر پہنچ گئی) ان کے علم میں خاندانِ رسالت کی شان میں نازل نہیں ہوئی تھی؟ حالانکہ معاویہ کے پوتے معاویہ ابن یزید تک نے اپنے خطبہ میں اقرار کیا ہے کہ شجرہ طیبہ سے خاندانِ رسولؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۴)

اور کیا ان کو خبر نہ تھی کہ اس کے مقابل کی دوسری آیت " ومثل كلمة خبيثة (کلمہ خبیثہ مثل شجرہ خبیثہ کے ہے) خدا نے خاص بنی امیہ کے لئے نازل فرمائی ہے والشجرة الملعونة فی القرآن .... لا خلاف بين احد انه اراد بها بنی امیه۔ وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ... . اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ خدا کی مراد اس ملعون خاندان سے خاندانِ بنی امیہ ہے۔ (پ ۱۵ رکوع ۶ و تاریخ طبری حصہ ۳ جلد ۴ طبع لیڈن)۔

کیا ان دونوں صاحبان کو معلوم نہ تھا کہ حضرت رسول صلعم نے ابوسفیان اور معاویہ کو طلقا فرمایا تھا جن کا خلافت میں کوئی حق ہو ہی نہیں سکتا تھا؟ مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:۔ "آنحضرتؐ حنین کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جن کو آپ نے مکہ فتح ہوتے وقت آزاد کر دیا تھا۔ ان کو قید کر کے لونڈی او غلام نہیں بنایا تھا

یہ بھی کہا کہ "اس قدر علم ابوذر کے پیمانہ میں ڈالدیا گیا ہے کہ وہ پیمانہ بھر گیا۔"

جب ابوذرؓ حاضر رہتے پیغمبر اُن سے گفتگو کرتے اور جب موجود نہ رہتے تو دریافت کرتے۔ جب جنگ "بنی المصطلق" کے لئے گئے تو ابوذر کو مدینہ میں اپنا قائم مقام کیا ... اور یہ بھی اس کی علامت ہے کہ (پیغمبرؐ) کو ان پر کامل اطمینان تھا۔

جب تک ابوذر مجرد رہے مسجد میں سویا کرتے تھے۔ جب نکاح کر لیا تو ان کے لئے ایک ٹیلہ پر چھوٹا سا خیمہ نصب کرا دیا گیا جو صحرا سے متصل تھا۔

ابوذر کبھی کبھی صبح اور عصر کے وقت اپنے خیمہ کے در پر بیٹھے ہوئے اُس وسیع صحرا کا نظارہ کرتے تھے جو حد نظر تک دکھائی دیتا تھا۔ اُن کی اس منظم خاموشی کو صرف کوئی صدا یا اذان کی آواز چونکا دیتی تھی۔ جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتی تھی۔

ابوذر (اس عالم سکوت میں) دیکھ رہے تھے کہ یہ ریگستان اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ گویا جزیرۃ العرب اور اس کے اطراف کے قبائل آپس میں متحد ہو کر ایرانیوں اور رومیوں کے تسلط سے آزاد ہو گئے ہیں۔

فتح مکہ (معظمہ مکرمہ) کے بعد جو قبائل کل تک محمدؐ کے دشمن تھے اُن کی آنکھیں نیچی ہونے لگیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قافلہ تمدن کے پیچھے رہ جائیں انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس سرزمین پر بہت بڑی سلطنت قائم ہو گی اور کسی دوسرے کی دوستی ان (مسلمانوں) سے نجات نہیں دلا سکتی۔

محمدؐ نے ایک گروہ کو مامور کیا جو قبائل میں جا کر اُن کی آمدنی کا دسواں
حصہ (عشر) لیتے تھے اور یہ مال فقراء میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ان فقراء کا یہ
حال تھا کہ قرض خواہوں کے تقاضوں سے عاجز ہو کر اپنی اولاد اور بیویوں کو ان
ان سود خواروں کے حوالہ کر دیتے تھے۔ (پیغمبرؐ) کی اس تجویز سے اُن کے بار
بہت ہلکے ہو گئے۔

ابوذرؓ اس طریقہ سے ایک حد تک خوش تھے اور کبھی آیندہ کا خیال
کرتے ہوئے اپنے دل میں کہتے تھے کہ اگر اسلام اسی طرح آگے بڑھتا جائے تو عوام
کی زندگی کی سطح ٹھیک ہو جائے گی اور لوگ اچھی طرح اپنی زندگی بسر کریں گے۔

ایسا پیغمبرؐ کہ جس نے عربوں کو دوسروں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک
لفظ پر جمع کر دیا ہو۔ یہ عمل رومیوں کے لئے ناگوار تھا۔ ہرقل نے بہت بڑی سیاہ
جمع کی اور عرب کے قبائل۔ لخم۔ جذام۔ عاملہ۔ اور۔ غسان جنھوں نے ابھی
اسلام قبول نہیں کیا تھا ہرقل کے ساتھ شریک ہو گئے۔

ہرقل نے ارادہ کیا کہ اس لشکر گراں سے جزیرہ نمائے عرب کے شمال سے
حملہ کردے۔ اس تدبیر سے مسلمان قبائل عرب کا راستہ روک کر غیر مسلم قبائل
عرب کی مدد سے اس نئی حکومت کی بنیاد اُکھیڑ دے۔ قبل اس کے کہ اس نقشہ پر
عمل ہو پیغمبرؐ اُس کے ارادہ سے واقف ہو گئے اور اپنے اصحاب کو رومیوں
سے لڑنے کے لئے طلب کیا۔

عن بجالہ قال قلت لعمران بن حصین حدثنی عن ابغض الناس الی رسول اللہ قال تکتمہ حتی اموت قلت نعم۔ قال بنو امیہ وثقیف و بنو حذیفہ۔ بجالہ کہتے تھے کہ میں نے عمران ابن حصین سے کہا کہ بتاؤ حضرت رسول سب سے زیادہ کس کو برا اور دشمن سمجھتے تھے۔ عمران نے جواب دیا اگر تم وعدہ کرو کہ میری زندگی بھر یہ بات کسی سے نہ کہو گے تو میں بتا دوں۔ میں نے کہا ہاں نہیں کہوں گا عمران نے کہا کہ وہ بنو امیہ وثقیف اور بنو حذیفہ ہیں۔ (منتخب کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۴۶۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بنی امیہ شروع ہی سے پیشانی اسلام پر کلنک کا ٹیکہ رہے تو باوجود اس کھلی ہوئی بات اور آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کے حضرت ابوبکر و عمر نے انھیں بنو امیہ کو کیوں اتنا سر چڑھایا۔ کیوں ان لوگوں کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیا۔ کیوں ان کو رعایا کی جماعت سے نکال کر حکام کے زمرہ میں جگہ دیدی۔ دونوں نے یزید ابن ابی سفیان کو شام کی حکومت کیوں حوالے کر دی۔ اور اس کے مرنے پر بھی حضرت عمر نے اسی کے حقیقی بھائی معاویہ ہی کو وہاں کا گورنر کیوں بنایا۔ حضرت عمر کا اپنی حکومت میں ہمیشہ یہ طرز عمل رہا کہ ایک حاکم کے مرنے پر اس کے رشتہ دار کو اس کا جانشین نہیں کیا مگر ابوسفیان و بنی امیہ کی اہمیت آپ کی نگاہوں میں اتنی زیادہ تھی کہ صوبہ شام کے معاملے میں آپ نے اپنے دستور العمل کی مخالفت کی پروا نہ کی۔

حضرت علیؑ تو خیر ان کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے۔ اگر خالد ابن ولید کو شام کا صوبہ حوالے کر دیتے تب بھی ہم کہتے کہ سرحدی علاقہ تھا ایک اچھے جنرل کے سپرد کر دیا گیا۔ یزید ابن سفیان و معاویہ ابن سفیان کو اتنا بڑا ملک کیوں دیا گیا۔

وکلائے حکومت اس کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دے سکتے اور ہم بتاتے ہیں
کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ کارکنانِ حکومت نے سمجھا کہ یہ خاندان ہی ایسا ہے کہ جو ہمیشہ
کے لئے بنو ہاشم کی جان و دل سے مخالفت کرے گا۔ اپنے پرانے کینے یاد کرکے
ان سے لڑے گا۔ اپنے پرانے بتوں کی تباہی کا خیال کرکے اس کی آنکھوں میں خون
اتر آئے گا محض ہماری خاطر ہی سے نہیں بلکہ اپنی وجہ سے یہ بنو ہاشم کی جڑ اکھاڑنے
میں کوتاہی نہ کرے گا۔ اگر احیاناً کبھی مدینہ کی خلافت حضرت علیؑ کو مل بھی گئی تو ہم نے
ایسے خاندان کو شام میں مضبوط کرکے بٹھا دیا ہے کہ وہ علیؑ کو چین سے بیٹھنے نہ دیگا۔
یہ امیہ نوازی یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ شوریٰ کی پیچ در پیچ ایسی تجویز تھی کہ سوائے بنی امیہ
کے خلافت کہیں اور جا ہی نہیں سکتی تھی۔ مکمل تجویز تو یہ تھی کہ حضرت عثمان کے بعد
معاویہ خلیفہ ہوتے مگر حضرت عثمان کی ناعاقبت اندیشی نے ذرا سا موقع بنی ہاشم کو
دیدیا پھر بھی وہ تجویز مکمل ہو کر رہی اور آخر کار معاویہ خلیفہ ہو ہی گئے۔ اور خلافت
بنی امیہ میں چلی ہی گئی۔ تجویز شوریٰ میں بھی عبداللہ ابن عمر ایک نہایت پُرجوش
کارکن تھے بلکہ ثالث مقرر کئے گئے تھے۔ اور اس کے بعد بھی وہ اپنے والدِ بزرگوار
کی پالیسی کے نگراں و محافظ رہے۔ جب شہادت امام حسینؑ کے بعد مدینہ والوں
نے یزید کی بیعت توڑنی شروع کی تو عبداللہ ابن عمر بگڑ بیٹھے اور اپنی اولاد و
اقارب کو جمع کرکے کہا کہ اگر تم نے خلع بیعت کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں
ان کو بھی وقت پر اپنے والد بزرگوار کی طرح رسول اللہؐ کی حدیث یاد آگئی کہنے
لگے کہ رسول خداؐ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک باغی کے لئے
ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور اس پر لکھا جائے گا کہ یہ شخص فلاں شخص کا

باغی ہے۔ گویا جس نے شیطان کی بیعت ایک دفعہ کر لی اس کو عمر بھر اسی کی بیعت میں رہنا چاہئے۔ جلدی میں اتنا سوچنے کا وقت کہاں تھا۔ گھبرا گئے، باپ کے لگائے ہوئے درخت ابھی تو گدرانے شروع ہوئے تھے اور ابھی سے لوگوں نے خلع بیعت کا ذکر چھیڑ دیا۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ بنی ہاشم کو دبا کر رکھنے کی پالیسی ہر ایک صوبے کے گورنر رکھنے کے وقت ملحوظ خاطر رہتی تھی۔ عمرو بن عاص مصر میں، ابو موسی اشعری بصرہ میں، مغیرہ بن شعبہ کوفہ میں لیکن بنی ہاشم کہیں نہیں بنی ہاشم کا محض ایک قصور تھا وہ یہ وہ جناب رسول خدا کے قرابتداروں میں سے تھے۔ یہ مخالفت رسولؐ نہیں ہے تو کیا ہے۔ کر تو رہے تھے مخالفت علیؑ ہو گئی مخالفت رسولؐ۔ اسی لئے ہم علیؑ کو نفس رسول کہتے ہیں۔ ایک کی مخالفت کرو تو دوسرے کی مخالفت خود بخود ہو جاتی ہے۔"

(البلاغ المبین جلد دوم)

چوتھی فصل

بنی امیہ اور اسلامی عقائد

حیات پیغمبر میں بنی امیہ اصول اسلام سے جس طرح برسر پیکار رہے اس کو ہم مختصرا بیان کر چکے۔ پیغمبر کی آنکھ بند ہونے کے بعد انھوں نے اسلامی اصول پر کیا کیا مظالم ڈھائے مختصراً اس کو بھی بیان کرتے چلیں۔

اصولِ اسلام اور بنی امیہ کی جنگ بہت واضح صورت میں اس وقت رونما ہوئی جب وہ علیؑ سے اُن کی خلافت کے زمانے میں ٹکرائے اور مسلمانوں کی حکومت غصب کرنے کے لئے کوشاں ہوئے۔ رسول اللہؐ کے زمانے میں بنی امیہ کا قائد ابوسفیان تھا اور رسول اللہؐ کے بعد اُن کی قیادت معاویہ کے ہاتھوں میں تھی۔ پیغمبرؐ کے زمانے میں تو وہ کھُلے ہوئے بُت پرست تھے اس لئے ہر مرحلہ پر انھیں شرمناک شکست نصیب ہوئی لیکن علیؑ کے دَور میں اُن کا قلع قمع اس لئے ممکن نہ ہوسکا کہ اب انھوں نے اسلامی لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معاویہ کی قیادت میں علیؑ سے بنی امیّہ کی غدّاری و سرکشی قبل اس کے کہ علیؑ کو نقصان پہنچاتی روحِ اسلام کو فنا کرگئی۔ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی ناگہانی شہادت سے شر و فساد کی قوتوں کو کھُل کھیلنے کا موقع مل گیا، دلوں سے ایمان کی وہ حرارت رخصت ہوگئی جو امیر مسلمین اور رعایا کے قلوب میں یگانگت اور اتحاد کا موجب تھی۔ حکام و افسرانِ مملکت نے زندگی کا اسلامی اصول کے مطابق رہنا فضول و بے کار سمجھا اور جمہور کا گلا گھوٹنے کی ذلیل طریقے سے کوشش کی۔ رشوت دے کر، چاپلوسی کرکے، ڈرا دھمکا کر اور قید و بند کے ذریعے۔ روحِ اسلام پھیلنے کے بجائے گھُٹ کر رہ گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر و الحاد جمہور اسلام کے پیکر میں سرایت کرگیا اور بلند و پاکیزہ اسلامی اخلاق حاکم و محکوم دونوں کے یہاں پست و ذلیل ہوکر رہ گئے۔ حکام کی طرف سے ظلم و تشدد اور قرآن و تعلیمات رسولؐ کی کھُلم کھُلا خلاف ورزیاں ہونے لگیں۔ اور خوشامد و ریاکاری رعایا میں عام ہوگئی۔ حق پرست ظلم و جور کے بادلوں سے

ڈھک گئے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والے جن کی اسلام نے ضمانت لی تھی
زندیق، ملحد اور رافضی کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور دربار کے خوشامدی
منافقین کے لئے بڑے بڑے عہدے اور جاگیریں تھیں اور وہی حکومت کے کرتا
دھرتا تھے۔

زبیر بن بکار موفقیات میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت عمر
نے ایک دن کہا "اے مغیرہ جب سے تمھاری ایک آنکھ جاتی رہی کیا اس گئی
آنکھ سے تم کبھی دیکھ بھی سکے؟ مغیرہ نے کہا، نہیں۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی
قسم بنی امیہ اسلام کو اسی طرح یک چشم بنا دیں گے جس طرح تمھاری یہ کانی آنکھ
ہے اس کے بعد رہی سہی آنکھ بھی پھوڑ ڈالیں گے جس سے پتہ ہی نہ چل سکے
کہاں آتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۱۵)

اسی زبیر نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جس دن یزید کی ولیعہدی کا اعلان ہوا
اور لوگوں نے اس کی بیعت کی اور بیعت کے بعد مبارکباد اور مدح و ستائش کا سلسلہ
شروع ہوا تو یزید نے اپنے باپ معاویہ سے کہا "کچھ پتہ نہیں کہ ہم دوسروں کو
دھوکا دے رہے ہیں یا دوسرے ہمیں دھوکا دے رہے ہیں۔ معاویہ نے کہا
تم اگر کسی کو دھوکا دینا چاہو اور وہ جھوٹ موٹ کا دھوکا تم سے کھانے لگے
مگر تم اپنا کام اس سے نکال لو تو گویا تم ہی نے اسے دھوکا دیا"۔

عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے دور کے حکام کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا:
شام میں، حجاج عراق میں، قرہ بن شریک مصر میں، عثمان بن حبان حجاز میں

کتنا عبرت انگیز ہے یہ امر کہ بنی امیہ خلافتِ رسولؐ پر قابض ہو جائیں اور سارے مسلمانوں اور جملہ عرب کو محروم کر کے اپنے باپ دادا کی میراث بنا لیں اور یکے بعد دیگرے اس سے اس طرح کھیلیں جیسے بچّے گیند سے کھیلتے ہیں حالانکہ انھیں ذرّہ برابر بھی اس خلافت کا حق نہیں پہنچتا تھا کیا وہ اس لئے خلافت کے سزاوار تھے کہ انھیں پیغمبرؐ سے انتہائی بغض تھا اور انھوں نے پیغمبرؐ کی جان لینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پیغمبرؐ کے پیروؤں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ یا چونکہ وہ بنیادی عقائدِ اسلامی سے خارج تھے اس لئے منبرِ رسولؐ پر بیٹھنے کے لائق و حقدار تھے۔

علامہ جاحظ لکھتے ہیں :۔

"اس وقت معاویہ شوریٰ کے بقیہ ممبران اکابر صحابہ اور انصار و مہاجرین کو مغلوب و مقہور کر کے سلطنت کا مالک بن بیٹھا اس سال جسے یہ لوگ جماعت کا سال کہتے ہیں حالانکہ وہ جماعت کا سال نہیں تھا بلکہ جُدائی و پراگندگی، قہر و غلبہ اور جبر و تشدّد کا سال تھا اور وہ سال تھا جس میں امامت کسروی بادشاہت اور خلافت قیصری استبداد میں منتقل ہو گئی تھی۔ پھر خلافت ہتھیانے کے بعد اس کے معاصی اسی قبیل کے رہے جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ جاحظ کا اشارہ معاویہ کے ان ہولناک افعال کی طرف ہے جنھیں وہ اپنی اس کتاب میں اوپر بیان کر چکے ہیں) یہاں تک کہ اس نے پیغمبرؐ کے فیصلے کو کُھلم کُھلا رد کر دیا اور آپ کے حکم کو صاف صاف ٹھکرا دیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا الولد للفرش و للعاھر الحجر۔ بچہ شوہر کا ہے اور

ترتیب سے ان کا حصہ زیادہ کرتے تھے۔

جب پیغمبر دنیا سے چلے گئے تو بعض سرمایہ داروں نے چاہا کہ دوبارہ جاہلیت کے طریقہ کو رواج دیں۔ اسی لئے زکوٰۃ دینا چھوڑ دی لیکن ابوبکر نے ان سے لڑنے کے لئے گیارہ لشکر تیار کر کے ان کو شکست دی اور زکوٰۃ دینے پر ان کو مجبور کیا اور حسب معمول مسلمانوں کے بیت المال سے سب کو برابر تقسیم کر دیا۔

سب سے زیادہ اہم اموال جن کی وجہ سے مسلمانوں کا بیت المال حکومت کے خزانہ کا کام دیتا تھا حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زکوٰۃ۔ جو مسلمانوں سے لے کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے تھے۔

۲۔ جزیہ۔ جو یہود اور نصاریٰ سے زکوٰۃ کے عوض لیتے تھے۔

۳۔ خالصہ جات کی مالگذاری جس کا چوتھائی حصہ فقراء کو دیا جاتا تھا اور بقیہ فوجی مصارف میں خرچ ہوتا تھا۔

۴۔ مال غنیمت۔ جو لڑائی کی لوٹ میں ملتا تھا۔ یہ بھی مثل خالصہ جات کی مالگذاری کے تقسیم ہوتا تھا۔

۵۔ وہ مال تجارت جو بیرون ملک سے فروخت کی غرض سے لایا جاتا تھا اس کا دسواں حصہ۔ جب عمر کی خلافت کا زمانہ آیا تو انھوں نے بھی اسی طرح کام کیا جس طرح کہ ان سے پہلے دو بزرگوں نے کیا تھا اور نہایت امانت کے ساتھ ایک حکومت کی شان سے تمام ملک میں احکام جاری کئے۔

عمر کا زمانہ نہایت آسائش۔ عدالت۔ اور فراخی کا تھا۔ انھوں نے خیال
کیا کہ جو مسلمان سب سے آگے ہیں اور جنھوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے دوسروں کے
مقابلہ میں اُن کو امتیاز حاصل ہونا چاہیئے اس لئے ایک دفتر ترتیب دیکر ہر ایک کے لئے
اُس کی خدمت کا معاوضہ مقرر کیا۔

جب مسلمانوں نے عراق فتح کیا تو عبدالرحمن ابن عوف نے خلیفہ سے کہا کہ "عراق
کی زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں" لیکن عمر نے اِسکیہ قبول نہیں کیا بلکہ ان
زمینوں کو اُنھی کے مالکوں کے قبضہ میں رکھ کر اُن کی مالگذاری مسلمانوں پر تقسیم کردی۔
اس اقدام سے ابوذر بہت خوش ہوئے۔ خصوصاً اُن کی خوشی اور بھی اس وقت
زیادہ ہوگئی جب کہ خلیفہ نے ہر اس بچہ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا جو کسی مسلمان کے گھر
پیدا ہوتا تھا۔ اسیطرح نہروں اور کنووں کی تعمیر۔ دواخانوں۔ اپاہجوں اور قیدیوں
کے لئے ایک معینہ رقم منظور کی۔ اس کے علاوہ طالب علموں اور مدرسین کے لئے بھی
وظائف مقرر کئے۔

ابوذر نے دیکھا کہ اُن کی خواہش کے موافق (عدالت و مساوات) قدم بڑھائے
جارہے ہیں۔ اور اُن کی خوشی اس وقت اور بھی زیادہ ہوگئی جب کہ انھوں نے
دیکھا کہ خلیفہ عوام کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عمر ایک سپاہی
اور ایک افسر دونوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے اور دونوں کے مقابلہ میں وہی
حکم جاری کرتے تھے جو فریقین معدلت ہو۔ اجرائے احکام کے وقت مساوات کے

سچے دوستدار، نیک طینت و پاکیزہ سرشت تھے۔ اگر یہ تمام باتیں فسق و ضلالت تھیں (حالانکہ یہ دونوں لفظیں تمام باتوں کے لئے بہت ہلکی ہیں) تو فاسق یقیناً ملعون ہے اور جو شخص ملعون پر لعنت کرنے سے روکے وہ خود ملعون ہے۔"

(رسائل جاحظ ص۲۹۳ تا ص۲۹۸)

یہ رائے بھی علامہ جاحظ کی بنی امیہ کے متعلق اور یہی مسلمانوں کے مفکرین و مؤرخین کی بہت بڑی اکثریت کی بھی رائے ہے۔ علامہ مقریزی جنھیں مورخین میں غیر معمولی درجہ حاصل ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"بڑی حیرت ہے کہ بنی امیہ کیسے خلافت تک پہنچ گئے اور اُن کے دل میں خلافت کی طمع پیدا ہی کیونکہ ہوئی۔ بنوامیہ اور بنو مروان بن حکم جو رسول اللہ کا نکالا ہوا آدمی تھا جس پر پیغمبرؐ نے صاف صاف لعنت کی انھیں خلافت سے کیا سروکار پھر بنی امیہ کو جو رسول اللہؐ سے عداوت رہی۔ انھوں نے جن جن ہولناک طریقوں سے پیغمبرؐ کو اذیت دی اور جہاں تک بس چلا پیغمبرؐ کی تکذیب کی وہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی امیہ کو خلافت سے دور کا بھی رشتہ نہیں نہ سببی نہ نسبی۔ خلافت کے اسباب سب جانتے ہیں کچھ لوگ (شیعہ) تو مدعی ہیں کہ خلافت علیؑ کا حق تھا کیونکہ ان میں قرابت سابقیت اور وصیت تینوں چیزیں جمع تھیں۔ اگر یہ معیار مانا جائے تب بھی بنی امیہ کو اس کا حق نہیں پہنچتا نہ انھیں قرابت حاصل تھی نہ سابقیت ہی اور نہ وصیت ہی اور اگر خلافت کا معیار سابقیت ہے تو انھیں کوئی سابقیت بھی

حاصل نہ تھی۔ سابقیت تو دوسری چیز ہے جب تک مکہ فتح نہ ہوا تھا اس وقت تک ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی اسلام سے روکنے والا نہ تھا، ابو سفیان کی عداوت پیغمبر، اس کی لڑائیاں۔ پیغمبر پر متواتر فوج کشی کس کو معلوم نہیں، امیر المومنین تو وہی ہو سکتا ہے جس کا ایمان کامل اور جو ایمان لانے والوں میں سب سے مقدم ہو۔ انھیں بنی امیہ نے خانہ کعبہ کو منہدم کیا رسول کو خلیفہ سے پست قرار دیا۔ صحابہ کی گردنوں پر مہریں لگوائیں۔ اوقات نماز میں تبدیلی کی اور مسلمانوں کی ہتھیلیاں گدوائیں۔ بھلا وہ شخص کیسے خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے اور اس کے ہاتھوں دین خدا کی استواری کیونکر ممکن ہے؟ جس نے رسول سے برسوں تک جنگ کی ہو مقابلہ کیا ہو، مکر و فریب کیا ہو اور آنحضرت کے قتل میں امکانی کوشش صرف کردی ہو۔ پھر خلافت ہتھیانے کے بعد کاش بنی امیہ عدل و انصاف ہی سے کام لیتے مگر انھوں نے فیصلہ و احکام میں اندھیر مچا دیا خود رائی سے کام لیا گئے، مال خراج کو اپنا ذاتی مال سمجھا اور بنی ہاشم کو ہر چیز سے محروم رکھا۔ اور ظلم و تعدی اُن کی اتنی بڑھی کہ کہنے لگے کہ پیغمبرؐ کے ذوی القربیٰ ہم ہی ہیں۔ شام والوں کو یقین دلاتے تھے کہ پیغمبرؐ نے اپنا کوئی عزیز رشتہ دار نہیں چھوڑا بس اولاد بنی امیہ ہی اُن کی رشتہ دار ہے۔ یہاں تک کہ حجاج بن یوسف نے برسر منبر تمام مجمع کو خطاب کرکے پوچھا کہ تم لوگوں کے رسول افضل تھے یا تمھارے خلیفہ۔ مطلب یہ تھا کہ عبد الملک بن مروان پیغمبر خدا سے افضل ہے۔"

(النزاع والتخاصم مقریزی صفحہ ۲۵، ۲۷، ۲۸)

پانچویں فصل

اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے کے لئے بنی امیہ کی شاطرانہ چالیں

بنی امیہ کو شرعی حیثیت سے خلافت رسول سے دور کا بھی تعلق نہ تھا لیکن
اس کے باوجود وہ تمام بلاد اسلامیہ کے مالک بن بیٹھے، ان کی حکومت اُن رکیک
وذلیل ہتھکنڈوں کا نتیجہ تھی جن سے کام لے کر انھوں نے حکومت حاصل کی
لہذا جب اقتدار کا حصول ہی ناجائز ذرائع سے تھا تو اگر اس اقتدار کو پائیدار
بنانے کیلئے ناجائز ذرائع ہی سے انھوں نے کام بھی لیا ہو تو کوئی تعجب کی بات
نہیں۔ کیسے کیسے ذلیل ورکیک طریقوں سے انھوں نے اپنی سلطنت مضبوط
کی ہم چند نمونے اس کے ذکر کرتے ہیں۔

(۱)

تشدد اور لطف و مداراۃ

کبھی انھوں نے انتہائی تشدد کی پالیسی سے کام لیا اور کبھی نرمی و مہربانی
ولطف ومداراۃ کی پالیسی سے ایک طرف تو انھوں نے مسلمانوں کے مال کو

بے دردی سے لٹایا اور ناجائز مواقع پر بے دریغ خرچ کیا اور دوسری طرف اصل مستحقین کو پیسہ پیسہ کے لیے ترسایا جیسے حالات پیش آئے اور جیسا موقع نظر آیا ویسا ہی اُن کا طرزِ عمل رہا اور اس طرزِ عمل نے عرب کے مسلمانوں پر بہت بُرا اثر ڈالا اور وہ اثر عہد بنی امیہ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ نسلاً بعد نسل اس کے نتائج ظاہر ہوتے رہے اور آج کے مسلمان بھی اس سے خالی نہیں۔ ہم چند نمونے اس کے پیش کرتے ہیں۔

علامہ ابن عبد ربہ قرطبی لکھتے ہیں "یزید بن منبہ یعلی بن منبہ صاحب جمل عائشہ کا بھائی (بصرہ) سے معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ سے جب ملاقات ہوئی تو اُس نے اپنے قرضہ جات کی شکایت کی۔ معاویہ نے اپنے خزانچی کعب سے کہا اسے ۳۰ ہزار دیدو۔ جب وہ اُٹھکر جانے لگا تو معاویہ نے کہا جنگ جمل کی خدمات کے صلہ میں ۳۰ ہزار مزید دیدو۔ (عقد الفرید جلد ا صفحہ ۱۹۴)

کون بتائے کہ یہ شخص اتنی کثیر و خطیر رقم کا مستحق کیونکر قرار پایا۔ کیا حضرت امیر المومنینؑ کے خلاف جنگ جمل میں اس کی شرکت جہاد کی حیثیت رکھتی تھی جس کی وجہ سے وہ بیت المال سے اتنی رقم پانے کا سزاوار ٹھہرا۔ اور جب یزید ابن منبہ صرف اس وجہ سے کہ وہ یعلی بن منبہ صاحب جمل عائشہ کا بھائی تھا اتنے انعام و اکرام کا سزاوار سمجھا گیا تو پھر یعلی بن منبہ کو کتنا کچھ دیا گیا ہوگا؟ کیا معاویہ جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؑ سے جنگ کرنیوالوں کو سابقین اسلام کے برابر سمجھتا تھا کہ جو منزلت مجاہدین بدر کی حضرت عمر کے نزدیک تھی وہی ان خروج کرنیوالوں کی معاویہ کے نزدیک تھی۔

یہ تو ایک پہلو تھا اموی حکومت و اقتدار جمانے کے لیے حرمت اسلا
کی تباہی و بربادی کا رہ گئے دوسرے پہلو وہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظا
جب معاویہ نے چاہا کہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کر کے اس کی
سعید بن عاص کو گورنر مقرر کرے تو یہ خبر مغیرہ کو مل گئی وہ معاویہ کے پاس آ
اُس کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ یزید کو اپنے بعد کے لیے خلیفۃ المسلمین نامزد کر
معاویہ نے اس کو معزول کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور خود ان کے دل میں یزید
خلافت کے لیے تمنائیں کروٹیں لینے لگیں۔ مغیرہ وہاں سے اٹھ کر یزید کے پاس
اور اس سے کہا کہ اکابر اصحاب پیغمبرؐ دنیا سے اٹھ گئے اب ان کی اولاد رہ گئی
ان سب سے افضل سب سے بہتر رائے رکھنے والے اور سنت کے سب سے
عالم اور سب سے بڑے ماہر سیاست ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیرالمومنین
(معاویہ) تمھارے لیے بیعت کیوں نہیں لیتے؟ یزید اپنے باپ کے پاس پہنچا
مغیرہ کی گفتگو بیان کی۔ معاویہ نے مغیرہ کو بلا بھیجا مغیرہ نے کہا حضور یزید آپ
وارث و جانشین ہیں ان کے لیے بیعت لوگوں سے لے لیجئے۔ اگر آپ کو کچھ ہو
تو وہ لوگوں کے لیے جائے پناہ رہیں گے۔ معاویہ نے کہا میں تمھیں کوفہ کی گورنر
پر برقرار رکھتا ہوں تم جاؤ اپنا کام سنبھالو اور جن لوگوں پر تمھیں بھروسہ ہو اُن
سامنے یہ تجویز پیش کرو تم بھی خیال رکھو میں بھی خیال رکھوں گا۔

مغیرہ وہاں سے چل کر کوفہ آیا اور بھروسہ کے لوگوں کے سامنے یزید کی
کی تجویز پیش کی ان لوگوں نے وہ تجویز منظور کر لی۔ مغیرہ نے اُن میں سے دس آد
منتخب کر کے ایک وفد کی صورت میں معاویہ کے پاس بھیجا انھیں اس نے تیس ہزار د

ی دیے اور اُن کا سرگروہ اپنے بیٹے موسیٰ کو مقرر کیا۔ یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے
ید کی بیعت کی تجویز کی بڑی تعریف کی، معاویہ نے موسیٰ سے پوچھا تمہارے باپ
غیرہ نے کتنے میں ان لوگوں کا دین خریدا۔ اس نے کہا ۳۰ ہزار میں معاویہ نے کہا
ستا سودا رہا۔ اس واقعہ کے بعد معاویہ کے ارادہ میں اور استحکام ہو گیا اُس نے
پنے تمام عاملوں کو یہ تجویز لکھ بھیجی اور انھیں تاکید کی کہ ہر شہر سے میرے پاس وفد
یجو۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں محمد بن عمرو مدینہ سے، احنف بن قیس بصرہ کے وفد
ں شامل ہو کر معاویہ کے پاس پہنچے باہمی رائے مشورہ اور تبادلۂ خیالات ہوئے پھر
ید بن مقنع عذری نے کھڑے ہو کر (معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) مومنین
ے امیر یہ ہیں اور جب یہ مرجائیں تو (یزید کی طرف اشارہ کرکے) مومنین کے امیر
ہیں اور جو اس سے انکار کرے گا اس کے لیے (تلوار کی طرف اشارہ کرکے) یہ ہے۔
معاویہ نے کہا آؤ بیٹھو تم سید الخطباء ہو۔ اس کے بعد معاویہ نے تقریر کی جس میں
ید کا ذکر کیا اس کی خوبیاں بیان کیں اور کہا یزید کے فضل و عقل اور منزلت کو
کھتے ہوئے اس سے بڑھ کر خلافت کا کون مستحق ہے"۔

اس قصہ میں بہت سی باتیں قابل غور ہیں۔ معاویہ جس نے خود خلافت غصب
ے اپنا دین فروخت کر دیا تھا۔ مغیرہ کا بچا کھچا دین خریدتا ہے کوفہ کی حکومت پر
ے باقی رکھ کر۔ ہم نے بچا کھچا دین اس لیے کہا کہ مغیرہ بہت بڑا حصہ اپنے دین کا
لے ہی فروخت کر چکا تھا جس کی تاریخ شاہد ہے اور مغیرہ کوفہ کے بہت سے
وں کا زیادہ نہیں ۳۰ ہزار درہم میں دین خرید لیتا ہے۔ معاویہ اور مغیرہ دونوں
ں کر لوگوں کے ضمیر اور عقائد کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ معاویہ صریحی کذب کے

مرتکب ہوئے یہ دعویٰ کر کے کہ میرا لڑکا یزید اپنے فضل و عقل اور درجہ و منزلت کے
سے سب سے زیادہ مستحق خلافت ہے اور اس دو رخی پالیسی پر عمل پیرا ہونے
دوسرے لوگوں کی بھی ہمت افزائی کرتے ہیں۔

رہ گیا معاویہ کے نزدیک وہ سید الخطباء، تو ظاہر ہے کہ اس نے چند مختصر
فقروں سے معاویہ کی تائید کی تھی اور مخالفت کرنے والے کو دھمکی دی تھی
کچھ بھی نہیں۔

جب معاویہ نے اپنے بعد کیلئے یزید کی خلافت کی تجویز طے کر لی تو اس نے یزید کو
رنگ کے قبہ میں بٹھایا لوگ پہلے اس کے پاس سلام کے لیے آتے پھر وہاں سے
یزید کے قبہ میں پہنچتے اور اُسے ولی عہد کی حیثیت سے سلام کرتے انھیں لوگوں
میں ایک شخص آیا اس نے بھی یہی کیا پھر دوبارہ معاویہ کے پاس پلٹ کر پہنچا اور کہا
اگر آپ یزید کو اپنے بعد مسلمانوں کا امیر مقرر نہ کر جاتے تو مسلمانوں کے معاملات
تباہ کر دیتے۔ احنف بن قیس بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے جب احنف باہر نکلے تو دروازے
پر اُس شخص سے مڈبھیڑ ہو گئی اس نے احنف سے کہا اے ابو بحر مجھے اچھی طرح معلوم
ہے کہ یہ معاویہ بدترین خلق خدا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ان لوگوں نے مال و
کو مقفل کر رکھا ہے اور اسی قسم کی چکنی چپڑی باتیں کر کے اس مال کو حاصل کرنا
ممکن ہے (شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۴۷)

ایک طرف تو بنی امیہ کی اس قسم کی سیاسی بازیگری تھی دوسری طرف ان کی
شاطرانہ چالوں کا یہ عالم تھا کہ جس شخص کے متعلق بھی انھیں اندازہ ہوتا کہ اس
ہمارے امن و چین میں خلل پڑے گا یا ہماری من مانی کارروائیوں میں خلل انداز

کرے گا اس کو سامنے سے ہٹانے کی نت نئی ترکیبیں کرتے کبھی نرمی سے کام لیکر اور کبھی درشتی و خشونت سے بنی امیہ کی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں ایاس بن معاویہ ایک کمسن نوجوان شام پہنچا عبد الملک کا دور حکومت تھا وہاں کسی شخص سے نزاع ہو گئی اور اُس نے اپنے مخالف کو قاضی کے یہاں پیش کیا۔ قاضی نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کم سن ہوتے ہوئے بڑے بوڑھے سے جھگڑا کرتے ہو ایاس نے کہا حق و انصاف اس سے بھی بڑا ہے قاضی نے کہا چپ رہو۔ ایاس نے کہا میں چپ رہوں گا تو میرا مقدمہ کون پیش کرے گا۔ قاضی وہاں سے اٹھ کر عبد الملک کے پاس آیا اور ماجرا کہہ سنایا عبد الملک نے کہا اس کی حاجت پوری کر دو اور شام سے اُسے نکال باہر کر دو تا کہ دوسرے لوگوں کو خراب کرنے نہ پائے۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۱۳۳)

معاویہ ایک روز تقریر کر رہے تھے ایک شخص نے اٹھ کر کہہ دیا تم جھوٹے ہو۔ معاویہ غصہ میں بھر کر منبر سے اُترے اور گھر میں چلے گئے تھوڑی دیر میں اس حال میں پلٹے کہ ان کی ڈاڑھی سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے منبر پر گئے اور جا کر کہنے لگے۔ اے لوگو! غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے ہے جب تم میں سے کوئی غضبناک ہو اسے چاہیئے کہ اپنا غصہ پانی سے بجھائے۔

اس واقعہ میں معاویہ نے کمال ضبط نفس اور درگزر کا نمونہ پیش کیا جس طرح معترض نے انتہائی جی داری کی نظیر پیش کی تھی۔ اگر معاویہ اس شخص کو جھٹلانے پر قادر ہوتے تو یقیناً کم سے کم اس سے بحث کرکے قائل ہی کر تے یا زد و کوب کا حکم دیدیتے مگر انھوں نے یہ سب کچھ نہیں کیا اسی واقعہ سے یہ بھی

پتہ چلتا ہے کہ بات کو ٹالنے میں انھیں کتنی مہارت تھی اور کس چالاکی سے اُلجھے
ہوئے مسئلہ سے جان بچائی، منبر پر بجائے وہ کیا کہہ رہے تھے کہ کہنے والے نے ٹوکا
اور کہا کہ تم جھوٹے ہو مگر معاویہ نہ اُسے سزا دیتے ہیں نہ بحث مباحثہ کرکے اپنی بات
منواتے ہیں بلکہ گھر میں جا کر غسل کرکے آتے ہیں اور دوسری ہی بات چھیڑ دیتے ہیں
کہ تم میں سے جب کسی کو غصہ آجائے تو چونکہ غصہ شیطانی کام ہے اور شیطان آگ سے
بنا ہوا ہے لہٰذا غصہ کو پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔

اسی سلسلہ میں یہ لطیفہ بھی مزے کا ہے کہ یزید بن شجرہ راوی بیان کرتا ہے
کہ وہ معاویہ کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ اس سے باتیں کرتے جاتے تھے اتنے
میں کوئی پتھر لگا اور اس سے یزید کا چہرہ زخمی ہوگیا خون نکلنے لگا مگر وہ ہمہ تن گوش
ہو کر معاویہ کی باتیں سننے میں مشغول رہا معاویہ نے کہا بھلا ہو تمہارا یہ کیا آفت
تم پر نازل ہوگئی۔ یزید نے پوچھا کیسی آفت حضور؟

معاویہ۔ یہ تمہارے چہرے سے خون جو بہہ رہا ہے۔

یزید بن شجرہ۔ سرکار کی باتوں نے مجھے بالکل محو کر دیا تھا مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ کیا ہوا
حضور کے کہنے پر معلوم ہوا کہ میرا چہرہ زخمی ہوگیا ہے۔

معاویہ۔ تمہارا ہزار روپیہ وظیفہ جس نے مقرر کیا اس نے تم پر ظلم کیا۔

معاویہ نے معمولی وظیفہ بند کرکے ابنا مہاجرین اور صفین کے شہسواروں کا
خصوصی وظیفہ مقرر کر دیا اور اسی وقت اسے ۵ لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔
اور اس کی تنخواہ میں ایک ہزار درہم کا اضافہ کر دیا۔

(التاج فی اخلاق الملوک للجاحظ ص ۵۵ و ص ۵۶)

سمجھ میں نہیں آیا کہ ابن شجرہ کو مسلمانوں کے مال سے اتنی رقم کثیر پانے کا
کیا حق تھا۔ کیا اسلامی جہاد اشاعت دین ومذہب کے سلسلہ میں اس کا چہرہ
زخمی ہوا تھا یا خلیفہ کے ساتھ منافقانہ رویہ رکھنے کے بنا پر؟ اس سے زیادہ
ہولناک امر یہ ہے کہ معاویہ مسلمانوں کے مال سے ابن شجرہ کا وہ ظیفہ مقرر کرتے ہیں
جو صفین کے سپاہیوں کے لیے مخصوص تھا یعنی جنھوں نے حضرت امیر المومنین
علی ابن ابی طالب سے جنگ کی تھی اور اسلام کی پاکیزگی کو داغدار بنایا تھا
ہم نہیں کہہ سکتے کہ علیؑ سے لڑنے والے شامی شہسوار وبہادر تھے بھی یا
نہیں ہاں یقینی طور پر معلوم ہے کہ معاویہ اور انکا لشکر لیلۃ الہریر میں حضرت کے لشکر
سے اس طرح پسپا ہوا تھا جیسے تاریکی شب آفتاب عالمتاب کی کرنوں سے کافور
ہو جاتی ہے اور نتیجہ کار میں معاویہ نے مکر وفریب سے کام لیا جیسا کہ تاریخ کا ہر طالب علم
جانتا ہے۔

اسی قبیل کا وہ واقعہ ہے جسے جھشیاری نے اپنی کتاب الوزراء
والکتاب ص۵۹ پر نقل کیا ہے کہ جب یزید بن عبد الملک کا انتقال ہوا
اور خلافت ہشام تک پہنچی تو جس وقت یہ خبر آئی ہشام اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ
اپنی جاگیر پر تھا جب اس نے خط پڑھا تو سجدہ میں گر گیا اور اس کے اصحاب
بھی سجدہ میں چلے گئے سوا سعید کے اس نے سجدہ نہیں کیا ہشام نے اس سے
پوچھا کیوں تم نے کیوں نہیں سجدہ کیا سعید نے کہا میں کیوں سجدہ کروں کیا اس
بات پر کہ تم میرے ساتھ تھے اور پھر آسمان پر چڑھ گئے ہشام نے کہا لیکن اگر میں
تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر پرواز کروں۔ سعید نے کہا تب ٹھیک ہے۔

اسی کی نظیر مالک بن ہبیرہ کی وہ گفتگو ہے جو اس نے حصین بن نمیر سے کی تھی۔ جب معاویہ بن یزید نے خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی تو مالک نے حصین سے کہا آؤ ہم لوگ اس نوجوان خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کریں جس کا باپ (یزید) ہمارے گھر میں پیدا ہوا اور وہ ہم لوگوں کی بہن کا لڑکا ہے جانتے ہی ہو اس کے باپ کے نزدیک ہم لوگوں کی کیسی منزلت تھی اس نے ہم لوگوں کو پورے عرب کی گردن پر سوار کر رکھا تھا۔ (تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ)

ان دونوں مثالوں سے یہ حقیقت آئینہ ہو جاتی ہے کہ لوگوں کے نزدیک بنی امیہ کے عہد حکومت میں خلافت کا ایک مخصوص معیار تھا یعنی فقط ذاتی مصلحت "جس سے اپنا کام نکلے اور ذاتی فائدہ حاصل ہو" اسی ذاتی فائدہ کے سبب بنی امیہ کی حکومت قائم ہوئی اور یہی ذاتی فائدہ نتیجہ ہوا ان کی حکومت کا۔ بنی امیہ کو حکومت و خلافت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا مگر چونکہ ان کے عہد کے لوگوں کے کام نکلتے تھے اس لیے اموی حکومت تسلیم کرنے میں انھیں کوئی عذر نہ ہوا اور ان کی حکومت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص غرض کا بندہ بن گیا۔ غرض کہ یہی ذاتی فائدہ اموی حکومت کا بنیادی سبب بھی تھا اور نتیجہ بھی اس کی وضاحت اس واقعہ سے بخوبی ہوتی ہے کہ عبد الملک بن مروان نے اپنے گورنر عراق خالد بن عبداللہ بن اسید کو خفگی سے بھرا خط لکھا کہ تم نے روپے اتنے کیوں بھیجے؟ اس نے جواب میں لکھا آپ نے مجھے عراق کا گورنر مقرر کیا اور یہاں کے باشندے دو طرح کے ہیں ایک تو مطیع و فرمانبردار اور خیر خواہ دوسرے دشمن و کینہ جو اور آمادۂ پیکار جو لوگ مطیع و خیر خواہ تھے انھیں ہم نے خوب روپیہ دیا

کہ ان کی محبت اور بڑھے رہ گئے دشمن اور کینہ جو افراد، تو ہم نے انھیں بھی دے لالا کر
ان کے کینے سینوں سے نکال پھینکے اور آپ کی محبت آپ کی رعایا کے دلوں میں
بیش از بیش کر دی۔

ابن کلبی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن ہانی
سے جو بنی اود کا ایک معزز شخص تھا اور حجاج کے معرکوں میں شریک اور اس کے
اعوان و انصار میں سے تھا کہا خدا کی قسم میں نے تمھارے ساتھ پورا سلوک نہیں
کیا۔ حجاج نے اسی وقت اسماء بن خارجہ۔ سردار بنی فزارہ کے پاس پیام بھیجا کہ
اپنی دختر سے عبداللہ بن ہانی کی شادی کر دو۔ اسماء نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں
خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا حجاج اس کے زد و کوب پر تل گیا۔ اسماء نے جب یہ مصیبت
دیکھی تو کہا بہت اچھا میں ابھی بیاہے دیتا ہوں پھر حجاج نے سعید بن قیس ہمدانی
ہمدانی رئیس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنی بیٹی عبداللہ بن ہانی سے بیاہ دو اس نے
سختی سے انکار کیا۔ حجاج نے اس کے قتل کا تہیہ کر لیا۔ سعید نے کہا اتنی اجازت
دیجیے کہ گھر والوں سے رائے مشورہ کر لوں۔ گھر والوں نے مشورہ دیا کہ کرنا کیا ہے؟
بیاہ دو اور اپنی جان اس فاسق کے ہاتھوں میں نہ دو۔ چنانچہ دونوں جگہ ہانی
کی شادی ہو گئی۔ حجاج نے ہانی سے کہا میں نے فزارہ اور ہمدان کے سردار کی
بیٹیوں سے تمھیں بیاہ دیا۔ ورنہ تمھارا قبیلہ اود اس قابل نہ تھا۔ عبداللہ نے
کہا ایسا نہ کہیے کیونکہ ہمیں بھی ایسے فضائل حاصل ہیں کہ کسی دوسرے عرب کو نہیں
حجاج نے پوچھا وہ کیسے فضائل۔

عبداللہ۔ ہماری محفلوں میں کبھی بھی امیر المومنین عبدالملک کو سب و شتم

نہیں کیا گیا۔

حجاج۔ بخدا ضرور یہ فضیلت ہے۔

عبداللہ۔ امیرالمومنین معاویہ کی ہمراہی میں ہمارے قبیلہ کے ستر آد[ی]

جنگ صفین میں شریک تھے اور ابوتراب کے ساتھ ہمارے قبیلہ کا صرف ا[یک]

آدمی تھا اور قسم ہے خدا کی میں تو جانتا ہوں کہ وہ آدمی بہت بُرا ہی تھا۔

حجاج۔ بخدا یہ بھی فضیلت ہے۔

عبداللہ۔ ہماری کچھ عورتوں نے نذر کی تھی کہ اگر حسین بن علی قتل کر ڈالے گ[ئے]

تو ہر عورت دس اونٹ ذبح کرے گی۔

حجاج۔ یہ بھی بخدا فضیلت ہے۔

عبداللہ۔ ہمارے کسی آدمی سے جب بھی کہا گیا کہ ابوتراب پر سب وشتم کر[و]

لعنت کرو تو اُس نے فوراً تعمیل کی اور علیؑ کے ساتھ اُن کے فرزند حسنؑ و حسی[ن]

اور ان دونوں کی مادر گرامی فاطمہؑ پر بھی۔

حجاج۔ بخدا یہ بھی بڑی فضیلت ہے۔

عبداللہ۔ ہم میں جو صباحت و ملاحت ہے، وہ کسی عرب کو نصیب نہ ہو[ئی]

حجاج۔ ہنس پڑا اور کہنے لگا اے ابو ہانی اسے تو بس رہنے ہی دو۔

یہ عبداللہ بہت ہی کریہ المنظر چیچک رو بدصورت اور بہت ہی سخ[ت]

جنگجو تھا۔ (ابن ابی الحدید جلد ا ص ۳۵۷)

یہ تو لطف و مدارۃ اور نرمی سے کام لینے کی پولٹیکل چالیں تھیں ر[ہ]

تشدد کی پالیسی تو وہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب، حضرت سید الشہ[داء]

اور اُن کے اصحاب عمرو بن سعید اشدق، مصعب بن زبیر، عبد اللہ بن زبیر کے قتل، خانہ کعبہ پر سنگباری، مدینہ کی تین دن تک تاراجی، ایسے ہولناک اقدامات سے ظاہر ہے جنھیں ہم آگے چلکر ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

(۲)

خدا و رسول اور مسلمانوں پر تہمت اور صریحی کذب و افترا

بنی امیہ نے زر، دھمکی، دھونس اور داد و دہش کے ذریعہ ضمیر فروش مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی جماعت ایسی تیار کر لی جو جھوٹی من گڑھت حدیثیں پیغمبر کی طرف منسوب کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ ان ضمیر فروشوں نے بہت سے قصص و حکایات دل سے گڑھ کر پیش کیے اور سادہ لوح مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کامیاب کوششیں کیں۔ حالانکہ اسلام نے کذب و افترا کی جتنی شدید مذمت کی ہے اور سختی سے ممانعت کی ہے ہر مسلمان اس سے واقف ہے۔ کلام مجید کی بے شمار آیتیں ایسی ہیں جنکی ابتدا ہی اس عنوان سے ہوتی ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا خدا پر افترا کرنے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ من گڑھت حدیثوں کا پتہ چلا لینا کوئی دشوار نہیں تحقیق کے دلدادہ بغیر کسی دقت و دشواری کے جھوٹی اور بنائی ہوئی حدیثیں معلوم کر سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ کس زمانہ میں یہ حدیث گڑھی گئی اور کس غرض سے گڑھی گئی۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ من گڑھت حدیثیں خود اپنی غمازی کرتی ہیں اور قلعی کھول کر رکھ دیتی ہیں۔

مقصد عام ان من گڑھت احادیث و روایات کا تو بس بنی امیہ کا حق نمک ادا کرنا اور ان کی حکومت کی خدمت ہے اور خصوصی غرض یہ کہ اگر خود بنی امیہ میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے نزاع و اختلاف رونما ہو تو بعض کی بعض پر برتری دکھلائی جائے۔ بسا اوقات خود بنی امیہ ایسی حدیثیں اختراع کرتے کبھی ان کے ہواخواہ و حاشیہ نشین اور کبھی اُن کے تنخواہ دار علماء دین طبع آزمائی فرماتے ہم چند نمونے من گڑھت احادیث اور بے سر و پا قصص و حکایات کے بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے مختلف اسناد کے ذریعہ عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ انکم ستروں بعدی اثرۃ و امورا تنکرونہا قالوا فما تامرنا یارسول اللہ؟ قال ادوا الیہم حقہم وسلوا اللہ حقکم

تم عنقریب میرے بعد ترجیح بلا مرجح اور ناپسندیدہ امور دیکھو گے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ پھر ہمیں آپ کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا تم ان سلاطین کے حقوق کو ادا کرنا اور خود اپنے حقوق اللہ سے مانگنا۔

(صحیح بخاری جلد ۸ صـ۸۷)

نیز ابن عباس سے روایت کی ہے:۔

قال قال رسول اللہ من رای من امیرہ شیئا یکرھہ فلیصبر علیہ فانہ من فارق الجماعۃ شبرا فمات الا میتۃ

عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بادشاہ سے کسی ایسے امر کا مشاہدہ کرے جو اُسے ناگوار ہو تو اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص

جاهلية ۔
ایک بالشت بھی جماعت سے جدا ہوگا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔
(صحیح بخاری جلد ۴ ص)

بخاری نے باسناد مختلف علقمہ بن وائل حضرمی سے روایت کی ہے
سلمہ بن زید جعفی نے آنحضرت سے پوچھا:۔

یا نبی اللہ ارایت ان قامت
لینا امراء یسالوننا حقھم
یمنعوننا حقنا!! فما تری؟
اعرض عنہ ثم سالہ فاعرض
نہ ثم سالہ فی الثانیۃ
الثالثۃ فجذبہ الاشعث
قیس وقال رسول اللہ
معوا واطیعوا فان علیھم
حملوا وعلیکم ما حملتم۔
(بخاری جلد ۲ ص ۱۱۹)

یارسول اللہ اگر ہمارے اوپر ایسے لوگ
حاکم بن بیٹھیں جو اپنا حق تو ہم سے طلب کریں
اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟
آنحضرتؐ نے اُن سے مُنھ پھیر لیا سلمہ نے
دوبارہ عرض کی آنحضرتؐ نے پھر منھ پھیر لیا
پھر تیسری مرتبہ سلمہ نے عرض کی اس پر اشعث
بن قیس نے انھیں کھینچا اور آنحضرتؐ نے
فرمایا تم ان کی بات سنو اور مانو اُن کی ذمہ داریاں
ان کے سر ہیں اور تمھاری ذمہ داریاں
تمھارے سر

بخاری نے عرفہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو
شاد فرماتے سنا:۔

انہ ستکون ھنات
نات فمن اراد ان یفرق
ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ

عنقریب ناگفتہ بہ باتیں ظہور میں آئیں گی
اس وقت اگر کوئی شخص امت میں تفرقہ اندازی
کا ارادہ کرے اُسے تلوار سے مارو چاہے

بالسیف کائناً ما کان۔ کچھ بھی ہو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص۱۲۶)

انھیں بخاری نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما۔ جب دو خلیفوں کی بیعت ہو جائے آخر میں جس کی بیعت ہوئی ہے اُسے قتل کر

(صحیح بخاری ج ۲ ص۱۲۶)

اسی مضمون کی بے شمار حدیثیں ہیں سب کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان حکومت کے مطیع و فرمانبردار رہیں اور بادشاہ کتنا ہی ظالم کیوں نہ ہو حرف شکایت زبان پر نہ لائیں کہ اس طرح وہ فتنہ پردازی کے موجب اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے باعث ہوں گے۔ لب لباب ان تمام حدیثوں کا اس حدیث میں ہے

ستکون فتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم خیر من الماشی والماشی خیر من الساعی ومن وجد ملجأ او معاذاً فلیعذ بہ۔ عنقریب فتنے رونما ہوں گے ان فتنوں کے زمانہ میں بیٹھا ہوا انسان کھڑے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو شخص کوئی جائے پناہ پائے وہ اس پناہ میں چلا جائے۔

(مسند احمد جلد ۱ ص۲۸)

مذکورۂ بالا ان تمام حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا نے افتراق و اختلاف کے ڈر سے امت والوں کو تاکید کی کہ وہ اپنے حاکموں کے دامن

چاہے وہ حکام اپنے افعال میں دین سے باہر ہی کیوں نہ ہو گئے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیغمبرؐ کی مرضی یہ تھی کہ چاہے آپ کی رسالت ملیامیٹ ہو جائے مگر مسلمانوں کا اتحاد درہم برہم نہ ہو۔ اس صورت میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پیغمبرؐ کو اتحاد و اتفاق اتنا ہی پسند خاطر تھا اور اصول و فروع مذہب کی اتنی پروا نہ تھی تو پھر آپ نے مذہب اسلام کی دعوت دے کر مشرکین کے اتحاد ہی کو پارہ پارہ کیوں کیا مشرکین عرب مزے میں رہتے آرہے تھے اُن میں نہ افتراق تھا نہ اختلاف، سب ایک نقطہ پر متحد تھے یعنی کفر و شرک اور بت پرستی پھر آخر کیا ضرورت تھی کہ نیا مذہب پیش کر کے اُن میں تفرقہ ڈال دیا۔ اُن کے بتوں کو توڑا ان کے بُت پرستی کے معتقدات کچلے درآنحالیکہ یہی سب چیزیں عرب والوں کو جان سے بڑھ کر پیاری تھیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر پیغمبرؐ خدا کے یہ ارشادات تاریخی پہلو سے صحیح ہیں تو کیوں نہیں صحابۂ کرام نے وفات پیغمبرؐ کے وقت انھیں حدیثوں کو ثبوت میں پیش کیا۔ جبکہ آنحضرتؐ کی خلافت و جانشینی اور میراث کے متعلق صحابہ لڑ جھگڑ رہے تھے۔ نیز عہد ابی بکر میں مانعین زکوٰۃ کے متعلق جب صحابہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ مانعین زکوٰۃ کو مرتد قرار دینے یا نہ دینے میں اختلاف ہوا نیز اُس پر آشوب وقت میں جبکہ حضرت عثمان پر یورش تھی اور لوگ انھیں قتل کرنے کے درپے تھے۔ کیوں نہیں ان احادیث کو کسی نے پیش کیا کہ پیغمبرؐ ایسا فرما چکے ہیں ہم لوگوں کا صبر و سکوت ہی بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رسول اللہ کی بہت چہیتی بیوی تھیں پیغمبرؐ کی بے شمار

حدیثوں کی حافظ بھی تھیں طلحہ و زبیر بہت مقرب بارگاہ صحابی اور اُن جنتی لوگوں
میں سے تھے جنھیں پیغمبرؐ نے جنت کی بشارت دی۔ اُنھیں کیوں نہیں یہ حدیثیں
یاد آئیں اور کیوں یہ حضرات علیؑ کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ مذکورۂ بالا حدیثیں بہت سی آیات قرآن مجید اور پیغمبرؐ
کی صحیح حدیثوں کی مخالف و مغائر ہیں۔ پیغمبرؐ کی سیرت اور ذوق اسلامی سے
بھی دُور کا تعلق ان حدیثوں کو نہیں۔

سورۂ بقر کی آیت ہے :-

قاتلوا فی سبیل اللہ	خدا کی راہ میں جنگ کرو اور یہ جان لو
واعلموا ان اللہ سمیع علیم	کہ خداوند عالم بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

سورۂ مائدہ میں ہے :-

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم......	جو لوگ خدا کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی جزا یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔

سورۂ مجادلہ میں ہے :-

لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ	جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو خدا اور اس کے رسول کے

ورسوله ولو کانوا ابآءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔

دشمنوں سے دوستی کرتے نہ دیکھو گے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ کیوں نہ ہوں۔

سورۂ ممتحنہ میں ہے:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لاتتولوا قوماً غضب اللہ علیھم۔

اے ایمان لانے والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر خدا کا غضب نازل ہوا۔

یہ توچند آیات تھیں کلام مجید کی جو ان فرضی روایات کے قطعی مخالف ہیں اب صحیح حدیثیں بھی ملاحظہ فرمایئے جو ان فرضی حدیثوں کے قطعی مغائر ہیں۔

امام مسلم عبداللہ بن مسعود سے باسناد مختلف روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا" مجھ سے پہلے جتنے نبی مبعوث ہوئے ہر نبی کے لیے اسکی امت میں سے حواریین اور اصحاب ہوا کیے جو اُس نبی کی سنت پر چلتے اور اُس کے احکام کی پیروی کرتے پھر اُن حواریین واصحاب کے بعد ایسے لوگ اُن کے جانشین ہوئے جو کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ اور وہ افعال بجالاتے تھے جن کا حکم نہیں دیا گیا تھا جو شخص ایسے لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن۔

(صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۳۹ و ۳۹)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کو ارشاد فرماتے سنا جو شخص ایسے لوگوں سے ناپسندیدہ امور رونما ہوتے دیکھے اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے جو ہاتھ سے بدلنے پر قادر نہ ہو وہ زبان سے بدلے

اور جو زبان سے بھی بدلنے پر قادر نہ ہو وہ دل سے بدلے اور یہ کمتر درجہ ایمان کا
(فتوحات وھبیہ ص۲۹۱)

رہ گئے وہ قصص و حکایات جنھیں بنی امیہ اور اُن کے ہوا خواہوں نے اختر[اع]
کیا اور فروغ دیا اس کے بھی چند نمونے ہدیۂ ناظرین ہیں۔ سب سے پہلے ہم ...
کی ماں ہندہ کا قصہ بیان کرتے ہیں تاریخی حقیقت ہے کہ وہ زانیہ تھی اور معاو[یہ]
متعلق مشہور بھی ہے کہ وہ جناب عباس کے نطفہ سے تھے۔ ہندہ جب پیغمبرؐ [کی]
خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئی تو پیغمبرؐ نے شرائط اسلام اس کے سا[منے]
پیش کئے اور اُس نے زوردار طریقہ سے انھیں قبول کیا منجملہ اور باتوں کے
اس میں اور پیغمبرؐ میں ہوئیں یہ بھی ہے کہ پیغمبرؐ نے اس سے کہا تم میری بیع[ت]
کرو اس امر پر کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کروگی۔ ہندہ نے کہا ہم نے تو اپنی او[لاد]
کو بچپن میں کلیجہ سے لگا کر پالا وہ جب بڑے ہوئے تو آپ نے بدر میں انھیں
تہ تیغ کر دیا پیغمبرؐ نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہ کروگی۔ ہندہ نے کہا [کیا]
شریف عورت بھی زنا کرتی ہے اس پر جناب رسول اللہؐ نے جناب عباس [کو]
مڑ کر دیکھا اور مسکرا پڑے۔ (الفخری ص۷۶ و ۷۷)

یہ ہندہ پہلے فاکہ نامی شخص کی زوجیت میں تھی۔ جب زنا کی مرتکب ہوئی [تو]
فاکہ نے طلاق دیدی اور پھر اس سے ابوسفیان نے عقد کیا۔ اب چونکہ معا[ویہ]
خلیفۃ المسلمین تھے اس لیے ارکان سلطنت اور ہوا خواہان بنی امیہ کو ضرور[ت]
محسوس ہوئی کہ ہندہ کے دامن سے یہ بدنما داغ دھویا جائے چنانچہ زنا سے اس
بریت کے لیے ایک طولانی حکایت تصنیف کی گئی اور وہ یہ ہے کہ جن دنو[ں]

ہندؔ پر اس کے شوہر فاکہ نے بدکاری کا الزام لگایا اور اسی سبب سے اُس نے طلاق دیدی تو اس قصہ کا ہر طرف چرچا پھیل گیا اور کبھی ہندؔ پر حرف رکھنے لگے۔ انھیں دنوں عتبہ (معاویہ کا نانا) نے اپنی بیٹی ہندہ سے کہا اگر تو نے واقعاً منھ کالا کیا ہے تو میں مخفی طور پر ایک آدمی متعین کرتا ہوں جو فاکہ کو قتل کر ڈالے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ چرچا مٹ جائیگا۔ ہندہؔ نے قسم کھائی کہ میں کسی جرم کی مرتکب نہیں ہوئی ہوں اور فاکہ جھوٹا ہے۔ عتبہ نے فاکہ سے کہا تم نے میری بیٹی پر بہت بڑی تہمت دھری ہے لہٰذا کسی کاہن کے پاس چلو اور وہاں اس کا فیصلہ ہو فاکہ تیار ہو گیا اور بنی مخزوم کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ عتبہ بھی بنی عبد مناف کے کچھ لوگوں کے ساتھ آمادہ سفر ہوا ہندہ بھی اس کے ساتھ تھی کچھ دوسری عورتیں بھی تھیں جب یہ قافلہ کاہن کے شہر کے قریب پہنچا تو ہندہ کی حالت دگرگوں ہوگئی چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ باپ نے جب یہ رنگ دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہوا۔ ؟ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی بات ہے، جسے تم چھپا رہی ہو۔ پہلے ہی تم نے بتادیا ہوتا تو اس سفر کی ضرورت نہ پیش آتی۔ ہندہؔ نے کہا یہ میری حالت کی تبدیلی کسی اور سبب سے نہیں بات بس اتنی ہے کہ میں جانتی ہوں آپ آدمی کے پاس جا رہے ہیں اور آدمی ٹھیک بھی کرتا ہے اور غلط بھی! ڈرتی ہوں کہ وہ کوئی اناپ شناپ بات نہ کہہ دے جس کی وجہ سے مکہ کی عورتوں میں ذلیل ہو کر رہ جاؤں۔ عتبہ نے کہا میں اصل بات پوچھنے سے پہلے اس کاہن کا امتحان کیے لیتا ہوں۔ اگر کاہن امتحان میں پورا اترا تو تمھارا مقدمہ پیش کیا جائے گا ورنہ بات ہی ختم کر دی جائے گی۔ اس نے ایک گھوڑا منگایا اور قریب جا کر اس گھوڑے کے پیشاب کے سوراخ میں

گیہوں کا ایک دانہ رکھدیا۔ جب یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا تو اس نے بہت احترام واکرام سے انھیں اُتارا اور اُن کی ضیافت کے لیے اونٹ ذبح کیے عتبہ نے کہا:۔

"ہم لوگ تمھارے پاس ایک ضروری کام سے آئے ہیں۔ ہم نے ایک چیز ایک جگہ چھپا کر رکھی ہے پہلے تمھارا امتحان لینا چاہتے ہیں بتاؤ وہ کیا چیز ہے"

کاہن ایک پھل ہے۔ ثمرة فی کمرة۔

عتبہ کچھ اور وضاحت کرو۔

کاہن گیہوں کا دانہ ہے گھوڑے کے پیشاب کے سوراخ میں۔

عتبہ سچ کہتے ہو اب ذرا ان عورتوں کے معاملہ پر روشنی ڈالو۔

کاہن ایک ایک عورت کے پاس باری باری گیا اور سب کو اٹھاتا گیا یہاں تک کہ ہندہ کے پاس پہنچا۔ کاہن نے ہندہ کے کاندھے پر ہاتھ مارا اور کہا اٹھو تم بے شرم ہو نہ بدکار ہو تم ایک بادشاہ کو جنو گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کاہن کو پتہ چلا کیسے کہ گھوڑے کے پیشاب کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ ہے پھر ساری عورتوں کو چھوڑ کر خصوصیت کے ساتھ ہندہ کے پاس پہنچکر اس نے کیوں کہا کہ اٹھو تم بے شرم و بدکار نہیں اور تمھارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام معاویہ ہوگا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ کاہن کا یہ قصہ طبع زاد قصہ ہے جسے یاروں نے ہندہ کی پاکدامنی دکھانے اور اس کی بدکاری کے مشہور واقعہ کو جسے تمام مورخین نے ذکر کیا ہے غلط ثابت کرنے کے لیے گڑھا ہے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک اور من گڑھت کہانی معاویہ کے اسلام کے متعلق ہے جسے علامۂ ابن حجر عسقلانی نے واقدی سے نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ معاویہ فتح مکہ کے پہلے ہی یعنی غزوہ حدیبیہ کے سال مسلمان ہو گئے تھے مگر اسلام چھپائے رہے اور فتح مکہ کے سال ظاہر کیا۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۴۱۲ و ۴۱۳)

اسی قبیل کے وہ قصص وحکایات ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ معاویہ میں بچپنے ہی سے شاہی اور سیاست کے آثار نمایاں تھے۔ علامۂ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"بغوی نے محمد بن سلام جمحی کے واسطے سے روایت کی ہے انھوں نے ابان بن عثمان بن عفان سے کہ معاویہ کمسنی میں اپنی ماں ہندہ کے ساتھ مٹی میں تھے انھیں ٹھوکر لگی ماں نے کہا۔ اٹھ خدا تجھے بلند نہ کرے۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا ایسا کیوں کہتی ہو؟ خدا کی قسم مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ عنقریب اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ ہندہ نے کہا اگر اسے صرف اپنی قوم ہی کی سرداری کرنا ہے تو پھر خدا اسے بلند نہ کرے۔"

بدترین سپید جھوٹ معاویہ کی مدح وستائش میں وہ حدیث ہے جس کے راوی جناب ابوہریرہ ہیں یہ بزرگوار بیان کرتے ہیں میں نے پیغمبرؐ خدا کو ارشاد فرماتے سنا "خداوند عالم نے وحی کا بس تین شخصوں کو امین بنایا ایک میں دوسرے جبرئیل تیسرے معاویہ۔"

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد جلد ا ص ۲۰۹ و ۲۱۰ میں کسی کا قول نقل کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان اصحاب پیغمبرؐ کا پردہ ہے جو شخص اس پردہ کو کھولے گا وہ پردہ کے پیچھے کی چیزوں پر جسارت کرے گا خطیب بغدادی نے

یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ایک شخص کو معافی بن عمران سے پوچھتے سنا کہ عمر بن
عبدالعزیز اچھے تھے یا معاویہ۔ اس پر معافی انتہائی غضبناک ہوئے اور
کہا اصحاب رسول اللہ پر کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا معاویہ پیغمبر کے صحابی
پیغمبر کے سالے تھے اور آپ کے کاتب اور وحی خدا کے امین تھے۔ حضرت
رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے میرے اصحاب اور میرے نسبتی لوگوں کو میرے
لیے چھوڑ دو جو ان کو دشنام دے گا خدا اور ملائکہ اور لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔

جب معاویہ نے یہ تہیہ کر لیا کہ اپنے بعد کے لیے یزید کو امور سلطنت سونپ
جائے تو اس کے کارپردازوں نے یزید کے فسق و فجور کو غلط ثابت کرنے کے لیے
بہت سے قصص و حکایات تصنیف کیے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل
جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ پر لکھتے ہیں کہ محمد بن عبیداللہ بن عمرو عتبی بیان کرتا تھا۔
"ایک دن معاویہ گھر میں اپنی بیوی دختر قرظہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے
ان کی نظر یزید پر پڑی جس کے بالوں میں اس کی ماں شانہ کر رہی تھی۔ جب شانہ
کر چکی تو اس نے اس کی پیشانی چوم لی۔ دختر قرظہ (یزید کی سوتیلی ماں) نے کہا
"خدا تیری ماں کی دونوں پنڈلیوں پر لعنت کرے" معاویہ نے کہا خدا
کی قسم اس (مادر یزید) کے کولھوں نے جسے برآمد کیا ہے (یعنی یزید) وہ تمہارے
جنے سے کہیں بہتر ہے۔ معاویہ کا ایک فرزند دختر قرظہ کے بطن سے بھی تھا
عبداللہ نامی جو احمق تھا۔ دختر قرظہ نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں آپ خواہ مخواہ
اس عورت کے بیٹے کو میرے بیٹے پر ترجیح دیتے ہیں۔ معاویہ نے کہا دیکھو میں
ابھی اس کا ثبوت دیئے دیتا ہوں۔ اس نے عبداللہ کو بلوایا جب وہ پاس آ گیا

بیٹھ گیا تو معاویہ نے کہا بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تمھیں وہ کچھ عطا کروں جس کے تم اہل ہو جس چیز کا بھی سوال کرو گے میں تمھیں دوں گا۔ عبداللہ نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ آپ میرے لیے ایک موٹا تازہ کتّا اور ایک گدھا خرید دیجئے معاویہ نے کہا بیٹے تم خود گدھے ہو تمھارے لیے گدھا خریدنے کی کیا ضرورت ہے، چلو یہاں سے پھر یزید کو بلوایا اور اس سے بھی یہی بات کہی جو عبداللہ سے کہی تھی یزید سجدہ میں گر پڑا پھر اس نے سر اٹھانے کے بعد کہا خداوند عالم کا شکر جس نے امیرالمومنین کو اتنے دن زندہ رکھا اور اُسے یہ رائے دکھلائی۔ میری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے آتش جہنم سے رہائی دلوایئے کیونکہ اگر کوئی شخص تین دن کے لئے بھی امت اسلام کا والی ہو جائے تو خداوند عالم اسے آتش جہنم سے آزاد کر دیگا آپ اپنے بعد کیلئے مجھے نامزد کر دیجئے، مجھے حج کے لئے اجازت دیجئے اور حاجیوں کا افسر مقرر کر دیجئے اور شام کے ہر باشندہ کے وظیفہ میں دس دینار کا اضافہ کر دیجئے۔ معاویہ نے کہا میں نے یہ سب منظور کیا یہ کہہ کر اس کا منھ چوم لیا اور اپنی بیوی دختر قرظہ سے کہا اب بتاؤ کیسا دیکھا؟"

اس قصہ میں اس من گڑھت اور کذب صریح کے علاوہ کہ جو شخص تین دن کے لیے امت کا والی ہو جائے خداوند عالم اُسے آتش جہنم سے رہائی بخشے گا مزے کی بات یہ ہے کہ سارا مضمون یزید کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ سب اسلیئے کہ شام والے یزید کو محبوب رکھیں اور معاویہ کے مرنے کے بعد یزید کے متمکن تخت سلطنت ہونے پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ یزید نے باپ سے خواہش کی کہ شام کے ہر باشندہ کے وظیفہ میں دس دینار کا اضافہ کیا جائے دیگر مسلمانوں کے متعلق اس نے کوئی سفارش نہیں کی حالانکہ شام والے معاویہ کے ہاتھوں پہلے ہی کافی نوازے گئے تھے خصوصاً اس زمانہ میں جب

معاویہ حضرت امیر المومنین ؑ سے برسرِ پیکار تھا اور معاویہ نے شام والوں کے لیے خلافت کی تمنا میں خزانوں کا منہ کھول دیا تھا۔ دوسری چیز قابل توجہ اس مفروضہ قصہ میں یہ ہے کہ قصہ کا آخری جز ابتدائی حصہ کے مخالف و متضاد ہے۔ قصہ گڑھنے والے کو یاد نہ رہا کہ وہ یزید جو اپنے باپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا تھا اور باپ سے ولی عہد بنانے کی تمنا کی تھی وہ معاویہ کا بیٹا یزید تھا جس کی ماں اس کے بالوں میں شانہ کر رہی تھی اور زیادہ سے زیادہ اس کی عمر اُس وقت دو برس رہی ہو گی مطلب یہ ہے کہ قصہ گڑھنے والے کو یہ دھیان نہ رہا کہ یزید معاویہ کا بیٹا تھا۔ عیسیٰ ابن مریم نہیں تھا جنھوں نے گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا۔ اس بنا پر اس قصہ میں دو یزید نظر آتے ہیں ایک تو وہ یزید جو معاویہ کا بیٹا تھا اور جس کی ماں اس کے بالوں میں شانہ کر رہی تھی اور آگے چل کر فسق و فجور میں مشہور عالم ہوا اور دوسرا وہ جسے بنی امیہ کے کارپردازوں اور پروپاگنڈہ بازوں نے معاویہ کے مرنے سے تھوڑے ہی دن پہلے جنم دیا جبکہ معاویہ اُسے ولیعہد بنانے کی تدبیروں میں مشغول تھے۔

لطیفہ یہ کہ "یہ خیالی یزید" اپنے باپ کے مرنے کے بعد بھی کئی مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ جب جب ہوا خواہان بنی امیہ اس کے ظاہر ہونے میں اپنی سلطنت کا فائدہ دیکھتے ہیں اسے منظر عام پر لاتے ہیں۔ اس خیالی یزید کے متعلق بہت سی باتیں ادب و تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں اور اس کی ایک سیرت ملتی ہے جو اصلی یزید کی مشہور سیرت کے خلاف ہے اسی طرح اس خیالی یزید کے بہت سے خطبے بھی مذکور ہیں جو اصل خطبوں کے متضاد ہیں اور

دوسرا باب

اموی دورِ خلافت

بنی امیہ کی خلافت کا اصل زمانہ حضرت عثمان کی خلافت سے شروع ہوتا ہے کیونکہ حضرت عثمان بنی امیہ ہی کے چشم و چراغ تھے لہٰذا اموی حکومت نے جو برتاؤ شریعت اسلامیہ سے کیا اور جو سلوک اُن کا اپنے دور کے مسلمانوں سے رہا ضروری ہے کہ حضرت عثمان کے عہد سے ہم دیکھتے چلیں۔ بقول محمود عباسی صاحب کے اموی خلافت بڑی کامیاب اور اُمت کے لیے موجب فوز و فلاح رہی، تو کوئی وجہ نہیں اس کے اجر و ثواب سے حضرت عثمان محروم رہیں اور اسی طرح لائق تحسین نہ سمجھے جائیں جس طرح عباسی صاحب کی نظروں میں معاویہ اور یزید لائق تحسین تھے۔ افسوس کہ تفصیل کا موقع نہیں ہم جو کچھ لکھیں گے اختصار کے ساتھ لکھیں گے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

پہلی فصل

حضرت عثمان کا برتاؤ احکام الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ سے

بحالت سفر اتمام صلوٰۃ بخاری و مسلم نے بسلسلہ اسناد عبداللہ بن عمر سے روایت [illegible] جب حج کو تشریف لے جاتے تو مقام

منیٰ میں نماز قصر پڑھتے۔ پیغمبر کے بعد حضرت ابوبکر نے بھی قصر پڑھی۔ ابوبکر کے بعد حضرت عمر نے بھی قصر پڑھی حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تو قصر پڑھی لیکن بعد میں پوری پڑھنے لگے۔ عبداللہ بن عمر جب حضرت عثمان کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور اکیلے پڑھتے تو قصر کرتے۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۰ مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ موطا امام مالک جلد صفحہ ۲۸۲)

علامہ طبری وغیرہ نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان نے مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کیا مقام منیٰ میں پہونچ کر انھوں نے اپنے لیے خیمہ نصب کرایا۔ یہ سب سے پہلا خیمہ تھا جو حضرت عثمان نے منیٰ میں نصب کیا۔ آپ نے منیٰ اور مقام عرفہ میں نماز بھی پوری پڑھی ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت عثمان کے خلاف علی الاعلان پہلا اعتراض لوگوں کا یہی ہوا کہ اُنھوں نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں تو مقام منیٰ میں قصر نماز پڑھی لیکن چھٹے سال پوری پڑھی۔ اُنکے اس اقدام پر بکثرت صحابہ معترض ہوئے اور بعض لوگوں نے تو بحث بھی کی، یہاں تک کہ حضرت علی تشریف لائے آپ نے کہا کہ نہ تو کوئی نئی بات رونما ہوئی ہے نہ پہلے سے یہ بات کہی سُنی تھی آپ نے پیغمبر کو بھی دیکھا کہ انھوں نے سفر میں نماز قصر پڑھی پھر ان کے بعد ابوبکر نے بھی ایسا ہی کیا خود آپ اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں اسی پر عامل رہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اب یہ جدت کیوں کی ہے؟ عثمان نے کہا ایک رائے میرے ذہن میں آئی اور اب یہی مجھے مناسب معلوم ہوا۔۔۔

حضرت عثمان کی اس جدت طرازی کی شکایت عبدالرحمان بن عوف نے

بھی کی گئی کہ ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔ لوگوں نے پوچھا اپنے بھائی صاحب کے متعلق کیا فرماتے ہیں جنھوں نے لوگوں کو چار رکعت نماز پڑھائی ہے۔ عبدالرحمان نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز قصر کرکے پڑھی پھر روانہ ہوئے اور حضرت عثمان کے پاس پہونچ کر کہا۔

عبدالرحمان بن عوف کیا آپ نے اس مقام پر رسول اللہ کے ساتھ نماز قصر کرکے نہ پڑھی تھی ؟

حضرت عثمان ہاں پڑھی تھی۔

عبدالرحمان بن عوف کیا حضرت ابوبکر کیساتھ اس جگہ آپنے قصر نماز نہ پڑھی ؟

حضرت عثمان ہاں پڑھی تھی

عبدالرحمان بن عوف کیا عمر کیساتھ اس جگہ آپنے قصر نماز نہیں پڑھی تھی ؟

حضرت عثمان ہاں پڑھی تھی

عبدالرحمان بن عوف کیا اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں آپنے بھی قصر نماز نہیں پڑھی تھی ؟۔

حضرت عثمان ہاں پڑھی تھی مگر سنو بات یہ ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ سال گذشتہ بعض یمن سے آنے والے حاجیوں اور کچھ بدوی لوگوں نے کہا کہ نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں سفر میں بھی حضر میں بھی خلیفہ وقت حضرت عثمان دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ میں نے اس غلط فہمی کو دور کرنے اور نئے مسلمانوں کو بتانے کے لیے کہ نماز کی چار رکعتیں ہیں بجائے قصر کرنے کے پوری نماز پڑھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں مکہ میں اہل وعیال سمیت ہوں گویا یہاں بھی گھر والا ہوں اس لیے بھی میں نے قصر کے بجائے

اتمام کیا تیسرے یہ کہ مکہ میں میں نے شادی کر لی ہے میری یہاں سسرال ہے نیز طائف میں میری کچھ جائداد اور مال و اسباب ہے اس لیے میں نے قیام کی نیت کر لی تاکہ حج سے فارغ ہو کر اس کی بھی دیکھ بھال کر لوں۔

عبدالرحمان بن عوف۔ ان تینوں میں سے کوئی عذر بھی آپ کا صحیح نہیں اور آپ کسی طرح بھی نماز پوری پڑھنے میں حق بجانب نہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ منیٰ میں میں گھر والا بن گیا ہوں تو یہ عذر کوئی عذر نہیں۔ آپ کی وہ بیوی جو مدینہ کی ہے جب آپ باہر جاتے ہیں تو ساتھ لے جاتے ہیں اور آتے ہیں تو ساتھ لاتے ہیں جہاں آپ رہیں گے وہاں وہ بھی رہے گی لہذا منیٰ میں بیوی ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ یہاں گھر والے کیسے ہو گئے۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ میری کچھ جائداد طائف میں ہے تو اس سے کیا۔ آپ کے اور طائف کے درمیان تین شب کی مسافت ہے آپ طائف کے باشندے بھی نہیں۔

یہ عذر کہ بعض یمنی حاجیوں اور کچھ بدوی لوگوں نے سال گذشتہ چرچا کیا تھا کہ نماز کی دو ہی رکعتیں ہیں حضرت عثمان خلیفۂ وقت خود دو رکعتیں پڑھتے ہیں اس لیے آپ نے ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے قصر کی جگہ اتمام کیا یہ بھی مہمل ہے اس لیے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے زمانہ میں جبکہ اسلام تازہ تازہ تھا مسلمان بھی کم تھے آپ نے نماز قصر ہی پڑھی اور لوگوں کی غلط فہمی کا اندیشہ آپ کو نہ ہوا حضرت ابوبکر نے بھی اپنے زمانہ میں نماز قصر پڑھی انھیں بھی لوگوں کی غلط فہمی کا اندیشہ نہ ہوا۔ حضرت عمر نے بھی نماز قصر پڑھی انھیں بھی لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہوا۔

حضرت عثمان میری تو یہی رائے ہے اور اب میں اسی کو مناسب سمجھتا ہوں

(تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۳۶ تاریخ کامل جلد ۳ صہ ۴۶ تاریخ ابن کثیر دمشقی جلد ۷ صہ ۱۵۱ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صہ ۳۸۶ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صہ ۳۹)

اذان میں اضافہ

امام بخاری وغیرہ نے بسلسلہ اسناد وسائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ پیغمبر کے زمانہ میں حضرت ابوبکر کے زمانہ میں حضرت عمر کے زمانہ میں جمعہ کے دن اذان کی صورت یہ تھی کہ جب امام منبر پر روانہ ہوتے تو اذان دی جاتی اور جب نماز شروع ہونے لگتی تو اس کے پہلے اقامہ کہی جاتی حضرت عثمان کا جب دور آیا اور مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو آپ نے اقامۃ کے بعد پھر دوسری اذان ایک بلند مقام پر دلوانی شروع کی جو آج تک دی جاتی ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ صہ ۹۵ و ۹۶ جامع ترمذی جلد ۱ صہ ۶۸ سنن ابی داؤد جلد ۱ صہ ۱۷۱ سنن ابن ماجہ جلد ۱ صہ ۳۴۸ سنن نسائی جلد ۲ صہ ۱ کتاب الام امام شافعی جلد ۱ صہ ۱۷۳ سنن بیہقی جلد ۱ صہ ۴۲۹ جلد ۳ صہ ۱۹۲ و ۲۰۵ تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۶۸ تاریخ کامل جلد ۳ صہ ۴۸ فیض الالہ المالک للبقاعی جلد ۱ صہ ۱۹۳)

نماز عیدین میں تغیر

نماز عیدین کے متعلق حکم یہ ہے کہ پہلے نماز ادا کی جائے اور اس کے بعد خطبہ اسی پر ہمیشہ پیغمبر کا عمل رہا اور حضرات شیخین ابوبکر و عمر کا بھی چنانچہ بکثرت حدیثیں اسکے متعلق صحاح ومسانید میں مروی ہیں مثلاً ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو دیکھا کہ آپ نے بروز عید الفطر یا عید الاضحیٰ پہلے نماز ادا کی بعد میں خطبہ ارشاد

فرمایا (صحیح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۶ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ
۱۶۵ سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۵ سنن نسائی جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ سنن بیہقی جلد
ابن عمر کا بیان ہے کہ پیغمبر خدا اپنے عہد میں، ابوبکر اپنے عہد میں اور عمر اپنے
عہد میں پہلے عید کی نماز پڑھتے پھر خطبہ پڑھتے۔
(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۶ موطا جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ مسند جلد
سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۸ سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۹۶ سنن ترمذی جلد ۱ صفحہ
سنن نسائی جلد ۳ صفحہ ۱۸۳)۔ حضرت عثمان کا بھی ابتدائے زمانہ خلافت میں
طریقہ رہا لیکن کچھ دنوں کے بعد نہ جانے کیوں آپ نے سنت نبوی میں
تبدیل ضروری سمجھا اور خطبہ نماز کے پہلے پڑھنے لگے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی
وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ اول من خطب قبل الصلوة عثمان صلی بالناس ثم خطب
حسن بصری کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان نے نماز عید کے
خطبہ پڑھنے کی ایجاد کی۔ ابتداً انھوں نے دستور ہی کے مطابق پہلے نماز
اس کے بعد خطبہ پڑھا لیکن بعض لوگوں کو نماز نہ ملتی تھی اس وجہ سے آپ
پہلے خطبہ اس کے بعد نماز پڑھنے لگے۔
(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۶۱ نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۳۶۲ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ

دوسری فصل

حدود کا تعطل

عبیداللہ بن عمر سے درگذر

ہرمزان۔ اہواز کا ایرانی گورنر تھا حضرت عمر کے عہد میں جب اہواز فتح ہوا تو یہ اسیر ہو کر مدینہ آیا اور جناب عباس عم پیغمبر کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضرت عمر نے بیت المال سے دو ہزار سالانہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

امام بیہقی عبیداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر زخمی کیے گئے تو عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے اس واقعہ کی خبر حضرت عمر کو دی انھوں نے اپنے فرزند عبیداللہ سے پوچھا کہ تم نے ہرمزان کو کیوں مار ڈالا وہ بولے اس لیے کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے انھوں نے پوچھا تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا۔ عبیداللہ نے کہا کہ میں نے ہرمزان کو ابولولو کے ساتھ تخلیہ میں دیکھا تھا اسی نے ابولولو کو مجبور کیا کہ آپ کو ہلاک کرے حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا کہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مرنے کے بعد تم لوگ تحقیق کرنا اور عبیداللہ سے ثبوت طلب کرنا اگر وہ اس امر پر ثبوت پیش کرے تو ہرمزان کا قتل میرے خون کے بدلے ہو جائے گا اور اگر عبیداللہ ہرمزان کے مجرم ہونے کا ثبوت فراہم نہ کر سکے تو ہرمزان کا قصاص اس سے لینا۔

جب حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کی کہ عبیداللہ کے متعلق حضرت عثمان

وصیت پوری کیجئے حضرت عثمان نے پوچھا ہرمزان کا وارث کون ہے؟ لوگوں نے کہا بہ حیثیت خلیفہ وقت ہونے کے آپ ہی وارث ہیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا تو میں نے عبید اللہ کو معاف کیا (سنن کبریٰ جلد ۸ ص ۶۱ علامہ طبری نے)

علامہ یعقوبی لکھتے ہیں "ہرمزان کے بے گناہ قتل کئے جانے اور حضرت عثمان کے عبید اللہ بن عمر سے قصاص نہ لینے پر لوگوں میں بہت زیادہ چہ میگوئیاں ہونے لگیں اس وجہ سے حضرت عثمان نے منبر پر جا کر تقریر فرمائی اور سلسلہ تقریر میں کہا کہ لوگو! میں ہرمزان کے خون کا مالک ہوں۔ میں نے اسے خدا اور حضرت عمر کے لیے ہبہ کیا۔ اس پر جناب مقداد بن عمرو صحابی پیغمبر کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہرمزان خدا اور رسول کا غلام تھا آپ کو یہ اختیار نہیں کہ اللہ و رسول کی چیز کسی کو بخش دیجئے۔ حضرت عثمان نے کہا اچھا ہم بھی سوچیں گے تم لوگ بھی سوچو۔ پھر حضرت عثمان نے عبید اللہ کو مدینہ سے کوفہ بھیج دیا اور اسے ایک مکان دلوا دیا چنانچہ وہ جگہ کوفہ ابن عمر کے نام سے مشہور ہو گئی تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۱)

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ "جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو وہ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور عبید اللہ بن عمر کو طلب کیا عبید اللہ اس وقت سعد بن ابی وقاص کے گھر میں مقید تھے جب عبید اللہ نے جفینہ ہرمزان اور ابو لولو کی کمسن بچی کو قتل کر ڈالا اور کہنے لگے کہ میرے باپ کی ہلاکت میں جتنے لوگ شریک تھے میں سبھی کو قتل کر کے رہوں گا (یہ اشارہ ان کا بعض مہاجرین و انصار کی طرف تھا) تو سعد ہی نے بڑھ کر

عبید اللہ کے ہاتھ سے تلوار چھینی اور سر کے بال پکڑ کر زمین پر دے پٹکا اور اپنے گھر لے جا کر کمرے میں بند کر دیا یہاں تک کہ حضرت عثمان نے انھیں طلب کیا اور مہاجرین و انصار کے مجمع سے کہا کہ اس شخص عبید اللہ کے متعلق مجھے مشورہ دو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا ابھی کل حضرت عمر مارے گئے ہیں آج اُن کا فرزند مارا جائے۔ عمرو عاص نے کہا حضور خدا نے آپ کو اس سے بے تعلق رکھا ہے یہ واقعہ آپ کے با اختیار ہونے یعنی خلیفہ مقرر ہونے کے پہلے کا ہے (لہذا آپ کو اس معاملہ میں ہاتھ نہ ڈالنا چاہیئے) حضرت عثمان نے کہا میں تمام مسلمانوں کا مختار ہوں میں ہرمزان کا خون بہا دے دیتا ہوں اور اسے اپنے مال سے ادا کئے دیتا ہوں۔ (تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۴۱) یہ چند مورخین و محدثین کی عبارتوں کا اقتباس تھا جو ثبوت ہے کہ ہرمزان، جفینہ اور ابو لولو کی کمسن بچی کا خون یونہی رائگاں گیا حضرت عثمان نے اپنے پیشرو حضرت عمر کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے تین خون ناحق ضائع جانے دیئے اور باوجود مسلمانوں کے شدید احتجاج اور مطالبہ قصاص کے عبید اللہ کو بقول شاعر ع تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر۔ بے داغ چھوڑ دیا باوجودیکہ صحابہ کی اکثریت متقاضی تھی کہ عبید اللہ سے ضرور قصاص لیا جائے لیکن حضرت عثمان نے تمام بزرگان صحابہ کے مشورے کو ٹھکرا کر عمرو عاص کے اس مشورہ کو ترجیح دی کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ با اختیار نہ تھے یعنی خلافت کے منصب پر فائز نہ تھے حالانکہ خود حضرت عمر نے مرنے سے پہلے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ معاملہ کی تفتیش کی جائے

اگر علبید اللہ ہرمزان کے شریک جرم ہونے پر ثبوت نہ پیش کر سکے تو اس سے
قصاص لیا جائے لہذا اگر عمرو عاص کی رائے بفرض محال صحیح تسلیم بھی کر لی جائے
تو وقوع واقعہ کے وقت جو مسلمانوں کا حاکم تھا یعنی حضرت عمر اُن کے حکم کی
تعمیل کیوں نہ کی گئی؟ انھوں نے تو جیتے جی قصاص لینے کا حکم دے دیا تھا۔

مزید برآں علبید اللہ نے صرف ہرمزان کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ جفینہ اور
ابولولو کی کمسن بچی کو بھی مار ڈالا تھا اگر ہرمزان مجرم تھا تو جفینہ اور ابولولو کی کمسن
بچی تو بے قصور تھی، ان دونوں کا خون کیوں رائیگاں کیا گیا؟ ایک تو یہی بات
سمجھ میں نہیں آتی کہ خلیفہ اس وقت مواخذہ کر سکتا ہے جب جرائم اس کی
خلافت کے زمانہ میں ہوں۔ اگر عمرو عاص کی یہ بات صحیح تھی تو حضرت عثمان نے
علبید اللہ کو معاف کیوں کیا؟ یہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ واقعہ میری خلافت سے
پہلے کا ہے لہذا میں ان سے قصاص نہیں لے سکتا۔ اگر یہ بھی فرض کر لیا
جائے کہ مقتول کا وارث نہ ہونے کی صورت میں خلیفۂ وقت بحیثیت ولی امر
کے مختار ہے چاہے قاتل سے قصاص لے یا معاف کر دے تو پھر بھی سوال ہوتا ہے
کہ خلیفہ کو یہ اختیار کب ہے کہ اس سے پہلے کا خلیفہ جو حکم جاری کر چکا ہو اسے
منسوخ کر دے۔ حضرت عمر نے تو قصاص لینے کا حکم صادر کر دیا تھا حضرت عثمان
اس حکم کو منسوخ کس قاعدہ سے کرنے کے حقدار تھے۔

مصر کے مشہور فلسفی مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:۔

حضرت عثمان کو سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی قبل اس کے کہ اُن کی
خلافت کا پہلا دن تمام ہو وہ علبید اللہ بن عمر کا واقعہ تھا جنھوں نے ہرمزان،

جفینہ اور دختر ابولولو کو قتل کر ڈالا تھا یہ واقعہ ایسا ہولناک تھا جس کی وجہ سے
مسلمانوں کو بڑے سخت امتحان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابولولو ہی نے حضرت عمر کو
قتل کیا تھا۔ اس نے دو دھارے خنجر سے حضرت عمر پر وار کیا جبکہ وہ نماز کے لیے
آگے بڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے ہجوم کر کے ابولولو کو گرفتار کر لیا لیکن قبل اس کے کہ
اس سے کچھ بازپرس کی جائے اس نے وہی خنجر اپنے کو مار لیا۔ کسی نے کہا کہ
میں نے ابولولو اور ہرمزان کو (جو مسلمان ہو چکا تھا) اور جفینہ کو جو نصرانی تھا دیکھا کہ
باہم سر جوڑے کچھ باتیں کر رہے ہیں جب میں اُن کی طرف بڑھا تو وہ سب اُٹھ
کھڑے ہوئے اور اُن کے درمیان ایک خنجر گر پڑا۔ جب حضرت عمر مر گئے تو عبیداللہ
بن عمر ننگی تلوار لیکر جھپٹے ہرمزان کے پاس آئے اسے قتل کر دیا۔ راویوں کا بیان
ہے کہ جب ہرمزان نے تلوار کی ضربت محسوس کی تو اس کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ
جاری ہوا پھر عبیداللہ جفینہ کے پاس آئے اور اسے بھی مار ڈالا راویوں کا کہنا
ہے کہ اس نے جب موت محسوس کی تو اس نے اپنی پیشانی پر صلیب بنائی
پھر عبیداللہ ابولولو کے گھر میں گھسے اور اس کی کمسن بچی کو مار ڈالا۔ یہ خبر صہیب کو
ملی جو حضرت عمر کے حکم کی بنا پر خلافت کا مسئلہ طے ہونے تک امامت کے
فرائض انجام دے رہے تھے۔ انھوں نے کچھ مسلمانوں کو بھیجا کہ جا کر عبیداللہ کی
روک تھام کریں۔ سعد بن ابی وقاص کو بھی خبر ملی اُنھوں نے اُن سے مقابلہ اور
دوادوش ہیچ کر کے ان سے تلوار چھین لی پھر عبیداللہ قید کر دیئے گئے اس وقت تک
کے لئے کہ خلافت کا مسئلہ طے ہو اور خلیفہ وقت اپنا فیصلہ صادر کریں حضرت عثمان
کی بیعت ابھی پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اُنھوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے

مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ عبید اللہ بن عمر کے متعلق کیا کیا جائے جنھوں نے بغیر کسی دلیل و ثبوت کے اپنے باپ کا انتقام لیا تھا۔ اور ایک مسلمان اور دو ذمی کافروں کو ناحق قتل کر دیا تھا درانحالیکہ خلیفۂ وقت نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ اہلِ بصیرۃ و فقہ نے جن میں حضرت علی بھی ایک تھے مشورہ دیا کہ قصاص لیا جائے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ عبید اللہ بن عمر نے حدود خداوندی سے تجاوز کیا ہے۔ اور بہت سے مسلمانوں نے کہا کہ کل ہی حضرت عمر مارے گئے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آج اُن کے صاحبزادے قتل کیے جائیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عمرو عاص نے عثمان سے کہا کہ یہ واقعہ آپ کے خلافت سے پہلے کا ہے آپ اس کے ذمہ دار نہیں۔

حضرت عثمان نے اس مقدمہ میں کیا فیصلہ دیا اس کے متعلق راویوں میں اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے عبید اللہ کو ہرمزان کے لڑکے کے حوالے کیا کہ تم قصاص لے لو اور اکثر مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عثمان نے کہا میں ہرمزان کا بھی ولی ہوں اور ان لوگوں کا بھی جنھیں عبید اللہ نے قتل کیا تھا عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں اور اپنے پاس سے ہرمزان کی دیت بیت المال میں جمع کیے دیتا ہوں۔ حضرت عثمان کی سیرت اسی کی متقاضی تھی۔ بھلا اپنی خلافت کا آغاز وہ قریش کے ایک نوجوان اور حضرت عمر کے ایک فرزند کو قتل کر کے کیسے کر سکتے تھے پھر انھیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہ ایک مسلمان اور دو ذمی کافروں کا خون یوں ہی رائیگاں جانے دیں اسی لیے انھوں نے عافیت کا پہلو تلاش کیا اپنے مال خاص سے دیت ادا کر کے عبید اللہ کی

جان بچالی۔ حضرت عثمان کا ایسا فیصلہ بڑی اچھی سیاست تھی بشرطیکہ اس مقدمہ کو خالص سیاسی حیثیت سے دیکھا جائے۔ اس بنا پر جن مسلمانوں نے کہا تھا کہ کل عمر مارے گئے اور آج اُن کے بیٹے قتل کیے جائیں نامناسب تھا اگر حضرت عثمان قصاص کے طور پر عبیداللہ بن عمر کو قتل کرا دیتے تو حضرت عمر کے گھرانے کو خصوصیت کے ساتھ اور بنی عدی (حضرت عمر کے قبیلہ) کو عمومی طور پر ناراض رکھتے ہوئے قریش سب کے سب اور قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کے بھی بہت سے لوگ اُن سے ناراض ہو جاتے اور اگر خالی معاف کر کے رہ جاتے اور اپنے پاس سے مقتولین کی دیت نہ دیتے تو پھر ایسا دروازہ کھول دیتے جس کا بند کرنا دشوار ہوتا۔ لیکن یہ معاملہ محض سیاسی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ سب سے پہلے یہ معاملہ دینی معاملہ ہے پھر اس کے بعد کچھ اور۔ یہ ٹھیک ہے کہ امام کو معاف کرنے کا حق ہے مگر اسی وقت جب اس کی معافی سے دین و مذہب کے اصول معطل نہ ہوتے ہوں یہیں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بہت سے مسلمان جو دینی معاملات میں ذرا سخت تھے حضرت عثمان کے اس فیصلہ پر راضی نہ ہوئے انصار کے کچھ لوگ عبیداللہ بن عمر کو اکثر چھیڑا کرتے اور ہرمزان کا قصاص لینے کی دھمکیاں دیتے۔ زیاد بن لبید بیاضی کا جب عبیداللہ سے سامنا ہوتا وہ چند اشعار پڑھا کرتے جن کا مطلب یہ ہے کہ

"عبیداللہ تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ نہ کہیں تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ تم نے بالکل ہی ناجائز اور ناحق ایک خون کیا ہے ہرمزان کا قتل بڑا ہولناک ہے

اس غریب کا کوئی قصور نہ تھا سوا اس کے کہ تم لوگ قتل عمرؓ میں شرکت کی جھوٹی تہمت اسے لگاتے ہو۔"

جب بہت زیادتی ہوگئی تو عبید اللہ نے حضرت عثمان سے شکایت کی حضرت عثمان نے زیاد کو بلا کر منع کیا مگر زیاد باز نہیں آیا بلکہ اس نے حضرت عثمان کے متعلق بھی کچھ اشعار کہہ ڈالے جس پر حضرت عثمان بہت غضبناک ہوئے اور سختی سے پیش آئے جس کی وجہ سے زیاد نے زبان روک لی۔ لیکن پھر بھی بہت سے مسلمان حضرت عثمان کے اس فیصلہ پر راضی نہ ہوئے کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بھی انھیں میں تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کے زمانہ خلافت میں عبید اللہ آپ کے ہاتھ لگ جاتا تو آپ اس سے ضرور قصاص لے کر رہتے لیکن عبید اللہ بھاگ نکلا معاویہ کے پاس چلا گیا اور انھیں کی طرف سے جنگ صفین میں شریک ہو کر علی سے لڑا اور مارا گیا۔

ان مسلمانوں کی ناراضی کا پہلا سبب تو اصربھی احکام قرآنی کی مراعات اور پابندی تھی دوسرا سبب یہ کہ انھیں ہرگز منظور نہ تھا کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو محض اس بنا پر معاف کر دیا جائے کہ وہ خلیفہ کے صاحبزادے ہیں اور انھوں نے ایک عجمی مسلمان کو مارا جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا اور دوسرے ذمی کافروں کو قتل کیا۔ یہ معافی تو بتاتی ہے کہ مسلمان مسلمان برابر نہیں بلکہ اُن کے درجات و مراتب ہیں۔ عربی مسلمان (یعنی عبید اللہ) فضیلت اور امتیازی درجہ رکھتے ہیں اور عجمی مسلمان (یعنی ہرمزان) اُن سے پست و ذلیل ہے۔ حالانکہ خداوند عالم نے مسلمانوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی

خدا نے ہر ایک کو برابر کے حقوق دیے ہیں ہر مسلمان کی جان و مال و آبرو قابل احترام ہے چاہے وہ کسی قوم و قبیلہ اور کسی رنگ و نسل کے ہوں نیز اِس معافی کا مطلب یہ بھی ہے کہ ذمی کافروں کی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں حالانکہ دین نے انھیں بھی محترم قرار دیا ہے اور اُن کے حقوق بھی قرار دیے ہیں اگر ایسا ہی وطیرہ اختیار کر لیا جائے اور خلفاء اور دیگر کبار صحابہ مہاجرین و انصار کے لڑکوں کے لیے چھوٹ دی جاتی کہ وہ اپنا انتقام خود لے لیا کریں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی من مانی کرتے جو جی چاہتا کر بیٹھتے خلیفہ وقت کے سامنے اپنا مقدمہ پیش ہی نہ کرتے اور نہ کوئی ثبوت کوئی گواہ پیش کرتے اس صورت میں حکومت کا نظم و نسق ہی درہم و برہم ہو جاتا عدل وانصاف کا دنیا میں نام باقی نہ رہتا ہر شخص مالک و مختار ہوتا اور شعائر دین تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے۔

ہم پھر اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت عثمان مسلمانوں کے امور کے مالک تھے اور اس حیثیت سے انھیں یہ حق تھا کہ وہ عبید اللہ کو معاف کر دیں ہم اس سے بڑھ کر کہتے ہیں کہ انھوں نے معاف کر کے حدود الٰہی کو بھی معطل نہیں کیا اور ہرمزان کے خون کو بھی رائیگاں جانے نہ دیا لیکن اس قسم کا عفو و درگذر یقیناً ایسے مسلمانوں کو جو دین کے معاملات میں سخت تھے شک و شبہہ میں ڈالنے والا تھا کیونکہ انھوں نے عبید اللہ بن عمر سے کسی قسم کی بازپرس نہ کی نہ کوئی سزا دی بلکہ تاوان خود برداشت کیا اور اپنے مال سے مقتول کی دیت دیدی اگر وہ

معاف کر کے عبید اللہ کی جان بچا لیتے مگر اُن پر اور اُن کے گھر والوں پر دیت
کا بار ڈالتے تو یقیناً کہا جا سکتا تھا کہ انھوں نے حد قائم کی اور کوئی شخص ان کے
فیصلہ کو ناپسند نہ کرتا۔ اگر انھوں نے حضرت عمرؓ کے گھر والوں سے حُسن سلوک
کرتے ہوئے اپنے مال سے دیت ادا کر دی تھی تو چاہیے تھا کہ بطور تادیب
تعزیر عبید اللہ بن عمرؓ کو قید میں رکھتے تاکہ وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور
ندامت سے توبہ کریں کہ ہم نے ناحق خون ریزی کی اور بے گناہ شخص کو مار ڈالا
جاہلیت کے دستور کے مطابق محض جوشِ انتقام میں جو کچھ کرنا تھا کر گئے
اور خلیفۂ وقت سے اجازت نہ لی۔ اگر عثمان نے ایسا کیا ہوتا تو یقیناً اس تنگی
سے نکلنے کی انھیں گنجایش ہوتی اور وہ عبید اللہ بن عمر جیسے نوجوانانِ قریش کو
جتا دیتے کہ مسلمانوں اور ذمّی کافروں کا خون خدا و ندِ عالم کے نزدیک اور حکمراں
کے نزدیک اتنا گراں قدر ہے کہ ناحق نہیں بہایا جا سکتا حضرت عثمان نے صرف یہی
نہیں کیا کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو قطعی معاف کر دیا نہ کوئی بڑی سزا دی اور نہ
چھوٹی بلکہ انھیں کھلے بندوں چھوٹ دیدی کہ پورے اطمینان اور دلجمعی کے
ساتھ زندگی کے مزے لوٹتے رہو نہ تمھیں کسی قسم کا خوف ہونا چاہیے
نہ کسی بات کا اندیشہ" (الفتنۃ الکبریٰ جلد اول حالات عثمان صفحہ ۶۵ تا ۶۷)

ولید بن عقبہ کی شرابخواری

حضرت عثمان نے بیعت کے تیسرے
دن مغیرۃ بن شعبہ کو حکومت کوفہ
سے معزول کر کے حسب وصیت حضرت عمرؓ سعد بن ابی وقاص کو حاکم کوفہ
مقرر کیا۔ سعد نے بیت المال سے کچھ روپیہ قرض لیا اور ادا کرنے میں تساہل

تی۔ عبداللہ بن مسعود بیت المال کے خزانچی نے ادائیگی کا تقاضا کیا اور
دونوں میں نوبت نزاع و تکرار کی آگئی۔ جب اس معاملہ کی خبر حضرت عثمان
کو ملی تو آپ نے سعد کو معزول کر کے اپنے چھوٹے بھائی ولید بن عقبہ ابن
ابی معیط کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ عبداللہ بن مسعود بدستور خزانچی کے عہدہ پر
برقرار ہے مگر کچھ دنوں کے بعد عبداللہ بن مسعود کو بھی معزول کر کے بیت المال
بھی ولید ہی کی تحویل میں دیدیا۔ یہ ولید پانچ سال تک کوفہ کی گورنری پر
فائز رہا۔ حضرت عثمان کا مادری بھائی دوسرے باپ سے تھا فتح مکہ کے
دن مسلمان ہوا مگر شراب نوشی کی عادت جا نہ سکی تھی اہل کوفہ کو سخت ناگوار
گذرا کہ سعد بن ابی وقاص جو صحابی پیغمبر تھے اور عشرہ مبشرہ میں داخل تھے انھیں
معزول کر دیا گیا اور ان کی جگہ فاسق و فاجر کا تقرر کیا گیا منجملہ اور امور کے یہ
واقعہ بھی حضرت عثمان پر نکتہ چینی کا باعث ہوا (تاریخ اسلام)

علامہ بلاذری نے محمد بن سعد کے واسطے سے بہ سلسلہ اسناد ابو اسحاق
ہمدانی سے روایت کی ہے ابو اسحاق کہتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے شراب
پی کر بدمستی کے عالم میں لوگوں کو نماز صبح کی دو[1] رکعت جماعت سے پڑھائی
پھر لوگوں کی طرف مڑ کر بولا کہو تو اور زیادہ پڑھا دوں۔ لوگوں نے کہا نہیں

---

[1] صرف صحیح مسلم اور علامہ بلاذری کی کتاب الانساب میں ہے کہ ولید نے صبح کی
رکعت پڑھائی اور پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف مڑ کر کہا کہو تو اور پڑھا دوں ورنہ
باقی ہر تاریخ و حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ولید نے صبح کی دو رکعت کے بجائے چار
رکعت پڑھائی تھی اور پڑھا کر سوال مذکور کیا تھا۔

ہماری نمازیں تو اب گئیں - تھوڑی دیر کے بعد ابو زینب، اور جندب بن زہیر
ازدی ولید کے پاس آئے وہ ابھی نشہ ہی میں بدمست پڑا ہوا تھا ان دونوں
نے ولید کی انگلیوں سے انگوٹھی اُتار لی اور اسے نشہ میں خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے مسروق نے بیان کیا کہ ولید نے نماز تمام
ہوتے ہی شراب قے کردی۔

اس کی شکایت لے کر چار آدمی حضرت عثمان کے پاس پہونچے ابو
زینب، جندب بن زہیر، ابو حبیبہ غفاری اور صعب بن جثامہ ان لوگوں نے
حضرت عثمان کو بے کم و کاست حالات سُنائے عبدالرحمان بن عوف بھی
بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے پوچھا ولید کو کیا ہو گیا ہے کیا وہ پاگل ہو گیا
لوگوں نے کہا پاگل تو نہیں ہوا ہاں زیادہ پی گیا تھا۔ حضرت عثمان نے بجائے
ولید کو کچھ کہنے سُننے کے شکایت لانے والوں ہی کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور دھکے
دیں اور جندب سے پوچھا تم نے اپنی آنکھوں سے میرے بھائی کو شراب
پیتے دیکھا ہے؟ جندب نے کہا نہیں لیکن میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ
اسے نشے میں چور اور شراب کی قے کرتے دیکھا ہے اور میں نے ہی اس کی
بدمستی کی حالت میں انگوٹھی انگلی سے اتاری اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔

اس کے بعد یہ چاروں حضرت عائشہ کے پاس آئے۔ ان سے
ماجرا بیان کیا کہ ہم ولید کی شکایت لے کر آئے تھے وہاں اُلٹے ہم پٹ کے
گئے حضرت عائشہ بولیں عثمان نے حدود الٰہی باطل کیں اور گواہوں کو
دھمکایا بھی (کتاب انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ صفحہ ۳۳)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان کے درمیان اس معاملہ میں بڑی تو تو میں میں ہوئی عثمان نے عائشہ سے کہا تمھیں اس سے کیا سروکار (تم عورت ذات ہو) تمھیں تو خدا کا حکم ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو بعض نے حضرت عثمان کا ساتھ دیا بعض نے عائشہ کی حمایت کی اُن کا کہنا تھا کہ عائشہ سے بڑھ کر ان باتوں کا کسے خیال ہونا چاہیے اور آپس میں ایک دوسرے پر جوتے بھینکے گئے پیغمبر کے بعد مسلمانوں کے درمیان یہ پہلا جھگڑا فساد تھا۔ (مسند امام احمد جلد ا ص ۱۴۴ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۳۱۸ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۴۲ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۴۲ اسد الغابہ جلد ۵ ص ۹۱ تاریخ ابو الفدا جلد ا ص ۱۷۶ اصابہ جلد ۳ ص ۶۳۸ وغیرہ)

یہ ولید جس کے متعلق مورخین و محدثین کے اتنے بیانات مختصراً مذکور ہوئے وہی ہے جس کے متعلق کلام مجید کی یہ آیتیں بہت پہلے اتر چکی تھیں افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن (سورہ سجدہ) کیا وہ شخص جو مومن ہو اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو فاسق ہو دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا اگر کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو سوچ سمجھ لو (سورہ حجرات)

ان دونوں آیتوں میں فاسق سے مراد وہی ولید ہے۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں لاخلاف بین اھل العلم بتاویل القرآن فیما علمت ان قولہ عزوجل ان جاءکم فاسق نبأ نزلت فی الولید اہل علم کے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت ولید کے متعلق نازل ہوئی۔

تیسری فصل

حقوق مسلمین کی تباہی

وہ زمینیں جو کسی خاص شخص کی ملکیت میں نہ تھیں اور بارش کا پانی اکھٹا ہو جانے کے سبب سر سبز رہتیں اور چراہ گاہ کا کام دیتیں اسلام نے ایسی زمینوں میں تمام مسلمانوں کے حقوق مساوی قرار دیئے تھے۔ اُن میں تمام مسلمانوں کے مویشی گھوڑے اونٹ بغیر کسی مزاحمت کے چرتے اور کسی کو حق نہیں تھا کہ کوئی حصہ اپنے لیے خاص کر لے اور دوسرے کے مویشیوں کو اس میں چرنے سے روک دے چنانچہ پیغمبر کا ارشاد ہے المسلمون شرکاء فی ثلاث فی الکلاء والماء والنار تمام مسلمان تین چیزوں میں برابر کے حقدار ہیں سبزہ، پانی آگ۔ ثلاث لا یمنعن الماء والکلاء والنار تین چیزوں سے کسی کو روکنا جائز نہیں۔ پانی سبزہ آگ۔

ہاں زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ رئیس و حاکم زمین کے جس حصے کو چاہتا ہے اپنے مویشیوں اور اونٹوں کے لیے مخصوص کر لیتا وہ زمینیں جو عام ہوتیں جہاں سبھی کے جانور چرتے وہاں اس رئیس کے بھی جانور چرتے لیکن رئیس کی خاص زمین پر بس اسی کے جانور جا سکتے اس وقت جہاں جبر و تشدد کی اور بہت سی صورتیں جاری تھیں وہاں یہ بھی تھی رحمۃ للعالمین

…ے دیگر رسوم وقوانین کے ساتھ جاہلیت کے سرکش وجابر انسانوں
…کے اس جبر وتشدد کو بھی ملیامیٹ کیا۔ تمام مسلمانوں نے حضرت عثمان
…کی اس زیادتی اور اپنے حقوق کی پامالی پر صدائے احتجاج بلند کی۔ جو
…یں آگے چل کر ان کی ہلاکت کا باعث ہوئیں اُن میں ایک یہ بات بھی
…ی خود حضرت عائشہ نے بھی ان کے اس فعل کو ان امور سے شمار کیا جو
…مسلمانوں کی ناراضی کا باعث ہوئے چنانچہ فرماتی ہیں "ہم ان کی ان
…باتوں پر ناراض ہوئے اور چراگاہوں کے اپنی ذات سے مخصوص کر لینے
…وں کو کوڑے ڈنڈے سے مارنے پر بھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان پر چل
…ے اور ایسا رگڑ ڈالا جیسے کپڑا رگڑا جاتا ہے۔ (فائق زمخشری جلد ۲ ص ۱۱۷
…ابن اثیر جلد ۱ ص ۲۹۸ لسان العرب جلد ۸ ص ۳۶۳ تاج العروس جلد ۱ ص ۹۹
علامہ ابن قتیبہ، ابن عبدربہ قرطبی اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے لکھا ہے
…پیغمبر خدا نے مہزول جو مدینہ کا بازار تھا تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا
…حضرت عثمان نے اپنے داماد اور چچا زاد بھائی حارث بن حکم کو بطور جاگیر
…ت فرما دیا (معارف ص ۸۴ عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۶۱ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۶۷)
اموال خراج ہوں یا اموال غنیمت حضرت عثمان اُن سب میں آزادانہ
…ے رکھتے تھے، وہ ہر مال کو مال اللہ اور اپنے کو مسلمانوں کا مالک و
…ختار جانتے جس مال کو جہاں چاہتے صرف کرتے جس کو چاہتے دیتے ان کا
…قول تھا ھذا مال اللہ اعطیہ من شئت وامنعہ من شئت فارغم اللہ انف من رغم
…خدا کا مال ہے جسے میں چاہوں دوں گا اور جسے نہ چاہوں گا محروم

رکھوں گا۔ کوئی خفا ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ یہ بھی انھیں کا فقرہ ہے لناخذ حاجتنا من هذا الفئ وان رغمت انوف اقوام ہم اس مال غنیمت سے اپنی حاجت بھرے کر رہیں گے لوگوں کو برا معلوم ہوتا ہے تو ہوا کرے۔

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ مدینہ کے اندر جو بیت المال تھا اس میں ایک ڈبہ تھا جس میں ایک زیور اور ایک جوہر تھا حضرت عثمان نے ڈبہ بیت المال سے نکال کر زیور اپنی کسی بیوی کو دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان پر اعتراض کئے اور سخت وسست باتیں کہیں۔

ابو موسیٰ اشعری گورنر کوفہ بہت سا سونا اور چاندی لے کر آئے حضرت عثمان نے سب کا سب اپنی بیویوں اور لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور بیت المال کا اکثر و بیشتر حصہ اپنے کھیتوں کی آبادی اور اپنے مکانات کی تعمیر پر صرف کیا (صواعق محرقہ ص۶۸ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص۸۷)

مصر کے مشہور فلسفی مورخ ڈاکٹر طہٰ حسین حضرت عثمان کے فقرہ لناخذن حاجتنا من هذا الفئ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وقد یطوق علینا ان نلاحظ ان هذا المذهب الذی ذهبه عثمان فی الخلافة هو نفس المذهب الذی عرضه زیاد فی خطبته المشهورة حین قال لا ایها الناس انا قد اصبحنا لکم ساسة وعنکم ذادة نسوسکم بسلطان الله الذی اعطانا ونذود عنکم بفئ الله الذی خولنا" ومن هنا لانری غرابة فیما روی عن عثمان من قوله "ان ابا بکر وعمر کانا یظلمان انفسهما وقرابتهما تقربا الی الله وانا اصل رحمی تقربا الی الله" اجتهد ابوبکر وعمر فظلما انفسهما

وقرابتهما واجتهد عثمان فوصل رحمه وقرابته ولم يظلم نفسه ولسنا بعد ذلك فی حاجة الی ان نناقش فی صحة ماجاءت به الروایة من انه اعطی مروان بن الحکم خمس الغنیمة التی غنمها المسلمون فی افریقیه ومن انه اعطی الحکم عمه الخ

ہم پر یہ چیز بہت شاق ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمان نے جو مسلک اختیار کیا تھا وہ بعینہ وہی مسلک ہے جو زیاد نے اپنی مشہور تقریر میں پیش کیا تھا۔ اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "لوگو ہم تمہارے حاکم ہو چکے ہیں اور تمہیں دور رکھنے والے ہیں ہم اس حکومت و سلطنت کے ذریعہ جو خدا نے ہمیں عنایت کی ہے تم پر حکومت کرتے ہیں اور اس مال غنیمت و خراج سے تمہیں محروم رکھتے ہیں جو خدا نے ہمیں بخشا ہے۔"

اس فقرہ کے بعد ہمیں کوئی تعجب نہیں حضرت عثمان کے اس فقرے کے متعلق کہ "ابوبکر و عمر خوشنودی خدا کے لیے اپنے اوپر بھی ظلم کرتے تھے اور اپنے عزیزوں پر بھی اور میں بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر کے خوشنودی خدا کا طالب ہوں۔"

حضرت ابوبکر و عمر نے تو اجتہاد کر کے برائے خوشنودی خدا اپنے اوپر بھی ظلم کیا اور اپنے عزیزوں پر بھی اور حضرت عثمان نے اجتہاد کر کے صلہ رحم کیا اور اپنے نفس پر ظلم کے مرتکب بھی نہ ہوئے اب اس کے بعد ہمیں ان روایتوں کے متعلق کہ حضرت عثمان نے مروان بن حکم کو افریقہ کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ دلوا دیا یا اپنے چچا کو اتنا اتنا دیا بحث

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ الفتنۃ الکبریٰ جلد اول ص
مطبوعہ مصر۔

چوتھی فصل

اپنے خاندان بنی امیہ پر نوازشیں

اپنے خاندان بنی امیہ سے حضرت عثمان کی محبت شہرہ آفاق حیثیت رکھتی ہے وہ ہمیشہ بنی امیہ کو دوسروں سے افضل سمجھتے رہے اُن کی پاسداری بیجا و بے جا حمایت و محبت اُن کے ضمیر میں داخل تھی بہت پہلے سے وہ اس معاملہ میں مشہور تھے۔ حضرت عمرؓ نے بہت پہلے پیشین گوئی کر دی تھی لو ولیہا عثمان لحمل بنی ابی معیط علی رقاب الناس ولو فعلہا لقتلوہ اگر عثمان کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آگئی تو یہ ابی معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردن پر سوار کر دیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو یہ لوگ انھیں ہلاکت تک پہنچا بھی دیں گے (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۱۶)

دوسری روایت کی لفظیں ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کی روایت کردہ ہے "اگر میں عثمان کو حاکم بنا دوں تو یہ آل ابی معیط کو لوگوں کی گردن پر لا د دیں گے۔ خدا کی قسم اگر میں ایسا کروں تو عثمان ضرور ہی ایسا کریں گے۔ تو ابو معیط کی اولاد بھی انھیں رفتہ رفتہ ہلاکت تک پہونچا دے گی یہانتک کہ اُن کا سر کٹ جائے (کتاب الآثار امام ابو یوسف)

ابو سفیان جب حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے

دن خلافت کی مبارکباد دینے آیا تھا اور اس نے فرطِ مسرت کی بنا پر یا حضرت عثمان کی مشہور خاندان پرستی کی وجہ سے دل کی بات زبان سے کہدی تھی کہ اس خلافت سے مثل گیند کے کھیلو اور اس کے ارکان بنی امیہ کو بناؤ اس وقت تو حضرت عثمان نے اسے پھٹکار بتادی تھی لیکن اُسی دن حضرت عثمان نے اسی کے مشورہ کو اپنا نصب العین بنالیا اور ہر بڑے چھوٹے شہر کی گورنری وحکومت بنی امیہ کے نوخیز الھڑ لڑکوں ہی کو دی انھیں جوانوں کو حاکم بنایا جنھیں نہ کچھ آتا تھا نہ جاتا نہ تجربہ تھا نہ تعلیم و تہذیب سے آراستہ تھے انھیں مسلط کرکے فتنہ وفساد کے دروازے پاٹوں پاٹ کھول دیے اور امت اسلامیہ کی تباہی و بربادی کے ساتھ ساتھ اپنی ہلاکت کا سامان بھی خود فراہم کیا۔ وہ غریب مسلمانوں کے ساتھ حضرت عثمان کو بھی لے ڈوبے۔

علامہ ابو عمر و صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کی خدمت میں جب صرف بنی امیہ کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے شبل بن خالد آیا اس نے کہا اے قریش والو تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تمھارے اندر کوئی کمسن بچہ بھی باقی نہیں رہا جس کی عزت افزائی تم کرسکو، یا کوئی محتاج و نادار نہیں جس کی دولت مندی تمھیں مقصود ہو۔ یا کوئی گمنام نہیں جس کے نام کو تم اونچا کرسکو؟ یہ کس وجہ سے تم نے ابو موسیٰ اشعری کو عراق کا حاکم بنا رکھا ہے؟ عراق اس کی جاگیر میں دیدیا ہے جسے وہ خوب اچھی طرح کھا رہا ہے۔ حضرت عثمان نے پوچھا تو پھر اس کی جگہ کسے حاکم بنایا جائے تو لوگوں نے

مشورہ دیا کہ عبداللہ بن عامر (حضرت عثمان کا پھوپھی زاد یا خالہ زاد بھائی) موجود ہے حضرت عثمان نے ابوموسیٰ کو معزول کرکے اسی کو حاکم بنا دیا درانحالیکہ اس کی عمر ۲۴ یا ۲۵ سال سے زائد نہ تھی۔

بنی امیہ کے نوخیز لڑکے نہ تو اس کی پروا کرتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اگر کوئی شکایت کرتا تو حضرت عثمان کان نہ دھرتے نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں لاتے۔ انھیں نوخیز لڑکوں میں سے کوفہ کا گورنر سعید بن العاص تھا وہ خودسر اور دلدادۂ عیش نوجوان جس کا یہ مقولہ مشہور ہے جو اس نے برسرِ منبر بھرے مجمع میں کہا تھا

ان السواد بستان لاغیلمۃ من قریش عراق کی یہ سرزمین قریش کے چھوکروں کے لیے باغات ہیں۔

یہ وہی نوخیز لڑکے تھے جن کے متعلق پیغمبر فرما چکے تھے ان فساد امتی علی یدی غلمۃ سفہاء من قریش میری اُمت کی تباہی قریش کے نادان چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی (صحیح بخاری کتاب الفتن پارہ ۳۰ ص ۴۶ المستدرک جلد ۴ صفحہ ۴۷) نیز آنحضرت نے فرمایا تھا ھلاک ھذہ الامۃ علی یدی اغیلمۃ من قریش میری اس امت کی ہلاکت قریش کے کے چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔

حضرت عثمان نے اپنے عہد حکومت میں ہر ایک کو حکومت و امارت پر فائز دیکھنا چاہا ہر ایک کو مسلمانوں کا امیر و حاکم بنانے کی کوشش کی ان کی تو یہ تمنا تھی کہ جس طرح میری بدولت میرے خاندان کے

اور دنیاوی نعمتوں سے نہال ہوئے عالم آخرت پر بھی انھیں کا قبضہ ہو اگر آپ کے ہاتھوں میں جنت کی کنجیاں ہوتیں تو وہ اٹھا کر بنی امیہ کے حوالہ کردیئے ہوتے تاکہ ایک ایک متنفس بنی امیہ کا جنت میں چلا جاتا۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۶۲)

حضرت عثمان سمجھتے کہ ہماری منت ہائے بے پایان آخرت میں بھی کام آئے گی اور ہماری قوم والوں کو دروازہ جنت تک پہنچا دے گی ان کی تمنا تھی کہ ہماری قوم نعمت ہائے جنت سے بھی اسی طرح نہال ہو جس طرح میں نے دنیا میں مال و دولت سے انھیں مالا مال کیا ہے مگر افسوس ....

عباسی صاحب لکھتے ہیں "اموی خلافت اپنے وقت سنہ ۴۰ھ تا ۱۳۲ھ) میں جیسی کامیاب اور امت کے لیے موجب فوز و فلاح رہی حقائق تاریخی شاہد عادل ہیں"

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اموی خلافت کا سلسلہ سنہ ۴۰ھ سے لگانا غلط ہے حضرت عثمان بھی بنی امیہ ہی سے تعلق رکھتے تھے اور انھیں سے اموی خلافت کا آغاز ہوا وہ تو اتفاق کی بات تھی کہ وہ اپنے ظرف سے اُبل پڑے اور ایسی حرکتیں کر بیٹھے جس کی وجہ سے دیندار مسلمانوں نے مجبور ہو کر انھیں مار ڈالا۔ اور حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنایا ورنہ آثار اسی کے تھے کہ حضرت عثمان کے بعد بھی یہ خلافت بنی امیہ ہی میں رہے۔ حضرت ابوبکر و عمر نے پہلے ہی سے اس کی پیش بندیاں کر دی تھیں کہ شام کا

پورا علاقہ معاویہ کے تسلط و اقتدار میں دیدیا تھا حضرت عثمان نے اپنے
حکومت میں اس کے اختیارات کچھ اور وسیع کر کے بنی امیہ کی خلافت
ایک جیتی جاگتی حقیقت بنا دیا تھا۔ اموی حکومت ضرور موجب فوز و
رہی مگر شریعۃ الٰہیہ اور ملۃ اسلامیہ کے لیے نہیں بلکہ بنی امیہ کے لوگوں
جتنے فیض و برکات تھے سب انھیں کے لیے اور اس خلافت کی کامیا
کا جہانتک تعلق ہے بنی امیہ تک محدود ہے۔ ہم ذیل میں ایک
خاکہ اس خلافت کے فوز و فلاح کا پیش کر رہے ہیں ابھی ہماری بحث
صرف عہد عثمانی کے فیوض و برکات سے ہے۔ معاویہ و یزید کا تذکرہ
انشاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔

حضرت عثمان کی نوازشیں حکم بن العاص پر

علامہ قتیبہ
ابن عبد

قرطبی، علامہ ذہبی لکھتے ہیں وما نقم الناس علی عثمان انہ اوی
النبی ولم یوذہ ابوبکر وعمر واعطاہ مائۃ الف حضرت عثمان کی منجملہ ان
کے جو لوگوں کی برہمی کا سبب ہوئیں۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ انھوں
حضرت رسول خدا کے شہر بدر کیئے ہوئے حکم بن عاص کو مدینہ واپس بلا لیا اسے اپنے سایہ عاطفت
جگہ دی در انحالیکہ ابوبکر و عمر نے بھی اپنے دور حکومت میں اسکو مدینہ واپس آنے کی اجازت نہیں دی تھی
عثمان نے اسی پر اکتفا نہیں کی تھی بلکہ اسے ایک لاکھ درہم بھی بخش دیئے (معارف ابن قتیبہ صفحہ عقد الفرید
جلد ۲ صفحہ مراۃ الجنان یافعی جلد ۱ صفحہ ۸۵ وغیرہ)

عبد الرحمان بن یسار کا بیان ہے کہ بازار مدینہ کے مسلمانوں

زکوٰۃ وصدقات کی وصولی پر جو شخص مقرر تھا ایک دن میں نے دیکھا کہ جب شام ہوئی تو حضرت عثمان اس کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آج جتنی آمدنی ہوئی ہے وہ سب حکم بن عاص کو دیدو۔ حضرت عثمان کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے اعزہ کو کچھ دینا دلانا ہوتا تو اپنے پاس سے نہیں دیتے بلکہ مسلمانوں کے بیت المال ہی سے دلوا دیتے خزانچی نے ٹال مٹول کی اور کہا جب روپیہ وصول ہو جائے گا میں دیدوں گا حضرت عثمان کا اصرار زیادہ ہوا آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے خزانچی ہو ہم جیسا حکم دیں ویسا کرو۔ خزانچی نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں میں نہ تو آپ کا خزانچی ہوں نہ آپ کے گھر والوں کا۔ میں تو مسلمانوں کا خزانچی ہوں جمعہ کے دن نماز کے وقت حضرت عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے وہ خزانچی آیا کہنے لگا۔ لوگو حضرت عثمان مدعی ہیں کہ میں اُن کا اور اُن کے گھر والوں کا خزانچی ہوں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں یہ تمھارے بیت المال کی کنجیاں ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ کنجیاں پھینک دیں۔ حضرت عثمان نے اٹھا کر زید بن ثابت کے حوالہ کر دیں (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

اسی قسم کا واقعہ زید بن ارقم اور عبداللہ بن مسعود کے متعلق کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی کچھ دنوں کے لیے بیت المال کے نگراں رہے غالباً ایسا واقعہ کئی خزانچیوں کے ساتھ پیش آیا

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کان مما انکروا علی عثمان انہ ولی الحکم بن ابی العاص صدقات قضاعۃ فبلغت ثلاث مائۃ الف درہم فوہبہا لہ حین اتاہ بہا۔

حضرت عثمان کی جہاں اور بائیں لوگوں کی ناراضی وبرہمی کا سبب ہوئیں انھیں
میں ایک بات یہ بھی تھی کہ انھوں نے حکم بن ابی عاص کو بنی قضاعہ سے
زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا جس کی مقدار تین لاکھ درہم تھی جب حکم بن ا
وصول کرکے حضرت عثمان کے پاس آیا تو آپ نے سب کا سب اسے
بخش دیا۔ یہ وہی حکم ہے جس کی نسل سے مروان۔ عبدالملک بن مروان
عبدالملک کے پوتے ولید بن یزید، ابراہیم بن ولید بن یزید مروان بن
محمد بن عبدالملک وغیرہ خلفائے بنی امیہ ہوئے جن کی خلافت کو عباسی اصحاب
کامیاب اور موجب فوز و فلاح قرار دیتے ہیں

یہ **حکم بن عاص** مکہ میں رسالتمآب کا پڑوسی اور ابوجہل و ابولہب جیسے
مشرکین و دشمنان رسول کی طرح آنحضرت کا جانی دشمن تھا ہر وقت سرگرم
عداوت رہتا اور سخت سے سخت اذیتیں پہونچایا کرتا (سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص۲۵)

حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبدالرحمان سے روایت ہے کہ حکم
رسالتمآب کے پاس آکر بیٹھا کرتا جب آپ کلام فرماتے تو نقلیں اتا
منہ بناتا ایک دن پیغمبر کی نظر پڑ گئی آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو جا چنانچہ
وہ ویسا ہی ہو گیا اور مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔

مالک ابن دینار کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسالتمآب گذر رہے
حکم بن عاص اپنی انگلی سے مضحکہ خیز اشارے کرنے لگا۔ آنحضرت کی
نگاہ پڑ گئی آپ نے بددعا فرمائی کہ خداوندا اسے رعشہ میں مبتلا کر دے
اسی وقت اس پر ایسا رعشہ طاری ہوا جو مرتے وقت تک نہ چھوٹا۔

اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۵ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ فائق زمخشری جلد ۲ صفحہ ۵ تاج العروس جلد ۲ صفحہ ۳۵)

علامہ بلاذری نے روایت کی ہے کہ حکم بن عاص زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ کا پڑوسی تھا اور زمانۂ اسلام میں آپ کے جانی دشمنوں اور شدید اذیت پہونچانے والوں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا جب ۸ھ میں مکہ فتح ہوگیا تو حکم مدینہ آیا اس کا اسلام مشکوک ہے اسکی حالت یہ تھی کہ رسالتمآبؐ کے پیچھے پیچھے چلتا آپ کی طرف مضحکہ خیز اشارے کرتا آپ کی نقلیں اُتارتا منہ سکوڑتا اور جب آں حضرت نماز پڑھتے تو یہ بھی پیچھے کھڑا ہو کر انگلیوں سے اشارے کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیسا منہ بناتا تھا ویسا ہی ہوگیا۔ اور مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔ دماغ میں بھی فتور آگیا ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی کسی زوجہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے حکم جھانک کر دیکھنے لگا رسول اللہ نے پہچان لیا۔ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس ملعون مردم تعش سے کون مجھے بچاتا ہے پھر ارشاد فرمایا کہ جہاں میں ہوں نہ یہ حکم رہ سکتا ہے نہ اس کی اولاد چنانچہ آپ نے اسے اہل و عیال سمیت طائف کی طرف نکال باہر کیا۔ جب آنحضرت کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان نے ابو بکر سے سفارش کی اور درخواست کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیا جائے مگر ابو بکر نے انکار کیا اور کہا رسول اللہ جسے نکال باہر کر چکے ہوں میں اسے پناہ نہیں دے سکتا۔ ابو بکر کے بعد جب عمر خلیفہ ہوئے تو عثمان نے ان سے بھی اسی مضمون کی درخواست کی انہوں نے بھی ابو بکر ہی کی طرح جواب دیا

کہ رسول کے نکالے ہوئے کو میں مدینہ نہیں بلا سکتا۔ جب خود خلیفہ ہوئے
تو اب کون روکنے والا تھا حکم کو بال بچوں سمیت مدینہ واپس بلا لیا۔
مسلمانوں سے یہ کہا کہ میں نے حکم کے متعلق رسالت مآب سے سفارش
کی تھی اور سوال کیا تھا کہ اسے مدینہ واپس بلا لیجئے۔ آنحضرت نے
وعدہ فرمایا تھا کہ میں اسے اجازت دیدوں گا مگر قبل اس کے کہ حضرت اجازت
دیں آپ کا انتقال ہوگیا مسلمانوں نے حضرت عثمان کی باتوں کو جھوٹ
سمجھا اور اُن کا یہ فعل اُن مسلمانوں کی انتہائی ناگواری کا باعث ہوا۔

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۲۷)

علامہ ابو عمرو استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ رسالت مآب
نے حکم کو مدینہ سے نکال باہر کیا اور دور بھگا دیا چنانچہ حکم طائف میں جا کر مقیم
ہوا ساتھ میں اس کا فرزند مروان بھی تھا۔ اس کی جلا وطنی کے کیا اسباب ہوئے
رسول اللہ نے اسے کیوں نکال باہر کیا اس کے متعلق اختلاف ہے بعض
لوگوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حکم رسالت مآب کی باتوں کو چھپ چھپ کر
سنتا اور مشرکین و کفار و منافقین کو جا کر بتا دیتا تھا ایک دن یہ راز کھل گیا
اس کے علاوہ یہ حکم حضرت سرور کائنات کی رفتار و حرکات کی نقلیں
اتارتا۔ رسالت مآب کے خصوصیات سے یہ بات بھی تھی کہ آپ جب
چلتے تو آپ کے دونوں ہاتھ زانو پر ہوتے عام لوگوں کی طرح ہاتھ پھینک کر
نہیں چلتے۔ حکم ایک دن آپ کی رفتار کی نقل اتار رہا تھا کہ آپ اس کی
طرف متوجہ ہوگئے اور نقل

ہوجا چنانچہ اسی دن سے حکم میں رعشہ پیدا ہو گیا اور مرتے دم تک
مبتلا رہا (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۴)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسالتمآب نے مروان کے باپ حکم پر
لعنت فرمائی اور مروان اس کے صلب میں تھا مروان بھی خداوند عالم
کی لعنت کا ایک حصہ ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جناب عائشہ نے
مروان سے کہا رسول اللہ نے تیرے باپ پر لعنت کی اس وقت تو
اس کے صلب میں تھا تو بھی خدا کی لعنت کا ایک حصہ ہے فائق زمخشری
کی نقلیں ہیں۔ فانت فظاظة لعنة الله و لعنة رسوله تو تم خدا و رسول
کی لعنت کا ایک ٹکڑا ہو (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۸۱ تفسیر قرطبی جلد ۱۶
صفحہ ۱۹۷ تفسیر زمخشری جلد ۴ صفحہ ۹۹ فائق زمخشری جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ تفسیر ابن کثیر
جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ تفسیر فخر الدین رازی جلد ۷ صفحہ ۴۹۱ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۴
نہایہ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳ تفسیر طبری جلد ۲۶ صفحہ ۱۳ ارشاد الساری
قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۳۲۵۔ در منثور جلد ۶ صفحہ ۴۱۔ حیوان جلد ۱ صفحہ ۳۹۹ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱
صفحہ ۳۳۷۔ سیرۃ زینی دحلان پر حاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۵ تفسیر شوکانی
جلد ۵ صفحہ ۲۰)

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ عبید بن حمید، نسائی۔ ابن منذر، اور
حاکم وغیرہم نے عبد اللہ سے روایت کی ہے عبد اللہ کہتے تھے کہ میں
اس وقت مسجد میں موجود تھا جبکہ مروان نے تقریر کی تھی اور اثنائے
تقریر کہا کہ خداوند عالم نے ... یعنی معاویہ کو یزید کے خلیفہ

بنانے کے بارے میں بڑی اچھی رائے دکھائی چنانچہ حضرت ابوبکر و عمر بھی اپنے
مرنے سے پیشتر خلیفہ مقرر کر چکے ہیں حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبدالرحمان
بیٹھے ہوئے تھے وہ بولے

عبدالرحمان بن ابی بکر: یہ تو شاہان روم کے طور طریقے ہیں روم کے بادشاہ
اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے تھے ابوبکر نے تو خدا کی قسم
نہ اپنے کسی لڑکے کو خلیفہ بنایا نہ کسی رشتہ دار و قرابت دار کو اور معاویہ محض
اپنے بیٹے کے لاڈ و پیار میں اس کو خلیفہ بنا رہا ہے۔

مروان: کیا تمھیں وہ نہیں ہو جس کے متعلق کلام مجید کی یہ آیت نازل
ہوئی ہے الذی قال لوالدیہ اف لکما وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے
کہا تھا اف ہو تم دونوں پر

عبدالرحمان بن ابی بکر: کیا تم خود ملعون اور ملعون کے بیٹے نہیں ہو
تمھارے باپ پر رسول اللہ نے لعنت نہیں فرمائی ؟ یہ آپس کی تکرار
حضرت عائشہ کے کانوں میں بھی پہنچی آپ نے فرمایا یہ آیت عبدالرحمان کے
متعلق نہیں نازل ہوئی۔ البتہ تمھارے باپ کے متعلق کلام مجید میں
ضرور یہ آیت نازل ہوئی ہے ولا تطع کل حلاف مہین ھماز مشاء بنمیم
(سورہ قلم آیت ۱۱) ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ہو
بے وقعت ہو طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔

(تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۴۱ و ۲۵۱ سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۳۴۳ تفسیر شوکانی،
تفسیر آلوسی پارہ ۲۶ سیرۃ زینی دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۴۵)

جناب عائشہ نے مروان سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے پیغمبر خدا کو تمہارے باپ اور دادا العاص بن امیہ کے متعلق ارشاد فرماتے سنا ہے انکم الشجرۃ ملعونۃ فی القرآن قرآن میں جس شجرہ ملعونہ کا ذکر ہے اس سے مراد تمہیں لوگ ہو (تفسیر در منثور سیوطی جلد ۴ ص ۱۹۱ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص ۳۳۷ تفسیر شوکانی جلد ۳ ص ۲۳۱ تفسیر آلوسی پارہ ۱۵ تفسیر قرطبی جلد ۱۰ ص ۲۸۶)

ابن حاتم نے یعلی بن مرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا "میں نے بنی امیہ کو خواب میں منبروں پر سوار دیکھا عنقریب وہ تمہارے مالک بن بیٹھیں گے تم انھیں بہت برا مالک پاؤ گے رسالت مآب یہ خواب دیکھ کر بہت مغموم ہوئے اس پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس و الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن و نخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا اور ہم نے جو خواب تمہیں اے رسول دکھایا اور جس درخت پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو لوگوں کے لئے فتنہ و آزمائش قرار دیا ہے اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

طبری اور قرطبی نے سہل بن سعد سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے خواب میں بنی امیہ کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کرتے دیکھا آپ بےحد مغموم ہوئے اور مرتے دم تک آپ پھر کبھی ہنستے ہوئے نہیں پائے گئے ... الا لوسی پارہ ۱۵ کی روایت کی

لفظیں یہ ہیں کہ آں حضرت نے فرمایا "مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے جیسے حکم بن عاص کی اولاد میرے منبر پر اس طرح اچھل کود کر رہی ہے جیسے بندر کودتے ہیں اس خواب کے بعد پیغمبر مرتے دم تک پھر کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ (تفسیر طبری پارہ ۱۵ صـ۱۷ تاریخ طبری جلد ۱۱ صـ۳۵۶)

حضرت عثمان۔ معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ بھی بنی امیہ ہی کے چشم و چراغ تھے بنی امیہ سے علیحدہ نہیں تھے اور پیغمبر کی لفظیں بالکل صاف اور سیدھی ہیں اُن میں کسی استثنا کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ ہم صرف چند حدیثیں پیغمبر کی ذکر کئے دیتے ہیں، ناظرین کا ذہن پیغمبر کے ان ارشادات کو پیش نظر رکھ کر خود آسانی سے فیصلہ کر لے گا۔ آیا پیغمبر نے یہ ارشادات جملہ بنی امیہ کے لیے بالعموم فرمائے ہیں جو بھی بنی امیہ سے تعلق رکھتا ہو وہ ان ارشادات کا مصداق ٹھہرتا ہے یا استثنا کی بھی گنجائش ہے۔

جناب ابو سعید خدری صحابی پیغمبر سے روایت ہے کہ پیغمبر نے ارشاد فرمایا

ان اھل بیتی سیلقون من بعدی من امتی قتلا و تشریدا وان اشد قومنا لنا بغضا بنو امیۃ و بنو المغیرۃ و بنو مخزوم (مستدرک امام حاکم)

میرے اہلبیت میری اُمت والوں سے مجھ بعد سے دوچار ہوں گے قتل و جلاوطنی اور سب سے زیادہ ہم سے دشمن بنو امیہ بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔

جناب ابو ذر سے مروی ہے کہ رسالتمآب نے ارشاد فرمایا

اذا بلغت بنو امیۃ اربعین اتخذوا عباد اللہ خولا و مال اللہ نحلا و کتاب اللہ

جب بنو امیہ چالیس کی تعداد کو پہنچ جائیں گے تو بندگان خدا کو غلام مال خدا کو ذاتی بخشش اور کتاب خدا کو ذریعہ فریب

(مثلاً مستدرک ج ۴ ص ۴۷۹ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹) بنالیں گے۔

حمران بن جابر یمانی سے منقول ہے کہ پیغمبر نے تین مرتبہ فرمایا۔
ویل ہو بنی امیہ کے لیے اصابہ جلد ۱ ص ۳۵۳

سرسری طور پر بطور نمونہ یہ چند حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان تمام حادیث کا جائزہ لینے کے بعد اور بنی امیہ کے افراد نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں کتب سیر و تواریخ میں ان کا مطالعہ کرنیکے بعد معمولی بچہ بھی آسانی سے فیصلہ کرنے پر قادر ہے کہ پیغمبر کے ارشادات بنی اُمیہ کے متعلق عام ہیں یا خاص اور شجرۂ ملعونہ میں سبھی داخل ہیں یا کسی کے خارج ہونے کی گنجائش اور کوئی جائز وجہ بھی ہے یا نہیں؟

ضروری سوال ان تمام حقائق کا علم ہونے کے بعد ہر شخص کے دل و دماغ میں یہ الجھن ضرور پیدا ہو گی کہ حکم ایسا شخص جو مسلم النبوت ملعون ہے جس پر پیغمبر نے صاف صاف نام لے کر لعنت فرمائی جسے آپ نے مدینہ سے نکال باہر کیا جسکے متعلق کلام مجید کی سخت ترین آتیں پیام عذاب بن کر نازل ہو چکی تھیں۔ حضرت عثمان نے کن اسباب کی بنا پر اسے اتنی گراں قدر نوازشوں کا مستحق سمجھا جس کی خباثت و شرارت سے باشندگان مدینہ کو محفوظ رکھنے کے لیے آنحضرت نے اسے جلا وطن کیا تھا کیوں اسے مدینہ واپس بلانے کی جرأت کی۔

حضرت عثمان، ابوبکر و عمر کے عہد خلافت میں انتھک کوششیں کر کے مایوس ہو چکے تھے اور باوجود اس اتحاد و یگانگت کے جو انھیں شیخین سے

حاصل تھی اس مسئلہ میں کورا جواب پا چکے تھے ہر ایک نے صاف صاف لفظوں میں جواب دیدیا تھا کہ لا احل عقدۃ عقدھا رسول اللہ جو گرہ پیغمبر ڈال گئے ہیں ہم اسے نہیں کھول سکتے (کتاب الانساب بلاذری جلد ۲ صفحہ ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۵ سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۳۲۷ اصابہ جلد ا صفحہ ۴۳)

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ حکم کو طرید رسول و لعین پیغمبر کہا جاتا ہے یعنی پیغمبر کا شہر بدر کردہ لعنت کردہ رسالتمآب نے اسے طائف کی طرف شہر بدر کر دیا تھا جہاں وہ پیغمبر کی زندگی اور ابوبکر کی مدت خلافت تک رہا حضرت عثمان نے ابوبکر سے درخواست کی تھی کہ حکم کو مدینہ واپس آنے دیا جائے حضرت ابوبکر نے انکار کیا۔ حضرت عثمان نے کہا حضور وہ میرا چچا ہے حضرت ابوبکر نے کہا تیرا چچا جہنم میں جائیگا ناممکن ہے ناممکن ہے رسول کے کام میں تغیر و تبدل کروں خدا کی قسم میں اسے کبھی مدینہ واپس نہیں بلا سکتا۔ جب ابوبکر کا انتقال ہو گیا اور عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت عثمان نے اُن سے بھی سفارش کی حضرت عمر نے کہا وائے ہو تم پر اے عثمان تم ایسے شخص کی مجھ سے سفارش کرتے ہو جس پر پیغمبر نے لعنت فرمائی اور جسے نکال باہر کیا تھا جو خدا کا بھی دشمن ہے اور رسول خدا کا بھی۔ جب حضرت عثمان خود خلیفہ ہوئے تو اب موقع تھا انھوں نے فوراً اسے مدینہ واپس بلا لیا اور یہ اقدام مہاجرین و انصار دونوں کیلئے ناقابل برداشت تھا اور حضرت عثمان کے خلاف بعد میں جو محاذ قائم ہوا ان میں سب سے بڑا سبب تھا (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۸۵)

کیا حضرت عثمان کے لیے مناسب نہ تھا؟ کہ پیغمبر کی اتباع کرتے، کیا اُن کے اعزہ و اقربا خدا اور رسول سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید نے صاف صاف لفظوں میں آگاہی دیدی ہے کہ

قل ان کان اباءکم وابناءکم و اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین۔ (سورہ توبہ)

آپ کہدیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بی بیاں اور تمھارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہونے کا تمکو اندیشہ ہو اور وہ گھر جنکو تم پسند کرتے ہو تمکو اللہ اور اس کے رسول سے اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہانتک کہ خداوند عالم اپنا حکم بھیجے اور اللہ فاسقین کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیا اس کی جلا وطنی منسوخ کرکے پھر مسلمانوں کو اس کی خباثت و شرارت سے دوچار کر دیا بلکہ صدقات زکوٰۃ کی وصولی پر بھی فائز کر دیا جس میں پہلی شرط دیانت داری و امانت داری ہے اور ملعون شخص نہ ثقہ ہو سکتا ہے نہ امانت دار، اور قیامت بالائے قیامت یہ کہ جو کچھ زکوٰۃ کی وصولی اس کے ہاتھوں پر ہوئی وہ اسی کو بخشش بھی دی گئی۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کی جو کچھ وصولی ہو اسکے متعلق پیغمبر کے واضح ارشادات موجود ہیں اور انھیں پر پیغمبر ہی کے زمانہ میں نہیں بلکہ ابوبکر و عمر کے عہد میں بھی عمل رہا کہ جس قبیلہ اور جس شہر سے زکوٰۃ و صدقات وصول ہوں اسی قبیلہ ... شہر کے فقراء ... تقسیم کر دیا جائے۔

علامہ ابو عبید اپنی کتاب الاموال میں لکھتے ہیں۔

تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر شہر کے ہر باشندے یا ہر چشمہ کے ساکن اپنے یہاں کے وصول شدہ صدقات کے زیادہ مستحق ہیں جبتک کہ اُن میں ایک دو بھی صاحبان حاجت موجود ہیں۔ اسی کے متعلق واضح طور پر پیغمبر کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔۔۔۔

اس کے بعد علامہ ابو عبید متعدد حدیثیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ تمام احادیث و روایات بتاتی ہیں کہ ہر قوم اپنے یہاں کے صدقات کی زیادہ مستحق ہے جبتک اُن کی احتیاج برطرف نہ ہو جائے (کتاب الاموال صفحہ ۵۹۶)

کون بتائے کہ حضرت عثمان نے قبیلہ قضاعہ کے صدقات تین لاکھ درہم جو سب اٹھا کر حکم کو دیدیے تھے کیا قبیلہ قضاعہ میں کوئی صاحب حاجت نہیں تھا جس کی حاجت دور کی جاتی مدینہ منورہ میں دوسرے مسلمان حاجتمند نہیں تھے جن میں یہ تین لاکھ درہم علی السویہ تقسیم ہوتے۔ خداوند عالم کا تو ارشاد ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا صدقات فقیروں محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر افسران کا حق ہے پھر ایک اکیلے حکم کو کل کے کل تین لاکھ درہم اٹھا کر دیدینے کی کیا وجہ تھی!

حضرت عثمان مدعی تھے کہ میں نے پیغمبر کی حیات ہی میں حکم کی واپسی کے لیے پیغمبر سے سفارش کی تھی اور پیغمبر نے وعدہ کیا تھا کہ میں واپس بلا لونگا لیکن پیغمبر کی عمر نے وفا دی اور اس کی واپسی کا حکم آپ صادر نہ فرما سکے۔

اس دعوی پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر واقعاً پیغمبرؐ نے اس قسم کا وعدہ فرمایا تھا تو صرف حضرت عثمان ہی کو کیوں معلوم ہو سکا دوسرے کسی صحابی کو کیوں نہ معلوم ہوا حضرت ابوبکر کو بھی پیغمبر کے اس وعدہ کی خبر نہ ہو سکی۔ نہ حضرت عمر کو ہوئی اور اگر صرف حضرت عثمان ہی سے پیغمبر نے یہ وعدہ کیا تھا تو ابوبکر و عمر سے جب ان کے عہد خلافت میں آپ نے حکم کی سفارش کی تھی اور اپنے چچا ہونے کا واسطہ دیا تھا اور ان دونوں نے اُن کی سفارش نامنظور کر دی تھی اس وقت حضرت عثمان نے ابوبکر و عمر سے پیغمبر کے اس وعدہ کا ذکر کیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اتنے دن بھولے رہے جب خود خلیفہ ہوئے تو پیغمبر کا کیا ہوا وعدہ یاد آیا اور ۲۵ برس تک ذہن سے ذہول رہا اور اگر ابوبکر و عمر سے پیغمبر کے اس وعدہ کا انھوں نے ذکر کیا تب بھی دو صورتیں ہیں یا تو حضرت ابوبکر و عمر نے انھیں جھوٹا سمجھا اُن کی بات کا کسی کو یقین نہیں آیا۔ بھلا کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ ایسی بات زبان سے نکال سکے یا یہ کہ انھوں نے سچا سمجھا مگر پھر بھی حکم کو واپس بلانے پر تیار نہیں ہوئے تو یہ اور بھی مشکل ہے کہ پیغمبر کا وعدہ ہوتے ہوئے بھی حضرت ابوبکر و عمر کو حکم کی جلاوطنی پر اصرار رہا سچ تو یہ ہے کہ ذرا بھی گنجائش ہوتی تو ابوبکر و عمر عثمان کی سفارش کو اس طرح ٹھکرا نہ دیتے ضرور حکم کو واپس بلا لیتے لیکن اُن کے نزدیک بات اتنی پختہ اور رسول اللہ نے ایسی گرہ لگا دی تھی جو کھل نہیں سکتی تھی۔

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں فما اجابا الی ذالک ونفاہ عمر من مقامہ

بالیمن اربعین فرسخاً (ملل ونحل جلد ا صفحہ ۲۵) حضرت ابوبکر و عمر نے عثمان کی بات مانی ہی نہیں اور حضرت عمر نے تو کمال یہ کیا کہ حکم کو اس وقت جہاں تھا وہاں سے ۱۴۰ میل دور اور پھینک دیا اور گویا اس طرح بقول علامہ ابن عبد ربہ قرطبی اور علامہ ابو الفدا، حکم، رسول کا شہر بدر کیا ہوا بھی تھا اور ابوبکر و عمر کا شہر بدر کردہ بھی اور شیخین ہی کی طرح تمام صحابہ پیغمبر حکم اور فرزندان حکم کی واپسی کو ناجائز و حرام جانتے تھے ورنہ حضرت عثمان کے واپس بلانے پر اتنے برہم نہ ہوتے کہ اُن کی خلافت کا تختہ ہی اُلٹنے پر تیار ہو گئے۔

حضرت عثمان کے اس اقدام کی ایک اور معذرت ابن عبد ربہ قرطبی نے لکھی ہے۔

لما رد عثمان الحکم طرید النبی و طرید ابی بکر و عمر الی المدینۃ تکلم الناس فی ذالک فقال عثمان ما تنقم الناس منی؟ انی وصلت رحما و قربت عینا۔

جب حضرت عثمان نے حکم طرید پیغمبر اور طرید ابی بکر و عمر کو مدینہ واپس بلا لیا تو لوگوں نے اس کا آپس میں چرچا کیا حضرت عثمان کو جب اسکی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے کہا یہ لوگ کس بات پر مجھ سے ناراض ہیں؟ میں نے تو صلہ رحم کیا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں۔

(عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

حضرت عثمان کا یہ عذر بڑی حد تک صحیح ہے اور ہم اس کے متعلق زیادہ کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے وہ خود ہی اقرار کر رہے ہے کہ ہم نے حق قرابت و رشتہ داری ادا کیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حکم اور اولاد حکم کو مدینہ واپس بلا لینا اور ان کو مسلمانوں کا حاکم اور شریعت اسلام پر ان کو مسلط کر دینا ان کو خلعت و اراضی اور جاگیریں دینا امت اسلام کے ساتھ انتہائی زیادتی تھی۔

حضرت عثمان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہوں تو ہوئی ہوں۔ کسی باغیرت مسلمان کی نہیں ہوسکتیں عباسی صاحب یا عبدالماجد دریابادی کی بات دوسری ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں

وانکر المنکرون علی عثمان خصلة اخری ولا نعرف ان العذر یمکن ان یقوم له فیها۔ ذلک انه رد عمه الحکم بن ابی العاص و اهله الی المدینة وکان النبی قد اخرجهم منها اخراجا عنیفا وکان بیت الحکم بن العاص فی الجاهلیة مجاورا لبیت النبیؐ فکان الحکم یوذی جاره الکریم اشد الاذی واقبحه والحکم بن العاص هو الذی اخذ عثمان حین اسلم فشد وثاقه واقسم الا یخلیه حتی یعود الی دین آبائه ثم لم یطلقه الا حین استیأس منه وقد نفس الحکم بعد فتح مکة الی المدینة مسلما ولکن اسلامه لم یکن الا جنة یتقی بها الموت وآیة ذلک انه ظل

ناپسند کرنیوالوں نے حضرت عثمان کی ایک اور بات کو بھی ناپسند کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان کی طرف سے اس بات میں کیا عذر کیا جاسکتا ہے اور وہ بات یہ ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے چچا حکم بن عاص اور اسکے گھر والوں کو مدینہ واپس بلالیا حالانکہ پیغمبر خدا نے اسے مدینہ سے بہت سختی سے نکال باہر کیا تھا حکم بن عاص کا گھر زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ کے گھر کے پڑوس میں تھا یہ حکم اپنے شریف و معزز پڑوسی حضرت رسالتمآب کو انتہائی سخت اور قبیح تکلیفیں پہونچایا کرتا۔ یہ حکم بن عاص وہی ہے جس نے حضرت عثمان کو جب وہ مسلمان ہوئے تھے پکڑ کر مشکیں کس دی تھیں اور قسم کھائی تھی کہ اسوقت تک نہ چھوڑوں گا جبتک تم اپنے باپ دادا کے دین کی طرف نہ پلٹ آوگے اور اس نے انھیں چھوڑا بھی تو اسوقت جبکہ انکی طرف سے بالکل ناامید ہوگیا فتح مکہ کے بعد حکم مسلمان

يؤذي رسول الله بقوله وفعله، فكان
يمشي ورائه ويغمزه ويقلد حركاته
ساخرا منه، واطلع ذات يوم على
النبي في حجرة من حجراته فخرج
النبي مغضبا، فلما عرفه قال
"من عذيري من هذا الوزغ" ثم
اخرجه من المدينة وقال لا يساكنني
فيها ابدا وقد شفع عثمان عند
النبي في اعادته فلم يعده وطلب
ذالك الى ابي بكر فابى عليه و
طلب ذالك الى عمر فلم يكتف
بالرفض وانما زجر عثمان وحرج
عليه الا يعاوده في امر الحكم مرة
اخرى فلما استخلف عثمان اعاد
الحكم الى المدينة فانكر المسلمون
ذالك وسعى اليه اعلام الصحابة
فلاموه فيه ولكنه زعم لهم انه
كلم النبي في رد الحكم فاطمعه
في ذالك ثم توفي قبل ان يرده

ہو کر مدینہ آیا لیکن اس کا اسلام محض
جان بچانے کا بہانہ تھا۔ اور اس کی دلیل
یہ ہے کہ یہ مدینہ آنے کے بعد بھی ہمیشہ
قول وفعل سے رسول اللہ کو برابر اذیت
پہونچاتا رہا آنحضرت کے پیچھے دوڑتا
اشارے کرتا اور ازراہ تمسخر آپ کے
حرکات کی نقلیں اتارتا۔ ایک دن
پیغمبر کے حجرہ میں یہ جھانک رہا تھا
رسول اللہؐ کو معلوم ہو گیا اور آپ غیظ
وغضب کے عالم میں گھر سے باہر
نکلے اور فرمایا۔ کون میرا مددگار ہے
اس چھپکلی کے مقابلہ میں۔ پھر آپ نے
اسے مدینہ سے نکال باہر کیا اور ارشاد
فرمایا کہ یہ قیامت تک ہمارے ساتھ
سکونت نہیں رکھ سکتا حضرت عثمان
نے پیغمبر سے سفارش کی کہ حکم کو مدینہ
واپس آنے کی اجازت دی جائے
مگر پیغمبرؐ نے اسے واپس نہیں بلایا
حضرت عثمان نے ابوبکر سے درخواست کی

ويقول المعتذرون لعثمان من اهل
السنة والمعتزلة ان عثمان قد
كان يرى ان اخراج النبي الحكم
واهله من المدينة ليس ضربة
لازب فان حال المنفي قد تصلح
على مر الزمن فيجوز ان يعفى عنه
وان يرد الى الارض التي نفي منها
ويقولون كذالك ان عثمان علم ان
النبي كان يريد رد الحكم فلم يقبل
منه ذالك ابوبكر وعمر لانه انفرد
بهذا العلم فلم تستقم شهادة فلما
استخلف قضى بعلمه، ومن حق
الامام ان يقضي بعلمه ولكن خصوم
عثمان يقولون ان سيرة الحكم
في جاهلية مع النبي وسيرته
بعد اسلامه المتكلف وقول النبي
"من عذيري من هذا الوزغ"
وقوله "لا يساكنني فيها ابدا"
كل ذالك يخطر على عثمان

انھوں نے کبھی انکار کیا حضرت عمر
سے درخواست کی انھوں نے صرف
انکار پر اکتفا نہ کی بلکہ جھڑک دیا اور سختی
سے فہمائش کی کہ حکم کے بارے میں
پھر کوئی بات نہ کہنا۔ جب خود حضرت
عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حکم کو
مدینہ واپس بلا لیا جس پر تمام مسلمانوں
نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اکابر صحابہ
اُن کے پاس دوڑے ہوئے گئے حکم
کے بارے میں ان کی ملامت کی مگر
حضرت عثمان نے کہا کہ ہم نے پیغمبر سے
حکم کے متعلق بات کی تھی پیغمبر نے امید
دلائی مگر قبل اس کے کہ آپ حکم کو
بلائیں آپ کی رحلت ہو گئی سنی اور
معتزلی حضرت عثمان کی طرف سے
عذر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
حضرت عثمان سمجھتے تھے کہ پیغمبر کا حکم کو
جلا وطن کرنا ہمیشہ کے لیے نہیں تھا
کیونکہ جلا وطن شخص کی حالت کچھ

ان يرده الى المدينة وليس
للامام ان يقضي بعلمه حين
تكون هناك الشبهة التي
توهم ان الامام انما قضى
بما قضى ايثاراً لقرابته
فقد كان الحكم عم عثمان
وكانت هذه الشبهة وحدها
تكفي ليتجنب عثمان رده
الى المدينة فاذا اضفنا
الى ذالك قول النبي "لايساكنني
فيها ابداً" فقد كان ايسر
الرعاية لحرمة النبي يقتضي
الا يرده عثمان الى المدينة
يساكن النبي فيها ميتاً بعد
ان ابى النبي ان يساكنه
فيها حياً وقد دلت سيرة
عثمان مع الحكم وبنيه
بعد ذالك على انه انما رده
الى المدينة ايثاراً لهم

وقت گذر جانے کے بعد سدھر جایا کرتی
ہے لہذا جائز ہے کہ اسے معاف کر دیا
جائے اور جہاں سے وہ نکالا گیا ہے (وہاں)
واپس بلالیا جائے۔ یہ بھی یہ لوگ (اہل سنت
اور معتزلی) کہتے ہیں کہ حضرت عثمان
کو معلوم تھا کہ پیغمبر چاہتے تھے کہ حکم کو
واپس بلالیں مگر حضرت ابوبکر و عمر نے
ان کے اس قول کو قبول نہ کیا کیونکہ
وہ ایک اکیلے اس کے مدعی تھے اور کوئی
گواہی پوری نہ ہوئی لیکن جب خود
خلیفہ ہوئے تو چونکہ پہلے سے علم رکھتے تھے
لہذا اپنے علم پر انھوں نے عمل کیا
اور امام کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے علم کے
بنا پر فیصلہ کرے لیکن حضرت عثمان کے
مخالفین کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں
پھر ناشی اسلام لانے کے بعد حکم کی
جو سیرۃ رہی اور پیغمبر اسلام سے جو
اس کا سلوک رہا، پھر پیغمبر کا یہ فرمانا
کہ کون اس چھپکلی سے مجھے بچاتا ہے

خیر و تکاثرا بهم علی
غیره من المسلمین و
استعانة بهم علی امور
السیاسة وادارة
مال قد اعطی عثمان الحکم
مالا کثیرا و لما مات
الحکم ضرب عثمان علی
قبره فسطاطا وقد ولی
عثمان الحارث بن الحکم
سوق المدینة فاسرف
علی الناس و علی نفسه
وساء سیرة لا تلائم
الامانة ولا التورع و
انما تلائم الجشع والطمع
وحب الاستکثار من
المال۔

ثم لم یقف عثمان
علی هذا الحد و انما
اعطی الحارث مالا کثیرا

نیز پیغمبر کا یہ ارشاد کہ قیامت تک
یہ ہمارے جوار میں نہیں رہ سکتا یہ تمام باتیں حضرت
عثمان کو حکم کے واپس بلانے سے روکنے
والی تھیں اور امام کو مناسب نہیں کہ
جب شک و شبہہ کی کیفیت ہو اور
یہ خیال کرنے کی گنجائش کہ امام جو
فیصلہ دے رہے ہیں قرابت داری کا
خیال کر کے دے رہے ہیں۔ اپنے
علم کے بنا پر فیصلہ دیں۔ یہ حکم حضرت عثمان
کا چچا تھا۔ اور یہی بات کافی تھی کہ حضرت
عثمان اس کو مدینہ واپس بلانے سے
پرہیز کریں پھر اسی کے ساتھ جب پیغمبر
کا قول بھی شامل کر لیا جائے کہ "یہ حکم
قیامت تک میرے جوار میں نہیں
رہ سکتا" تو پیغمبر کا معمولی احترام یہی
تھا کہ حضرت عثمان اسے مدینہ واپس
نہ بلاتے کہ جب پیغمبر نے زندگی میں
اس کا اپنے جوار میں رہنا پسند نہ کیا
تو وہ آنحضرت کے مرنے کے بعد بھی

كما سنرى ثم اختص
عثمان بمروان بن الحكم
فاعطاه وحباه واتخذه
لنفسه وزيرا ومشيرا فدل
هذا كله على ان عثمان
لم يدع الحكم وبنيه
الى المدينة رقة
لهم وعطفا عليهم
فحسب وانما ارادهم
ايضا ليكونوا له عدة
واعوانا كل هذه
امور نقمها الناقمون
من عثمان فى امر دينه
وقد رأيت ان لا بأس
على عثمان من اكثرها
وان قصة الحكم
وبنيه وحدها
هى التى يصعب
الدفاع فيها

آپ کے جوار میں رہنے نہ پائے
حضرت عثمان نے حکم اور اس کی
سے جو برتاؤ کیا وہ ثبوت ہے کہ
محض انھیں نوازنے کے لیے مدینہ
تھا اور دیگر مسلمانوں کے مقابلہ
جمیعت میں اضافہ کرنے اور انتظا
معاملات، سلطنت کے کاموں اور
دولت سنبھالنے کے لیے واپس بلا
چنانچہ حضرت عثمان نے حکم کو مال
عنایت کیا اور جب وہ مر گیا تو اسکی
خیمہ نصب کیا۔ حارث بن حکم کو بازا
کی وصول تحصیل پر مقرر کیا اپنے
بھی زیادتی کی اور لوگوں پر بھی اور
دراز عمل اختیار کیا جو امانت داری
پرہیزگاری سے میل نہیں کھاتا
ہوس اور حرص و طمع اور انتہا
مال وزر کی لالچ سے ملتا جلتا ہے پھر
عثمان اسی حد پر اگر نہیں رکے بلکہ
نے حارث کو مال کثیر عنایت کیا جیسا

...ن عثمان الخ

(الفتنۃ الکبریٰ جلد اول حالات ...ان ص ۱۸۴، ۱۸۵

ہم آئندہ چل کر بیان کریں گے۔ پھر مروان بن حکم کو خصوصی منزلت سے ممتاز کیا اس پر انعام و اکرام کی بارش کی اور اپنا وزیر و مشیر مقرر کیا۔ تمام باتیں ثبوت ہیں کہ حضرت عثمان نے حکم اور اسکی اولاد کو محض از راہ رحم و کرم مدینہ نہیں بلایا بلکہ اس لیے بھی کہ وہ سب آپ کے اعوان و انصار ہوں۔ ناراض ہونے والے ان تمام باتوں پر عثمان سے ناراض ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت عثمان کی اکثر باتوں میں کوئی مضائقہ نہیں تھا لیکن حکم اور اسکی اولاد کا معاملہ ایسا ہے کہ حضرت عثمان کی طرف سے مدافعت بہت ہی دشوار ہے"

مروان بن حکم پر عنایات

حضرت عثمان نے افریقہ کی جنگ میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کا خمس جسکی ...۵ لاکھ اشرفیاں ہوتی تھیں اپنے داماد اپنی بیٹی ام ابان کے شوہر ...وان بن حکم کو جو آپ کا چچازاد بھائی بھی تھا بخش دیا۔ اسی واقعہ کے ...تحت عبدالرحمان بن حنبل کندی حضرت عثمان سے خطاب کر کے

سا حلفت باللہ جھد الیمیـ — ن ما ترك امرا سدی

ولکن خلقت لنا فتنۃ — لکی نبتلی او تبتلی

فان الامینین قد بینا — منار الطریق علیہ الهدی

فما اخذا درهما غیلۃ — وما جعلا درهما فی الهوی

دعوت اللعین فادنیتہ — خلافا لسنۃ من قد مضی

واعطیت مروان خمس العباد — ظلما لهم وحمیت الحمی

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خداوند عالم نے کسی چیز کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا لیکن آپ نے اے عثمان ہمارے لیے ایک فتنہ کھڑا کر دیا ہے اپنی آزمائش یا ہمارے لیے آزمائش۔ ابوبکر و عمر نے ہدایت کے راستے واضح کیے انھوں نے ایک درہم بھی نہیں چھپایا نہ ایک درہم اپنی خواہش کے مطابق خرچ کیا۔ تم نے ایک تو حکم بن عاص کو جو طرید رسول تھا اور جس پر پیغمبر نے لعنت فرمائی تھی مدینہ واپس بلایا اور اسے مقرب خاص بنایا اور اپنے اگلوں کے طریقہ کی مخالفت کی دوسرے یہ کہ مال خمس جو تمام بندگان خدا کا مشترکہ مال تھا تم نے حکم کے بیٹے مروان کو ازراہ ظلم دیدیا اور اپنے مخصوص چراگاہیں قرار دیں۔

(معارف ابن قتیبہ ص ۸۴ تاریخ ابو الفدا جلد ۱ ص ۱۶۸ عقد فرید جلد ۲ ص ۲۶۱)

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے "افریقہ کا خمس مدینہ لایا گیا اسے مروان نے ۵ لاکھ دینار میں خرید لیا حضرت عثمان نے ۵ لاکھ دینار اسے معاف کر دیے یہ فعل ان کا جملہ ان افعال ... لوگوں نے آگے چل کر گرفت [illegible]

مس افریقہ کے متعلق یہی قول بہتر ہے یوں کہنے کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے افریقہ کا خمس عبداللہ بن سعد کو دیدیا تھا بعض کہتے ہیں کہ مروان کو دیدیا تھا۔ اسی سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان نے افریقہ کی پہلی لڑائی میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اس کا خمس علبیداللہ بن سعد کو دیا تھا اور دوسری لڑائی جس میں پورا افریقہ فتح ہو گیا تھا اس کا خمس مروان کو دیا تھا۔" (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۳۸)

علامہ حلبی لکھتے ہیں، منجملہ ان باتوں کے جو حضرت عثمان سے لوگوں کی ناراضگی کا سبب ہوئیں یہ بات بھی تھی کہ انھوں نے اپنے چچا زاد بھائی مروان کو ایک لاکھ پچاس اوقیہ عنایت کیا (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۸۷) (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یعنی چالیس لاکھ دو ہزار درہم مروان کو عنایت کیے)

گذشتہ صفحات میں وہ حدیثیں ذکر کی جا چکی ہیں جن میں پیغمبر نے مروان کے باپ حکم پر لعنت فرمائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی صلب سے پیدا ہونے والی اولاد پر بھی۔ وہیں ہم نے حضرت عائشہ کا مروان سے یہ کہنا بھی ذکر کیا ہے کہ

"پیغمبر نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی تھی تو بھی خدا کی لعنت کا ایک حصہ ہے"

عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں جو بچہ پیدا ہوتا وہ رسول اللہ کی خدمت میں لایا جاتا مروان جب پیدا ہوا تو

بن الملعون یہ چھپکلی ہے چھپکلی کا بیٹا یہ ملعون ہے ملعون کا فرزند (حیٰوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۹۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ مستدرک امام حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۷۹)

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ ہم لوگ پیغمبر کی خدمت میں حاضر تھے ادھر سے حکم بن عاص گذرا آپ نے فرمایا۔

اس حکم کے صلب میں جو اولاد ہے اس سے ہماری امت عذاب سے دوچار ہوگی (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۴ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۶ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۰)

اس سے بڑھ کر اموی خلفا کے موجب فوز و فلاح امت ہونے کی کیا دلیل ہوگی مروان کی سیرۃ کا جائزہ لینے اور اس کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت مخفی نہیں رہتی کہ وہ شریعت اسلامیہ کے قوانین کو کوئی وزن نہیں دیتا تھا نہ دین الٰہی کی کوئی قدر و قیمت اسکی نگاہوں میں تھی ہم چند نمونے اس کی جسارت کے پیش کرتے ہیں انھیں سے اسکی کیفیت شخصیت کا آسانی سے ناظرین کو اندازہ ہوگا۔

(۱) جب معاویہ حج کے ارادہ سے شام آئے تو انھوں نے ظہر کی نماز دو رکعت قصر کرکے پڑھی اس کے بعد دار الندوہ میں آگئے کچھ دن پہلے حضرت عثمان مکہ میں نماز بجائے قصر پڑھنے کے پوری پڑھ چکے تھے (اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے) جب معاویہ نے ظہر کی نماز قصر پڑھی مروان بن حکم اور عمرو بن عثمان صف سے نکل کر معاویہ کے پاس آئے اور کہا۔

"آپ نے جتنی ذلت دتوہین حضرت عثمان کی کی ہے کسی نے نہ کی ہوگی"

معاویہ - ہم نے کیا توہین کی ہے؟

مروان - آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان مکہ آکر پوری نماز پڑھنے لگے تھے۔

معاویہ - وائے ہو تم دونوں پر میں نے کیا بیجا کیا ہے میں نے خود رسول اللہ

ابوبکر و عمر کے ساتھ نماز قصر پڑھی۔

مروان بن حکم اور عمرو بن عثمان - بہرحال حضرت عثمان نے نماز پوری

پڑھی تھی اب آپ کا ان کی مخالفت کرنا اور نماز قصر پڑھنا بڑی سخت توہین

عثمان کی ہے۔

اب جو عصر کی نماز کا وقت آیا اور معاویہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے

انھوں نے بجائے قصر کے پوری نماز پڑھی۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۹۴ مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ مسند طبرانی وغیرہ)

قابل غور ہے کہ جب مروان اور معاویہ نماز کا جو ستون دین ہے ایسا مذاق

اڑاتے تھے جب انھیں یہ تک گوارہ تھا کہ کتاب الٰہی کی مخالفت ہو جائے

سنت پیغمبر کی دھجیاں اڑ جائیں مگر حضرت عثمان کی ذات پر حرف نہ آئے تو

علاوہ نماز کے علاوہ دیگر اصول و فروع دین سے کیا کیا نہ کھیلے ہوں گے

(۲) امام بخاری نے صحابی پیغمبر ابوسعید خدری سے روایت کی ہے وہ کہتے

ہیں کہ مروان معاویہ کی طرف سے جب گورنر مدینہ تھا میں اس کے

ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے نکلا جب ہم لوگ عیدگاہ میں پہنچے

تو وہاں ایک منبر رکھا ہوا تھا مروان نے چاہا کہ نماز سے پہلے منبر پر خطبہ پڑھے

میں نے اس کا دامن پکڑ کر روکنا چاہا اس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا

اور منبر پر چڑھ گیا اور نماز کے پہلے اس نے خطبہ پڑھا میں نے مروان سے کہا
خدا کی قسم تم لوگوں نے مذہب کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا مروان نے کہا۔
ابو سعید! جو تم جانتے ہو وہ اب نہیں رہا (یعنی تمہیں یہی معلوم ہے کہ
عید کا خطبہ نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے لیکن اب وہ عرصہ سے متروک ہے)
میں نے کہا بخدا میں جو جانتا ہوں وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جنہیں میں
نہیں جانتا۔ مروان نے کہا اصل قصہ یہ ہے کہ لوگ عید کی نماز پڑھنے کے
بعد کھسک جاتے تھے ہمارا خطبہ نہیں سنتے تھے اس لیے ہم نے یہ کیا کہ
خطبہ نماز سے پہلے پڑھنے لگے (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۱ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۹۲ سنن
ابن ماجہ جلد ۱ ص ۳۸۶ سنن بیہقی جلد ۳ ص ۲۹۷ مسند احمد جلد ۳ ص ۱۰ و ۲۰ و
۵۴ و ۹۲ - بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۲۷۶ سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۸
دیکھنے کے قابل ہے یہ کہ مروان پیغمبر کے طور و طریقہ میں تبدیل و تغیر بھی
کرتا ہے اور ڈھٹائی سے ابو سعید ایسے معزز صحابی پیغمبر کے منہ پر کہتا ہے
کہ اب وہ پہلے کا چلن نہیں رہا آپ نے اپنی آنکھوں سے جو باتیں دیکھی
تھیں وہ متروک ہو چکی ہیں کیا اچھا فقرہ کسی کا ہے کہ کل سنن رسول
قد غیرت حتی الصلوٰۃ رسول اللہ کے تمام طریقے بدل دیئے گئے
حتی کہ نماز بھی نہیں چھوڑی گئی۔

(۳) بقول اسامہ بن زید کان مروان فاحشا متفحشا مروان
بہت گالیاں بکنے والا اور بیہودہ گو تھا جب بھی منبر پر چڑھنے کا موقع ملا
تقریر کی نوبت آئی مروان نے امیر المومنین پر سب و شتم کرنے میں کوتاہی

اس معاملہ میں بنیادی حیثیت حضرت عثمان کو حاصل ہے جبو قت
اب ابوذر جلاوطن کیے گئے اور حضرت عثمان نے منادی کرادی کہ کوئی
شخص ابوذر کو رخصت کرنے نہ جائے اور صرف حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب
حسن وحسین کو لے کر رخصت کرنے گئے اور مروان نے کہا کہ آپ کو عثمان کی
منادی کی اطلاع نہیں ؟ اس وقت امیر المومنین نے مروان کے اونٹ کو
کوڑا مارا تھا اور آگے بڑھ گئے تھے اس واقعہ کی اطلاع جب حضرت عثمان کو
ہوئی تو چونکہ مروان چچا کا بیٹا تھا اور داماد بھی اس لیے اتنی بات بھی آپ کو بیحد
ناگوار گذری اور آپ نے حضرت امیر المومنین سے فرمایا کہ مروان کو تاوان
دیجیے حضرت نے پوچھا تاوان کس بات کا عثمان نے کہا آپ نے اسکے
اونٹ کو کوڑا مارا تھا۔ اسی سلسلہ میں عثمان نے امیر المومنین سے یہ بات بھی
کہی لو لا یشتمک کا نک خیر منہ مروان آپ کو گالیاں کیوں نہ دے
آپ جیسے مروان سے بہتر ہیں ؟

اللہ اکبر یہ انقلاب زمانہ تھا اپنے خاندان والوں کی محبت کی کیفیت
تھی کہ مروان جو مسلمہ طور پر ملعون انسان تھا جس پر پیغمبر نے کھلم کھلا لعنت
فرمائی تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ وہ اپنے باپ کے صلب میں تھا اسے
علی کے مقابلہ میں لایا جا رہا ہے کہ آپ مروان سے کوئی بہتر تو ہیں نہیں۔
مروان کی بدسیرتی کچھ تو اس وجہ سے بھی تھی کہ نیک و بد میں جو فرق ہے
عداوت چلی آ رہی ہے اور کچھ وقت کی سیاست بھی اسی قسم کی تھی

علامہ دار قطنی نے مروان کی ایک حدیث روایت کی ہے مروان سے
کہا کہ علی سے بڑھ کر عثمان کا حمایتی اور دشمنوں کو اُن سے دور کرنے
اور نہ تھا کسی پوچھنے والے نے پوچھ دیا تو پھر منبروں پہ علی کو گالیاں کیوں
ہو؟ مروان نے کہا کہ بغیر اس کے ہماری حکومت پائیدار بھی تو نہ ہو
(صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۳۳)

کون پوچھے حضرت عثمان سے کہ مروان ایسے بد طینت انسان جس
پیغمبر نے پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد لعنت فرمائی ہو جو
ملعون رہا کیوں اسے خمس کی اتنی بڑی رقم اٹھا کر دیدی؟ کیا خود حضرت
نے جبیر بن مطعم کی معیت میں خمس کے متعلق پیغمبر کے حضور عرض داشت
نہ کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ہماری قوم بنی امیہ کو بھی خمس میں حصہ دیں
مگر پیغمبر نے صاف جواب دیدیا تھا کہ بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کا
میں کوئی حصہ نہیں۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ پیغمبر نے جب صاحبان قرابت کا حصہ بنی ہاشم
و بنی مطلب (مطلب جناب ہاشم کے حقیقی بھائی تھے) کے درمیان تقسیم
کیا تو میں اور حضرت عثمان پیغمبر کی خدمت میں آئے عرض کی یا رسول اللہ
بنی ہاشم کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ انھیں کے
خاندان سے ہیں مگر آپ نے بنی ہاشم کے ساتھ بنو مطلب کو بھی خمس میں
شریک قرار دیا۔ اور ہمیں محروم کیا حالانکہ ہم اور بنو مطلب
ایک ہی حیثیت رکھتے

سے کبھی جُدا نہیں ہوئے نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں (بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی چیز ہیں)۔ چنانچہ پیغمبر نے اس مال خمس سے نہ تو بنی عبد شمس کو کچھ دیا نہ بنی نوفل کو۔

(صحیح بخاری ج ۵ صـ ۳۸ الاحوال لابی عبید صـ ۳۴۲) سنن بیہقی جلد ۶ صـ ۳۴۱ سنن ابی داؤد جلد صـ ۳۱ مسند امام احمد ج ۴ صـ ۸۱ محلّی جلد ۸ صـ ۳۲۷ وغیرہ)

جب جناب رسالتمآب نے کل بنی عبد شمس کو خمس سے صاف لفظوں میں محروم کر دیا تھا تو بنی عبد شمس کی ایک ایسی فرد جس پر پیغمبر نے لعنت بھی فرمائی ہو جسے شہر بدر بھی کر چکے ہوں اسکی اکیلی ذات مال خمس کی مستحق کبھی جا سکتی ہے اور حضرت عثمان نے مروان کو مال خمس عنایت کر کے کتاب خدا ارشادات پیغمبر کی جو صریحی مخالفت کی اور اپنے قریبی عزیزوں کو جو بنائے شجرہ ملعونہ تھے اصل مستحقین پر ترجیح دی اس کی کیا معذرت ممکن ہے؟

حارث بن حکم کو جاگیر و عطایا

حضرت عثمان نے اپنے دوسرے داماد اپنی بیٹی عائشہ کے شوہر حارث بن حکم کو جو مروان کا بھائی تھا تین لاکھ درہم عنایت کئے (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صـ ۵۲)

زکوٰۃ میں وصول شدہ اونٹ حضرت عثمان کے پاس لائے گئے آپ نے وہ سب کے سب حارث بن حکم کو دیدئے (کتاب الانساب جلد ۵ صـ ۲۸)

پیغمبر نے مھزول جو مدینہ کا بازار تھا تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا حضرت عثمان نے حارث بن حکم کو بطور جاگیر مرحمت فرما دیا (معارف ابن قتیبہ صـ ۸۴)

عقد فرید جلد ۲ صہ۲۶)

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بازار مدینہ میں جو مال ...
ہوتا تھا اس کا دسواں حصہ حارث کو عنایت کر دیا تھا۔

(سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص۲۷)

حارث پر حضرت عثمان نے تین طرح نوازشیں فرمائیں۔

(۱) حارث کو تین لاکھ درہم دیے حالانکہ وہ حضرت عثمان کے ذاتی ... نہ تھے مسلمانوں کے بیت المال سے تھے۔

(۲) زکوٰۃ میں وصول شدہ تمام اونٹ ایک اکیلے حارث کو دیدیئے۔

(۳) پیغمبر جو چیز مسلمانوں کے لیے وقف کر گئے تھے حضرت عثمان ... اسے بطور جاگیر دیدیا۔

ہمیں پتہ نہیں کہ یہ حارث کن وجوہ سے ایسی گرانقدر عنایتوں ... سمجھا گیا اور پیغمبر نے جس چیز کو تمام مسلمانوں کے لیے وقف قرار دیا ... کیوں صرف حارث کو مخصوص کر کے دی گئی اور تمام مسلمان اس ... محروم کر دیے گئے اگر حضرت عثمان اپنے ذاتی مال سے اتنے روپے ... جاگیریں دیتے تب بھی اسراف اور فضول خرچی سمجھا جاتا چہ جائیکہ ... مسلمانوں کے مشترکہ مال سے اوقاف و صدقات سے اس پر انعام ... کی اتنی بارشیں کیں درانحالیکہ حارث کا نہ کوئی کارخیر تاریخ میں مذکور ہے ... خیر خواہی اسلام و مسلمین نہ حمایت دین نہ خدمت مملکت اسلامیہ ... میں آئی نہ دیکھنے میں۔

ان نوازشوں کی اور تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوا اس کے کہ مروان نبی حضرت عثمان کا چچیرا بھائی تھا حارث بھی۔ اس کے علاوہ دونوں داماد بھی تھے

سعید بن عاص پر نوازشیں

حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم عنایت کئے۔

لوگوں نے عثمان کے سعید بن عاص کو ایک درہم عنایت کرنے کو بھی ناگوار جانا اس معاملہ میں حضرت علی طلحہ وزبیر سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عثمان سے گفتگو کی تو آپ نے کہا کہ سعید میرا رشتہ دار ہے ذوی الارحام میں سے ہے میں نے صلہ رحم کیا ہے ان لوگوں نے کہا کیا ابو بکر و عمر کے قرابتدار ذوی الارحام نہیں تھے، انھوں نے کیوں نہیں اپنے رشتہ داروں کو اتنی گراں قدر رقمیں دیں۔ حضرت عثمان نے کہا ابو بکر و عمر کا طرز عمل ہمیں زیادہ محبوب ہے۔ کتاب الانساب جلد ۵ صفحہ ۲۸

سعید کا باپ عاص پیغمبر کے ان ہمسایوں میں تھا جو آنحضرت کی ایذا رسانی کے درپے رہا کرتے۔ حضرت امیرالمومنین نے بروز جنگ بدر اسے تہ تیغ کیا خود یہ سعید بڑا اوباش انسان تھا اسی کا مقولہ تھا سرزمین عراق کے متعلق کہ ان هذا السواد بستان لاغیلمۃ قریش عراق کی سرزمین قریش کے چھوکروں کے لیے باغ ہے۔ حضرت عثمان کی یہ داد و دہش جبنی بر انصاف ہوتی تو اتنے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ پیغمبر معترض نہ ہوتے اور نہ حضرت عثمان سے اس مسئلہ میں گفتگو کی ضرورت لاحق ہوتی۔ رہ گیا حضرت عثمان کا یہ کہنا کہ میں نے سعید کو اتنا روپیہ دے کر حق قرابت ادا کیا ہے اور صلہ رحم کر کے

خوشنودی خدا کا طلبگار رہا ہوں تو یہ حضرت عثمان کی خوش فہمی ہے صدقہ اس وقت قابل ستائش ہوتا ہے جب ہم اپنے مال سے دیں نہ کہ دوسروں کا حق غصب کر کے اور کسی کے گھر میں ڈاکہ ڈال کر ایسا مال جس میں تمام مسلمانوں کا حق ہو جو سبھی مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہو وہ اٹھا کر دے دینا مسلمانوں کے حق پر ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے ؟

عبداللہ بن خالد پر عنایات

حضرت عثمان نے اپنے تیسرے عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن ابی امیہ کو چار لاکھ درہم عنایت کیے (عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۶۱ مطبوعہ مصر)

حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بیت المال کے انچارج صحابی پیغمبر عبداللہ بن ارقم تھے حضرت عثمان نے ایک لاکھ درہم قرض لیے عبداللہ نے اس کے متعلق ایک تحریر لکھوائی کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور حضرت علی، طلحہ و زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر سے اس پر گواہیاں لکھوائیں جب مدت پوری ہوئی تو حضرت عثمان نے ایک لاکھ درہم واپس کر دیے کچھ ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن خالد بن اسید مکہ سے آیا اور اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے حضرت عثمان نے عبداللہ کو تین لاکھ درہم دیئے اور دیگر ساتھیوں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ درہم عنایت کیے اور ابن ارقم کو ایک رقعہ لکھی کہ اتنے روپے بیت المال سے ادا کر دو ابن ارقم کے نزدیک یہ رقمیں بہت زیادہ تھیں بیت المال متحمل نہیں ہو سکتا تھا انھوں نے حضرت عثمان کا حکم نامہ واپس کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان سے

خواہش کی کہ سابق کی طرح پھر ایک تحریر لکھ دیں کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے حضرت عثمان نے ایسی تحریر لکھنے سے انکار کیا ابن ارقم بھی اڑ گئے کہ بغیر ایسی تحریر لکھے ہوئے ہم ان لوگوں کو روپیہ کسی صورت سے نہیں دیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا تم ہمارے خزانچی ہو تم کو ایسا کرنے کا کیا حق ہے ابن ارقم نے کہا میں تو سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں آپ کا خزانچی آپ کا غلام ہوگا خدا کی قسم آپکی طرف سے اب کبھی بیت المال کی نگرانی کا فرض انجام نہیں دوں گا۔ اسکے بعد بیت المال کی کنجیاں لائے اور منبر سے لٹکا دیں (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ استیعاب واصابہ حالات عبداللہ بن ارقم)

حضرت عثمان نے منہ بھرائی یا رشوت کے طور پر عبداللہ بن ارقم کو تین لاکھ درہم بھجوائے مگر انھوں نے قبول نہیں کیئے۔ کہلا بھیجا کہ مجھے اس تین لاکھ کی کوئی حاجت نہیں نہ میں نے ایسا کوئی کام کیا ہے کہ عثمان اس کے صلہ میں مجھے اتنی بڑی رقم دیں خدا کی قسم اگر یہ تین لاکھ مسلمانوں کے مال سے ہے تو میں نے کوئی کام اتنا بڑا نہیں کیا کہ میری اُجرت اتنی ہو جائے اور اگر حضرت عثمان نے اپنے ذاتی مال سے دیا ہے تو میں اُن کے مال سے ایک پیسہ نہیں لینا چاہتا۔

علامہ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن خالد سے اپنی لڑکی بیاہ دی اور اسے ۶ لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا اور عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ بصرہ کے بیت المال سے یہ رقم ادا کردو (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ)

عبداللہ بن خالد کو کوئی استحقاق اس کا حاصل نہ تھا جس کی وجہ سے اتنی رقم کثیر وخطیر اسے دیدی جائے نہ دے گے بس یہی ایک بات تھی کہ

وہ حضرت عثمان کا داماد تھا آپ کی دختر اس کے حبالہ زوجیت میں تھی جو
جہاں تک ہو سکا حضرت عثمان نے اپنے خاندان بنی امیہ کے لوگوں کے گ
بھر دیئے ایک ایک داماد کو مسلمانوں کے بیت المال سے اتنا دیدیا جو کئی پشت
کے لیے کام آئے۔ ہم نے نمونہ کے طور پر صرف چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ
ولید بن عقبہ، عبداللہ بن ابی سرح وغیرہ پر جو انعام و اکرام کی بارشیں کی گئی
تھیں انھیں اختصار کے خیال سے ہم ترک کیے دیتے ہیں۔

کتنا اچھا تبصرہ کیا ہے امیرالمومنین نے اس دور خلافت پر فرمایا
قام نافجا حضنیه بین نثیله و معتلفه وقام معه بنوا بیه یخضمون مال
خضمة الابل نبتة الربیع (نہج البلاغہ جلد اول)

"قوم کا تیسرا آدمی متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید
کی جیچپا لیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے باپ کی او
بنی امیہ کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال چھپا چھپا کر کھانے لگی جیسے اونٹ فصل
ربیع کی گھانس کھاتا ہے۔"

کس سے پوچھا جائے اور کون بتائے کہ یہ داد و دہش بیت المال وخاص
کے بیت المال سے صرف انھیں جیسے اشخاص تک کیوں محدود کر دی گئی کیا سارا
خیر و برکت فوز و فلاح انھیں لوگوں کے لیے تھی کیا امت محمدیہ کے نیکوکار
جیسے ابوذر، عمار یاسر، عبداللہ بن مسعود جیسے مقدس صحابہ مسلمان نہ تھے جو
جن کو امداد بھلائی سے محروم رکھا گیا یہ لوگ بھوکے رہے مصیبتیں جھیلیں اتنا ہی
نہیں بلکہ نکال باہر کیے گئے ان کی ہر ممکن ذلت و رسوائی کی گئی جیسا کہ آ

تبدیل کر دیکھیں گے اگر موجب فوز و فلاح ہونے کے یہی معنی ہیں تو اس سے
زوال کیا ہوگا۔ خود امیر المومنین فرمایا کرتے تھے ان بنو امیة لیفوقوننی
تراث محمد تفویقا بنی امیہ کی اولاد مجھے محمدؐ کی میراث تھوڑا تھوڑا کرکے دیتی ہے
جیسے ناقہ کو تھوڑا تھوڑا غذا دی جاتی ہے کیا سخاوت اپنے مال اور اپنے
قبضہ کی چیزوں کی داد و دہش کو کہتے ہیں یا دوسروں کی گاڑھی کمائی کے
بے لٹانے کا نام سخاوت ہے جیسا حضرت عثمان کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے
عطایا اور ان کی عنایت کردہ جاگیریں کیا حیثیت رکھتی تھیں اور شرعاً انکا کیا
حکم تھا حضرت امیر المومنین نے تخت نشین خلافت ہونے کے دوسرے ہی
دن خطبہ میں اسکی تصریح کر دی۔ ارشاد فرمایا: الا ان کل قطیعة اقطعها عثمان
وکل مال اعطاه من مال الله فهو مردود فی بیت المال فان الحق
القدیم لا یبطله شی ولو وجد قد تزوج به النساء وفرق البلدان
لرددته الی حاله فان فی العدل سعة ومن ضاق علیه العدل فالجور
علیه اضیق۔ (نہج البلاغہ جلد ۱ ص۴۶)
دیکھو ہر وہ جاگیر جو عثمان نے کسی کو دی ہر وہ مال جو عثمان نے مال خدا
سے لوگوں کو دیا ہے وہ بیت المال میں واپس کر دیا جائے اس لیے کہ قدیمی
حق کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ بیت المال کے
روپوں سے عورتوں کی شادی کی گئی ہے یا وہ روپے متفرق شہروں میں منتشر
کر دیے گئے ہیں تو میری انتہائی کوشش اس کی رہے گی کہ وہ سب مال لوٹا
[illegible]

اس پر ظلم تو اور زیادہ تنگ ہو گا " یہ ایک رخ تھا اموی دور خلافت کا جس کی ابتدا حضرت عثمان سے ہوئی اسکے موجب فوز و فلاح امت ہونے کا اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو۔

پانچویں فصل

اکابر صحابہ پیغمبر پر مظالم

تمام مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت عثمان نے مروان بن حکم کو بڑی رقمیں عنایت کیں، حارث بن حکم کو تین لاکھ درہم دیئے اور زید بن ثابت کو ایک لاکھ درہم دے ڈالے تو جناب ابوذر کہنے لگے " جو لوگ خزانے جمع کرتے ہیں انھیں دردناک عذاب کی بشارت ہو" کلام مجید کی اس آیت کی اکثر تلاوت کرتے والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انھیں اے پیغمبر دردناک عذاب کی بشارت دے" مروان نے اُن کی شکایت عثمان سے کی۔ عثمان نے اپنے غلام نائل کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ ان باتوں سے باز آؤ ابوذر نے کہا کیا عثمان مجھے تلاوت کتاب خدا اور ان لوگوں کو بُرا کہنے سے روکتے ہیں جنھوں نے خدا کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں عثمان کو ناراض کر کے خدا کو خوش کروں تو یہ مجھے زیادہ

پسندیدہ ہے اس سے کہ میں عثمان کو خوش کر کے خدا کو ناراض کروں حضرت
عثمان اس جواب سے بے حد برہم ہوئے لیکن غصہ کو دل میں لیے رہے
چند دنوں کے بعد حضرت عثمان نے لوگوں سے پوچھا "امام کے لیے جائز ہے
بیت المال سے کچھ قرض لے جب اسکے پاس ہو جائے تو ادا کرے؟ کعب الاحبار نے کہا
کوئی حرج نہیں ابوذر نے کہا "یہودی والدین کے بیٹے تم ہمیں ہمارے دین کی تعلیم دینے لگے"
عثمان نے ابوذر سے کہا تم اب مجھے زیادہ اذیتیں پہونچانے لگے میرے اصحاب کو بھی بیحد تنگ کرتے ہو
یہاں سے اب مجھے اب نہ دکھانا۔ اس حکم پر ابوذر شام چلے گئے معاویہ نے عثمان کو لکھا ابوذر کے پاس
لوگ بہت کثرت سے آتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لوگوں کو آپ سے
برگشتہ نہ کر دیں اگر یہاں کے لوگوں کی آپ کو ضرورت ہے تو ابوذر کو اپنے پاس
بلا لیجے عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ ابوذر کو فوراً ایک بد رفتار ننگی پیٹھ والے اونٹ پر
سوار کر کے کسی سخت مزاج رہبر کے ساتھ جو رات دن اونٹ کو دوڑاتا لائے اور
کسی جگہ بھی نہ ٹھہرنے دے تاکہ ابوذر پر نیند کا ایسا غلبہ ہو کہ اس کی اذیت سے
میرا اور تمھارا ذکر نا بھول جائیں میرے پاس بھیج دو۔ معاویہ نے ایسا ہی
کیا ننگی پشت برہنہ اونٹ پر سوار کر کے روانہ کر دیا ساتھ میں پانچ آدمی بھی
کر دیے جو بہت تیزی سے اونٹ کو ہنکاتے ہوئے مدینہ لائے جس سے
ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر گر گیا اور قریب تھا کہ مر جائیں۔ کچھ
دن ابوذر گھر میں رہے پھر عثمان کے دربار خلافت میں پہونچے اور اپنے ہاتھوں
اور گھٹنوں کے بل بیٹھے حضرت عثمان نے انھیں دیکھ کر کہا اے جندب تجھے

اور نہی عن المنکر تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے پوچھا کیا تم نے لوگوں سے رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب بنی امیہ کی اولاد تیس تک پہونچ جائے گی تو وہ مال خدا کو مال غنیمت قرار دے لینگے اور خدا کے دین کو فریب مکاری کا ذریعہ بنا لیں گے۔ ابوذر نے کہا ہاں میں نے ضرور سنا ہے کہ رسول اسی طرح فرماتے تھے حضرت عثمان کو بہت غصہ آیا اور جناب ابوذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کردیا مدینہ سے ۳ منزل پر جنگل میں ایک مقام تھا یہ بھی حکم دیا کہ یہ ربذہ سے باہر کہیں جانے نہ پائیں اور مروان سے کہا کہ ان کو ایک اونٹ پر بٹھا کر مدینہ کے باہر نکالدو اور کسی کو ان سے رخصت کرنے کے لیے مدینہ سے باہر نہ جانے دینا غرض آپ انتہائی سختی کے ساتھ نکال دیے گئے اور وہیں عالم غربت و بیچارگی میں انتقال ہوا۔ کوئی کفن دینے والا بھی نہ تھا۔ (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۲ و ۵۴ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ و کتاب التفسیر طبقات ابن سعد ۴ صفحہ ۱۶۸ مروج الذہب جلد اول ۴۳۸ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۱۳ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۹۱)

عبداللہ بن مسعود کی درگت

عبداللہ ابن مسعود پیغمبرؐ کے جیسے جلیل القدر رفیق اور صحابی تھے شاید ہی کوئی پڑھا لکھا مسلمان اس سے ناواقف ہو ہم حدیث و تفسیر و تاریخ کی چند عبارتوں کا صرف ترجمہ یہاں پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ عبداللہ بن مسعود کون تھے خدا اور رسول کی نگاہوں میں ان کی کیا عظمت و جلالت تھی۔

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آیت ولا تطرد الذین یدعون ربھم

والعشی الخ اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے اس کی
خوشنودی کی تمنا میں دعائیں مانگا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھتکار و یہ
شخصوں کے متعلق نازل ہوئی انھیں میں ایک عبداللہ بن مسعود بھی تھے۔
تفسیر طبری جلد ۷ صفحہ ۱۲۸ تاریخ ابن عساکر جلد ۶ صفحہ ۱۰۰ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۵
تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۸ تفسیر شوکانی تفسیر در منثور تفسیر ابن جزری وغیرہ)
شربینی اور خازن نے روایت کی ہے کہ امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا و
قائما یحذر الاخرۃ جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کرے اور
کھڑے خدائی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو۔ ابن مسعود عمار اور
سلمان کے متعلق نازل ہوئی۔
تمسکوا العھد عمار و ما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ عمار کے
عہد سے متمسک رہو اور ابن مسعود جو حدیث تم سے بیان کریں اسکی تصدیق کرو۔
مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۸۵ حلیۃ الاولیا جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ اصابہ
جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ وغیرہ
حضرت امیر المومنین سے ابن مسعود کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔
علم القرآن و علم السنۃ ثم انتھی و کفی بہ علما انھوں نے قرآن کا علم
حاصل کیا اور حدیث کا بھی پھر دونوں کے درجہ انتہا پر پہونچ گئے اور وہ
کامل ہیں (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۶۳ صفۃ الصفوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ حلیۃ الاولیا جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ وغیرہ)
میں کسی کو نہیں جانتا جو مقابلہ ابن مسعود رفتار و گفتار عادات و فضائل میں
...تاریخ ابن کثیر جلد ... صفحہ ۱۶۲ ... (وغیرہ)

تمیم بن حذام سے روایت ہے کہ میں اصحاب رسول کی صحبت میں بیٹھا لیکن میں نے ابن مسعود سے بڑھ کر دنیا سے بے نیاز اور آخرت کا طلب گار کسی کو نہیں پایا۔
(اصابہ جلد ۲ ص۳۶۰ تاریخ امام بخاری وغیرہ)

یہ تھے ابن مسعود اور اُن کی جلالت و عظمت اُن کی رفتار و گفتار اُنکی سیرت و اسلوب اور پیغمبر سے مشابہت اب ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عثمان نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ جب ولید حاکم کوفہ ہو کر آیا تو اس وقت کوفہ کے بیت المال کے نگراں عبداللہ بن مسعود تھے ولید نے عبداللہ بن مسعود سے ایک رقم کثیر قرض کے طور پر مانگی حکام اکثر قرض لیتے اور جب انھیں وظیفے ملتے تو ادا کر دیتے ابن مسعود نے ولید کو بھی قرضہ دیدیا کچھ دنوں کے بعد واپسی کا تقاضا کیا ولید نے حضرت عثمان کو شکایت لکھ بھیجی حضرت عثمان نے ابن مسعود کو لکھا کہ تم فقط خزانچی ہو ولید نے جو کچھ قرض لیا ہے اس کا تقاضا نہ کرو اس سے تعرض کرنا مناسب نہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کنجیاں پھینک دیں اور کہا کہ میں اب تک یہی سمجھا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں تمہارا ہی خزانچی ہونا ہے تو مجھے ملازمت کی حاجت نہیں (کتاب الانساب جلد ۵ ص۳۰)

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ ابن مسعود نے جب بیت المال کی کنجیاں کوفہ ولید بن عقبہ کے سامنے پھینک دیں تو یہ جملہ بھی کہا من غیر غیر اللہ مابہ ومن بدل اسخط اللہ علیہ۔

جو الٹ پھیر کرے گا خدا بھی اسے تہ و بالا کر دے گا جو تبدیلی کام کرے گا

اس پر غضبناک ہوگا میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تمھارے صاحب (عثمان)
ت پھیر بھی کیا ہے اور تبدیلی کے بھی مرتکب ہوئے کیا صحابی پیغمبر
ابی وقاص اس قابل ہیں کہ انھیں معزول کردیا جائے اور ولید بن عقبہ
قابل ہے کہ اسے حاکم مقرر کیا جائے "
وہ اکثر یہ بھی کہا کرتے ان اصدق القول کتاب اللہ واحسن الھدی
... مود محمدا نا تھا
سب سے زیادہ صحیح قول کتاب الٰہی ہے اور سب سے عمدہ ہدایت
مصطفےٰ کی ہدایت ہے اور بدترین اور نت نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات
ت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے "
ولید بن عقبہ نے ان باتوں کی شکایت حضرت عثمان کو لکھ بھیجی اور
ابن مسعود آپ کو عیب لگاتے اور برا بھلا کہتے ہیں عثمان نے ولید کو
تو ابن مسعود کو میرے پاس روانہ کرو۔ ابن مسعود جس وقت مدینہ
عثمان منبر پر خطبہ فرما رہے تھے ابن مسعود کو آتے دیکھ کر گویا ہوئے الا
قد مت علیکم دویبۃ سوء من یمشی علی طعامہ یقی ویسلح دیکھو
جانور تمھاری طرف آرہا ہے جو اپنے کھانے پر چلتا ہے قے کرتا ہے اور
کرتا ہے ابن مسعود نے کہا ایسا نہیں۔ رتبہ ہیں پیغمبر کا صحابی ہوں۔ میں
بدر میں بھی آں حضرت کے ہمرکاب تھا اور بیعت الرضوان میں بھی شریک تھا۔
حضرت عائشہ نے اپنے حجرہ سے پکار کر کہا عثمان تم صحابی پیغمبر کے لیے
کی بات کہہ رہے ہو۔ پھر حضرت عثمان کے حکم دینے پر وہ بہت ... نکالے

مسجد سے نکال دیئے گئے عبداللہ بن زمعہ حضرت عثمان کے غلام یحموم نے انھیں دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر زمین پر پٹک دیا جس سے ان کی پسلی چور چور ہو گئی۔

ابن مسعود مدینہ ہی میں رہے حضرت عثمان انھیں کسی دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان اُن کی عیادت کے لیے آئے اُن دونوں میں باہم اس طرح باتیں ہوئیں۔

حضرت عثمان - آپ کو کیا تکلیف ہے ؟

ابن مسعود - اپنے گناہوں کی تکلیف ہے

عثمان - آپ کا جی کیا چاہتا ہے

ابن مسعود - اپنے پروردگار کی رحمت کا متمنی ہوں

عثمان - میں آپ کے لیے کسی طبیب کو بلاؤں

ابن مسعود - طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے

عثمان - میں آپ کا مشاہرہ دلوا دوں (ابن مسعود نے دو برس سے مشاہرہ نہیں پایا تھا) (تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

ابن مسعود - جب میں اس کا ضرورت مند تھا تب تو آپ نے مجھے دیا نہیں اب جبکہ مجھے اس کی احتیاج نہیں رہی آپ دینے پر آمادہ ہیں۔

عثمان - آپ کے بچوں کے کام آئے گا۔

ابن مسعود - ان کے رزق کا کفیل خدا ہے۔

عثمان - میری بخشائش کا خدا سے سوال کیجیے۔

ابن مسعود - میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ آپ سے میرا حق لے کر دشمنوں کے

بن مسعود نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز عثمان نہ پڑھیں مرنے پر
بقیع میں دفن ہوئے عثمان کو کوئی اطلاع نہ ہوئی جب انھیں معلوم ہوا تو بے حد
غضبناک ہوئے اور کہا کہ تم لوگوں نے مجھ پر سبقت کی عمار نے کہا انھوں نے وصیت
کی تھی کہ آپ اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھیں (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صـ۳۶ تاریخ
یعقوبی جلد ۲ صـ۱۴۷ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صـ۱۴۷ الفتنۃ الکبریٰ ڈاکٹر طہٰ حسین جلد اول صـ۱۵۹ تا ۱۶۱)
لکھتے ہیں۔

منجملہ ان باتوں کے جو حضرت عثمان سے لوگوں کی برہمی کا سبب ہوئیں یہ
بھی ہیں کہ انھوں نے عبد اللہ بن مسعود کو مقید رکھا انھیں معتوب بارگاہ سلطانی
قرار دیا۔ عبادہ بن صامت کو معاویہ کی شکایت پر شام سے نکال باہر کیا عمار کو
اور کعب بن عبادہ کو ۲۰۔۔ ۲۰ کوڑے مارے عبد الرحمان بن عوف سے کہا انت
منافق تم منافق ہو سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صـ۸۲

عمار یاسر کے ساتھ بدسلوکی

محدثین و مورخین کا بیان ہے کہ بیت المال میں کوئی صندوقچہ تھا جس میں ایک زیور
اور ایک عمدہ موتی تھا حضرت عثمان نے بیت المال سے وہ صندوقچہ نکال کر زیور
اپنی کسی بیوی کو دیدیا اس پر لوگوں نے اعتراضات کئے اور اُن کے متعلق اتنی سخت
شدید باتیں کہیں کہ انھیں غصہ آگیا منبر پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور کہا ہم
اس مال خراج سے جتنی ہماری ضرورت ہوگی لے کر رہیں گے چاہے لوگوں کو
ناگوار ہی کیوں نہ گذرے حضرت علی نے کہا ایسی صورت میں آپ روک دیے
جائیں گے آپ کے اور بیت المال کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی۔

عمار بن یاسر نے کہا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جسے تصرف ناگوار گذرا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا اے بڑے پیٹ والی عورت کے بچے تمہاری کیا مجال ؟ اسے گرفتار کر لو عمار گرفتار کر لیے گئے ۔ حضرت عثمان گھر میں چلے گئے اور عمار کو بلا بھیجا اور اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے عمار اٹھا کر جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبر کے گھر لائے گئے بے ہوشی اتنی بڑھی کہ ظہر عصر مغرب کی نمازیں قضا ہو گئیں ۔

جناب عائشہ کو خبر ہوئی تو بے حد برہم ہوئیں اور حضرت سرور کائنات کا ایک موئے مبارک اور ایک کپڑا اور ایک جوتی نکال کر کہنے لگیں کہ کس قدر جلد تم لوگ اپنے پیغمبر کے طریقے کو چھوڑ بیٹھے ابھی تو آپ کا یہ بال یہ لباس اور یہ جوتی بھی پرانی نہیں ہوئی حضرت عثمان اس پر آپے سے باہر ہو گئے اور سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہیں مسجد کے اندر چلے آئے لوگ دیکھ کر سبحان اللہ کہنے لگے عمرو عاص نے سب سے زیادہ سبحان اللہ کی آوازیں بلند کیں ۔

عمار کے ساتھ حضرت عثمان کی اس بدسلوکی کو تمام لوگوں نے بے حد برا جانا یہ خبر آگ کی طرح پھیلی اور تمام مسلمانوں میں نفرت و ناراضی کی لہر دوڑ گئی (الفتنۃ الکبری صہ ۱۶۶ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صہ ۴۹)

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ مقداد بن عمر، عمار بن یاسر طلحہ و زبیر نے بہت سے صحابہ کے ساتھ مل کر ایک نوشتہ لکھا جس میں حضرت عثمان کی تمام ناپسندیدہ حرکتیں ایک ایک کر کے لکھیں اور پروردگار کا خوف دلایا اور تنبیہ کی کہ وہ اگر ان باتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہم لوگ ان کے خلاف کسی اقدام پر لامحالہ مجبور ہوں گے عمار وہ نوشتہ لیکر حضرت عثمان کے پاس آئے اور کچھ نوشتہ انھیں پڑھ کر سنایا حضرت عثمان نے

سب لوگوں میں بس تمہیں کو جرأت ہوئی عمار نے کہا چونکہ میں دوسروں کی بنسبت
آپ کا زیادہ خیر خواہ ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا سمیہ کے بیٹے تم جھوٹے ہو۔ عمار نے
خدا کی قسم میں سمیہ کا بھی بیٹا ہوں اور یاسر کا بھی۔ حضرت عثمان نے اپنے غلاموں کو
حکم دیا۔ بس غلاموں نے عمار کے ہاتھ پیر پکڑ لیے اور حضرت عثمان نے اُن کے آلۂ تناسل پر
ٹھوکریں ماریں وہ جوتا بھی پہنے ہوئے تھے اس چوٹ کی وجہ سے عمار کو فتق کا عارضہ لاحق
ہوا اور بے ہوش ہو گئے اور وہ بہت زیادہ بوڑھے بھی تھے۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد اوّل ص۱۶۶
کتاب الانساب الاشراف بلاذری جلد ۵ ص۴۹ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ا ص۲۹
عقد فرید جلد ۲ ص۲۷۲)

علامہ بلاذری و یعقوبی وغیرہ لکھتے ہیں۔
جب حضرت عثمان کو ربذہ میں حضرت ابوذر کے انتقال کر جانے کی خبر
معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا رحمہ اللہ عمار بن یاسر نے کہا ہاں خدا ان پر ہم سب
لوگوں کی طرف سے رحم کرے حضرت عثمان نے بہت فحش گالی دیکر کہا تم سمجھتے ہو
میں ابوذر کے جلاوطن کرنے پر شرمندہ ہوں انھوں نے حکم دیا اور عمار گدی میں ہاتھ
دے کر نکال دیے گئے۔ حضرت عثمان نے کہا تم بھی وہیں ربذہ جاؤ جب عمار سامان
سفر تیار کرنے لگے تو بنو مخزوم نے حضرت علی سے آکر درخواست کی کہ آپ عمار کے
متعلق خلیفہ سے گفتگو کیجیے حضرت علی نے عثمان سے کہا اے عثمان خدا سے ڈریے
آپ مسلمانوں میں سے ایک مرد نیکوکار کو پہلے ہی جلاوطن کر چکے ہیں اسی جلاوطنی
میں اس غریب کا انتقال ہو گیا پھر اب دوبارہ ابوذر ہی جیسے افراد کو جلاوطن کرنے پر
تلے ہوئے ہیں اس موقع پر علی و عثمان میں سخت کلامی کی نوبت آگئی عثمان نے کہا

زیادہ جلاوطنی کے تو آپ سزاوار نظر آتے ہیں علی نے کہا اگر مرضی ہو تو ایسا ہی کر دیکھئے مہاجرین حضرت عثمان کے پاس جمع ہوئے انھوں نے کہا کہ جو جب آپ سے کوئی بات کرتا ہے آپ اسے شہر بدر اور جلاوطن کرنے پر تل جاتے ہیں یہ چیز کسی صورت سے گوارا نہیں ہو سکتی (الفتنۃ الکبریٰ جلد اول صفحہ ... بلاذری جلد ۵ صفحہ ۵۴ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵)

مقدس مومنین کوفہ کی جلاوطنی شام کی طرف

حضرت عثمان نے بہت سے ناپسندیدہ اور قابل اعتراض افعال کیے جس پر تمام صحابہ برہم تھے مثلاً بنی امیہ کو ہر جگہ کی حکومت دی، خصوصاً فاسق وجاہل اور بیدین اموی اشخاص کو نیز اموال غنائم وخراج سے اپنے خاندان کے لوگوں کے گھر بھر دیے اور غریب مسلمانوں کو محروم رکھا اور عمار وابوذر اور عبداللہ بن مسعود ایسے اکابر صحابہ پیغمبر کے ساتھ انتہائی نامناسب سلوک کیے پھر اتفاق ایسا ہوا کہ ولید بن عقبہ گورنر کوفہ نے جب شراب پی کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور لوگوں نے اس کی شراب نوشی کی گواہی دی تو اسے معزول کر کے حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو گورنر بنا کر بھیجا سعید کے دربار میں شرفائے کوفہ کی آمد و رفت رہتی۔ ایک دن سعید نے معززین کوفہ سے کہا ان السواد بستان لقریش (بنی امیہ) سرزمین عراق قریش اور بنی امیہ کا باغ ہے مالک اشتر نے کہا وہ سرزمین ہے جسے خدا نے ہماری تلواروں کے ذریعہ مسلمانوں کو دلوایا ہے تم اپنا اور اپنی قوم کا باغ کہہ رہے ہو؟ سعید کے پولیس افسر نے کہا تم حاکم کی بات رد کر رہے ہو؟ اور بھی اس نے سخت سست کہا

شتر نے اپنے گرد کے شرفاء کی طرف دیکھا وہ تمام لوگ سعید کے سامنے
یس افسر پر ٹوٹ پڑے اسے روند ڈالا اور ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی اس واقعہ کی
ری پھیلتی گئی سعید نے معززین کوفہ سے ملنا جلنا بند کر دیا، انھوں نے سعید کو
ت برا بھلا کہا پھر عثمان تک پہونچ گئے کہ انھوں نے ہم لوگوں کو ذلیل کرنے کیلیے
ل کے چھوکروں کو ہمارا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور بھی بہت سے لوگ ان کے ہمدرد
گئے اور صورت حال بہت خراب ہو گئی۔ سعید بن عاص نے یہ سرگذشت
عثمان کو لکھ بھیجی، عثمان نے سعید کو لکھا کہ سب کو شام کی طرف نکال باہر کرو۔
حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ کوفہ کے لوگ فتنہ و فساد پھیلانے پر تُلے
ئے ہیں تمہارے پاس انھیں بھیج رہا ہوں اگر نیک چلن دیکھنا تو ان کے ساتھ
چھے سلوک کرنا اور ان کے وطن واپس کر دینا۔

(۱) تاریخ طبری جلد ۵ صہ ۸۸ تا ۹۰ کامل ابن اثیر جلد ۳ صہ ۵۷ تا ۶۰ تاریخ ابن خلدون جلد ۲
صہ ۳۸۰ تا ۳۸۹ تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صہ ۱۶۸)

معاویہ ان لوگوں کو کہاں برداشت کر سکتے تھے انھوں نے دربار خلافت میں
عرضیاں گذاریں کہ ان لوگوں کو کوفہ واپس جانے دیجئے ورنہ یہ لوگ شام کو بگاڑ کر
دیں گے حضرت عثمان نے پھر ان لوگوں کو کوفہ واپس جانے کا حکم دیا یہ لوگ
پہونچے تو اب سعید کے چیخنے چلانے کی باری تھی حضرت عثمان نے سعید کو لکھا
ان لوگوں کو عبدالرحمان بن خالد بن ولید گورنر حمص کے پاس بھیج دو اور مالک اشتر
ان کے اصحاب کو لکھا کہ
میں تم لوگوں کو حمص بھیج رہا ہوں جب میرا یہ خط ملے تو تم چل کھڑے ہونا

تم اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے سے باز نہ رہوگے۔"

تھوڑے دنوں تک یہ لوگ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے کوفہ بھیج دیے گئے

حقیقت یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا اشخاص کی عظمت وجلالت نیک کرداری

مشہور عالم زہد وتقوی مقتضی تھا کہ انکی عزت وتوقیر کیجاتی نہ کہ انھیں جلاوطن

کیا جاتا در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا جاتا ان حضرات سے کوئی خطا سرزد

ہوئی تھی نہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی اقدام کیا تھا محض ایک ایسے مخبر

اطفر اور نوخیز اوباش سعید بن عاص نے خلیفہ کے کان بھر دیے اور خلیفہ نے

ان تمام لوگوں کو چوروں اور بدمعاشوں ڈاکوؤں لٹیروں

سے بھی بدتر سلوک کا مستحق سمجھ لیا اور ذلت وتوہین میں کمی اٹھا نہ رکھی حالانکہ

خداوند عالم کا ارشاد ہے

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم

نادمین اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح سوچ لو کہیں ایسا

نہ ہو کہ نادانی میں تم کسی قوم کو مبتلائے مصائب کردو اور بعد میں اپنے افعال

پر شرمندہ ہو۔

سعید بن عاص کا فسق وفجور کچھ ڈھکا چھپا نہیں ایک سعید کے کہنے

پر بے سمجھے بوجھے اور بغیر چھان بین کیئے انکا بدولت طرح طرح کے مصائب میں

مبتلا کئے گئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

"اہم بات یہ ہے کہ سعید نے ان لوگوں کو ان کے وطن سے نکال باہر کیا

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی امیر کو کہاں تک جائز ہے کہ مسلمانوں کو اُن کی زمین سے
نکال باہر کرے خواہ یہ نکال باہر کرنا اس کی ذاتی تجویز ہو یا خلیفہ کے حکم سے۔
مسلمانوں کو اُن کے اپنے وطن سے جلاوطن کرنا تب ہی جائز ہے جب اسکا پورا پورا
ثبوت فراہم ہو جائے کہ ان لوگوں نے خدا و رسول سے جنگ کی اور زمین پر فتنہ و
فساد پھیلایا اسی صورت میں امام کے لئے جائز ہے کہ انھیں قتل کرے سولیاں
دلوائے یا ان کے ہاتھ پیر کٹوا دے یا وہاں سے نکال باہر کرے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر جو سب کے سب قاریان قرآن، صالحین اور
خدا میں بڑی آزمائشوں والے تھے کوئی الزام اس کا قائم نہ ہو سکا کہ انھوں نے خدا
و رسول سے جنگ کی یا زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کی۔ ان
لوگوں نے اطاعت و فرمانبرداری سے گریز کیا تھا نہ حضرت عثمان کی حکومت بلکہ
ان کے حاکم کی حکومت ماننے سے انکار کیا تھا یہ لوگ اس امیر (سعید بن عاص) کے ساتھ
نماز میں شریک ہوتے اور جتنے فرائض ان کے ذمہ تھے سب ادا کرتے تھے بس
[illegible] کے ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے امیر (سعید بن عاص) کی
[illegible] پر یا اس کے کسی قول پر اعتراض کیا اور اس میں حد سے بڑھ گئے۔
[illegible] لڑکے کو یا پولیس افسر کو مارا۔ امیر کے افعال و اقوال پر
[illegible] کرنا ان کا حق تھا اس حق میں اُن سے کوئی نزاع نہیں کر سکتا حضرت
[illegible] عمر خود لوگوں سے اس کی خواہش کرتے تھے کہ عاملوں کی ناپسندیدہ باتوں کے
[illegible] ٹوک کریں۔ لہذا کسی طرح سزاوار نہ تھا کہ انھیں سزا دی جائے۔
[illegible] کہ ان لوگوں نے اس [illegible] پولیس افسر کو مارا پیٹا تھا تو

زیادہ سے زیادہ اسی قسم کی سزا ان لوگوں کو بھی دی جا سکتی تھی ملامت کی جاتی جیل میں ڈال دیا جاتا یا قصاص لے لیا جاتا۔ مگر انھیں اُن کے وطن سے نکال باہر کرنا یہ بہت ہولناک بات تھی پرانے زمانہ کے لوگ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے بھی نصر بن حجاج کو جلا وطن کیا تھا اس وقت جب انھیں خطرہ ہوا تھا کہیں عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں لہٰذا حضرت عثمان کے لیے بھی جائز تھا کہ مسلمانوں کے فتنہ میں پڑنے کے خوف سے ان لوگوں کو جلا وطن کر دیں۔ لیکن دونوں صورتوں میں بہت بڑا فرق ہے نصر بن حجاج کا شہر بدر ہونا ایسا نہیں تھا اس نے کوئی خطا نہ کی تھی چونکہ بےحد حسین و جمیل اور موزوں قامت کا انسان تھا عورتیں اس پر جان دیتی تھیں مگر اس نے خود عورتوں کی ہمت افزائی نہیں کی میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسے مشورہ دیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم مدینے سے چلے جاؤ اسے روپئے پیسے بھی دیدیئے پھر بھی حقیقت ہے کہ اس وقت کے سبھی مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کو پسندیدگی کی نظر سے بھی نہیں دیکھا بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اس شخص نصر بن حجاج کو شہر بدر نہیں کیا نہ اسے کوئی سزا دی۔ صرف شوق دلایا کہ تم مدینہ سے باہر چلے جاؤ اور باہر جانے میں اس کی مدد کی۔

مگر اس سعید نے ان مومنین کو کوفہ سے باہر جانے کا شوق نہیں دلایا اور نہ ان کی مدد کی بلکہ حکومت کے دبدبہ و طاقت کے بل پر انھیں اُن کے وطن سے نکال باہر کیا اور ایسی جگہ بھیج دیا جو اُن کے لیے اجنبی تھی جہاں راحت الجنان مفقود اور سکونت کی آسائشیں عنقا تھیں اور اس نے خود یا حضرت عثمان

ومنین کو معاویہ کے حوالہ کر دیا تاکہ وہ انھیں پوری گرفت میں لے اور جس طرح
اب سمجھے انھیں ٹھیک کرنے کی کوشش کرے تو اس سعید نے انھیں
کے شہر سے نکال باہر کیا گھر والوں کے متعلق اندیشہ و ہراس میں ڈالا۔
ب دیوان سے ان کا نام منتقل کر دیا اور ان کی آزادی سلب کر لی۔ اس معاملہ
یا ے نہ تھوڑا حق حاصل تھا نہ زیادہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان نے
یسی جلا وطنی نہ کی تھی بلکہ ایک اسلامی صوبہ سے دوسرے اسلامی صوبہ
میں بھیج دیا تھا اور تمام اسلامی زمین مسلمانوں کا وطن ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ
ثمان کے عہد کے تمام صحابہ اور تابعین نے اس جلا وطنی کو ناگوار بلکہ ناجائز
کہا۔ کہنے والے لاکھ کہیں کہ امام کو حق ہے سزا دینے کا، مگر امام کے لیے
ہرگز جائز نہیں کہ ایسی غیر معمولی سزا دے جو دید نہ شنید۔ ہم آگے چل کر
بیان کریں گے کہ حضرت عثمان کے عاملوں نے لوگوں کو شہر بدر کر کے اپنے اوپر
بھی ظلم کیا اپنے امام عثمان پر بھی اور لوگوں پر بھی۔ (الفتنۃ الکبریٰ ص ۱۱۲ تا ۱۱۴)

اس موقع پر ہم ان مقدس بزرگوں کے حالات نہایت اختصار
کے ساتھ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو سکے کہ یہ حضرات
کس بلند درجہ پر فائز تھے اور اُن کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئیں وہ کتنی کھلی
اور کھلی ہوئی ناانصافی تھیں۔

(۱) **مالک اشتر۔** پیغمبر کے شرف صحبت اٹھائے ہوئے بزرگ ہیں جن کا نے
آپ کا ذکر کیا ہے مدح و ستائش ہی کے ساتھ۔ آپ کی علوئے منزلت
و جلالت قدر کے لئے امیر المومنین کی مدح و ثنا میں ڈوبی ہوئی انھیں

کافی ہیں جو آپ نے اُن کی زندگی میں اور مرنے کے بعد فرمائیں۔ نہج البلاغہ
کے صفحات کھلے ہوئے ہیں ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

امیر المومنین کا یہ مختصر جملہ ہی اُن کی شخصیت سمجھنے کے لیے کافی ہے
رحم اللہ مالکاً فلقد کان لی کما کنت لرسول اللہ (شرح نہج البلاغہ
ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۴۱۶) خداوند عالم مالک پر رحم فرمائے وہ میرے لیے
ایسے ہی تھے جیسا کہ میں خود رسول اللہ کے لیے تھا۔

مصر کے نامور ادیب و مورخ استاد عبدالفتاح عبدالمقصود (جن کی
کتابوں سے ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی الفتنۃ الکبریٰ میں استفادہ کیا ہے) لکھتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ مالک اشتر متقی و پرہیزگار امین و دیانت دار انسان
تھے اور حضرت عثمان کی مخالفت سے محض خدا کی خوشنودی حضرت عثمان
کی بھلائی اور مسلمانوں کی بہبودی تھی اور یہی اُن کے کردار اور سیرت کے
شایان بھی تھا اور امیر المومنین نے اُن پر جو اتنا گہرا اعتماد کیا وہ بھی اُنکی
بلند کرداری اور پاکیزگی سیرت کی وجہ سے۔ حضرت کی فراست لوگوں کے
نفسیات و طبائع کو بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔

علی، جو محمد مصطفےٰ کے مقرب بارگاہ اور سب سے بڑھکر اُن کے چہیتے تھے
جو محمد مصطفےٰ کے بعد فضائل و عادات کے لحاظ سے سب سے بڑھکر پاک
پاکیزہ طاہر و مطہر تھے۔ کیا اُن کے متعلق کسی کو وہم و گمان بھی ہو سکتا ہے
کہ وہ ایک غدار شخص کو اپنا مقرب بارگاہ بنائیں اور سب سے بڑھکر
اپنا مخلص سمجھیں مالک کی شہادت کی خبر سن کر علی نے کہا تھا کان الاسترلی

کما کنت الرسول اللہ ۔

اصل بات یہ ہے کہ جتنی روایتیں مالک اشتر کے دامن کو داغ دار بناتی ہیں وہ سب وہم کی پیداوار ہیں یا پھر ایسے عقل کی ہیں جو افراد بہتان کے دلدادہ اور سپید جھوٹ کی عادی ہیں اور ان تمام روایتوں کی غرض و غایت محض یہ ہے کہ اشتر کی جو قدر و منزلت تھی وہ گھٹ جائے بنی امیہ کی فطرت و طبیعت سے یہ چیز کوئی بعید بھی نہیں (الامام علی ابن ابی طالب جلد سوم)

(۶) زید بن صوحان عبدی جو زید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ پیغمبر کے صحابی تھے۔

صحابہ کرام کے حالات میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب میں ان کے حالات درج ہیں علامہ ابو عمر استیعاب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کان فاضلا دینا سیدا فی قومہ زید بڑے فاصل دیندار اور اپنی قوم میں سردار کی حیثیت رکھتے تھے، محدثین نے پیغمبر کی حدیث ان کے متعلق روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص ایسے انسان کو دیکھنا چاہے جس کے بعض اعضا اس کے باقی اعضا سے پہلے جنت میں جائیں گے وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔ ان کا ایک ہاتھ کسی جنگ میں کٹ چکا تھا۔ ایک مرتبہ زید اپنے مرکب پر سوار ہو رہے تھے حضرت عمر نے رکاب تھام کر انھیں سوار کیا اور حاضرین سے کہا کہ اس طرح زید اور ان کے خویش و برادر سے سلوک کرنا چاہیے۔

(۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۶ ص ۱۱ و ۱۳۰ تاریخ خطیب بغدادی جلد ۸ ص ۴۳۹ استیعاب جلد ۱

(۳) صعصعہ بن صوحان عبدی زید مذکور کے بھائی۔ سید و سردار فصیح
مقرر اور بڑے دیندار بزرگ تھے شعبی کہا کرتے کہ میں نے ان سے خطبے سیکھے۔
ابن اثیر لکھتے ہیں۔ اپنی قوم کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے فصیح
فاضل روزگار۔ بہترین مقرر اور بڑے دیندار حضرت علیؑ کے مخصوص صحابہ میں گنے
جاتے تھے (طبقات ابن سعد۔ مروج الذہب۔ استیعاب۔ اصابہ۔ اسد الغابہ۔ تہذیب التہذیب)

(۴) جندب بن زہیر عبدی یہ بھی پیغمبرؐ کے صحابی تھے (استیعاب۔ اسد الغابہ۔ اصابہ)

(۵) کعب بن عبدہ۔ اپنے زمانہ کے مشہور زاہد و عابد (کتاب الانساب بلاذری)

(۶) عدی بن حاتم طائی۔ بڑے جلیل القدر صحابی پیغمبرؐ ہیں ۹ھ میں حاضر
خدمت پیغمبرؐ ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے ان کے ثقہ ہونے میں کسی نے بھی اختلاف
نہیں کیا ان کی حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بڑے
گراں قدر لفظوں میں ان کی مدح فرمائی تھی انھوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ
مجھے پہچانتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں خدا کی قسم میں تمھیں پہچانتا ہوں خدا
نے تمھیں بہترین عرب کے ساتھ معزز کیا ہے۔ تم اس وقت ایمان لائے جب
لوگ کافر تھے اور پیغمبرؐ کو تم نے اس وقت پہچانا جب لوگ انکار کر رہے تھے اس وقت
تم نے وفا کی جب سب نے بے وفائی کی۔ تحقیق پہلا وہ مال زکوٰۃ جس نے رسول
اور ان کے اصحاب کے چہروں کو خنداں کیا قبیلہ طے کا مال زکوٰۃ ہے جسے تم
رسول اللہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تھے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴۵ طبقات
ابن سعد۔ صحیح مسلم۔ استیعاب۔ تاریخ خطیب۔ اسد الغابہ۔ تہذیب التہذیب وغیرہ)

(۷) مالک بن حبیب۔ یہ بھی پیغمبرؐ کے صحابی تھے۔

(۸) یزید بن قیس ارحبی انھوں نے بھی پیغمبر کا زمانہ پایا بہت بڑے سردار اور لوگوں کی نگاہوں میں عظیم المرتبت تھے جب کوفہ والے حضرت عثمان کے خلاف صف آرا ہوئے تو قاریان قران نے باتفاق آرا انھیں اپنا سردار منتخب کیا حضرت علی کے طرفداروں میں تھے۔ کتاب صفین نصر بن فراحم ص ۲۷۹ تاریخ طبری جلد ۶ ص اصابہ جلد ۳ ص ۹۶۵

(۹) عمرو بن حمق بن حبیب خزاعی کعبی۔ پیغمبر کی مصاحبت میں مدتوں رہے آپ کی بہت سی حدیثوں کے حافظ تھے پیغمبر کو انھوں نے ایک مرتبہ جام شیر پلایا جس پر آنحضرت نے دعا دی اللھم امتعہ بشبابہ خداوندا انھیں جوانی سے بہرہ ور فرما چنانچہ یہ ۸۰ برس تک زندہ رہے اور ان کا ایک بال بھی سپید نہیں ہوا

(اسد الغابہ جلد ۴ ص اصابہ جلد ۲ ص ۵۳۳)

(۱۰) عروہ بن جعد۔ یہ ابو جعد بارقی ازدی کے نام سے مشہور ہیں۔ بزرگ صحابی تھے اصابہ، استیعاب اسد الغابہ وغیرہ سبھی تذکروں میں ان کے حالات مذکور ہیں۔

(۱۱) حارث بن عبد اللہ اعور ہمدانی بہت ثقہ اور معتمد بزرگ تھے ابن معین نے انھیں ثقہ لکھا ہے، ابن داؤد نے کہا ہے کہ یہ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ سب سے زیادہ صاحب شرف اور سب سے بڑھکر علم فرائض کے ماہر تھے انھوں نے علم فرائض حضرت علیؑ سے حاصل کیا شعبی جیسے متعصبین نے ان کی تکذیب بھی کی ہے جس کے متعلق علامہ ابن عبد البر اپنی کتاب العلم میں لکھتے ہیں۔

میرا خیال ہے شعبی نے حارث کو کذاب جو کہا اس کا ان سے ابھی بدلہ لیا جائے گا انھوں نے کہنے کو تو کہہ دیا مگر ان کا کذب بتا یا نہیں ہیں

یہ تھے وہ جلیل القدر اصحاب پیغمبر جو اموی خلافت کے پہلے نامزدہ حضرت عثمان کے
فیوض و برکات کے سزاوار ہوئے حضرت عثمان نے ایک سعید کے کہنے پر ان
سمجھے بوجھے بغیر چھان بین کیے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا اور وہ نابود اسلوک
جو آج بھی تاریخ کے صفحات پر نمونہ عبرت ہیں۔

کعب بن عبدہ کی جلاوطنی اور زدوکوب

علامہ حلبی نے حضرت عثمان سے لوگوں کی برہمی کے اسباب میں اس واقعہ کو بھی شمار کیا ہے کہ انھوں نے کعب کو ۲۰ کوڑے مارے
اور پہاڑوں کی طرف نکال باہر کیا۔ کوفہ کے قاریان قرآن اور معززین نے حضرت عثمان
کی خدمت میں سعید بن عاص حاکم کوفہ کی زیادتیوں کی فریاد کی اور اپنا شکایت
نامہ روانہ کیا کعب بن عبدہ جو ایک مشہور زاہد تھے انھوں نے ایک علیحدہ خط لکھا جب
قاصد یہ دونوں خط لے کر عثمان کے پاس آیا تو آپ نے نوشتہ لکھنے والوں کے نام
پوچھے اس نے لاعلمی ظاہر کی حضرت عثمان نے اسے حوالات میں ڈال دیا زدوکوب
بھی کرنا چاہا مگر علی نے منع کیا کہ وہ عرب تو پیغامبر ہے حضرت عثمان نے سعید کو
لکھا کہ کعب بن عبدہ کو ۲۰ کوڑے مارے جائیں اور اُن کا حساب کتاب [illegible] میں
داخل کر دیا جائے۔ سعید نے ایسا ہی کیا پھر عثمان اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور
کعب کو اپنے پاس بلا بھیجا جب وہ آئے تو اُن سے معذرت کی اور اپنے کپڑے
اتار کر کہا کہ تم بھی مجھے ۲۰ کوڑے مار لو۔ کعب نے معاف کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمان نے کعب کا خط پڑھ کر سعید کو لکھا کہ
کعب کو میرے پاس بھیجو کعب بہت لاغر انسان تھے جب وہ عثمان کے پاس

۔۔۔ عثمان نے کہا۔
۔۔۔ مجھے حق کی تعلیم دیتے ہو حالانکہ میں نے کتاب خدا کی اس وقت تلاوت کی
۔۔۔ تم مشرک کے صلب میں تھے
۔۔۔ بن عبدہ منقوری نے آپ کو خلافت کی مسند پر بٹھایا اور اس وقت جبکہ
۔۔۔ نے عہد کیا کہ ہم پیغمبر کی روش پر چلیں گے اگر آج ہم سے پھر دوبارہ مشورہ
۔۔۔ تو ہم یقیناً آپ کو اس منصب سے علیحدہ کر دیں گے۔ اے عثمان کوئی
۔۔۔ نہیں کہ کتاب خدا اس کے لیے ہے جو اسے پڑھے اور اس پر عمل کرے
۔۔۔ میں ہم آپ برابر ہیں ہاں اگر پڑھنے والا اس پر عمل نہ کرے تو وہ قرآن
۔۔۔ گے برخلاف حجت ہوگا۔
حضرت عثمان۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمھیں یہ بھی پتہ نہ ہوگا کہ تمھارا پروردگار کہاں ہے؟
۔۔۔ بن عبدہ۔ ھو بالمرصاد خداوند عالم (آپ کی) گھات میں ہے۔
۔۔۔ وان۔ حضور آپ کی بردباری ہی نے ایسے لوگوں کو جری بنا دیا ہے آپ نہ
۔۔۔ سے کام لیں نہ انھیں اس قسم کی جسارت ہو۔
حضرت عثمان نے حکم دیا کہ کعب کے کپڑے اتارے جائیں اور ۲۰ کوڑے
۔۔۔ جائیں اس سزا کے بعد حضرت عثمان نے انھیں دباوند کی طرف
۔۔۔ وطن کر دیا۔
۔۔۔ سعید نے انھیں بکیر بن حمران احمری کی نگرانی میں دباوند بھیج دیا وہاں جس
۔۔۔ کے یہاں جا کر ٹھہرے اس نے بکیر سے پوچھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا

اگر ایسے ہی لوگ شریر ہوتے ہیں تو یقیناً یہی بہترین خلائق ہیں۔

کعب کے جلا وطن کیے جانے پر طلحہ و زبیر نے حضرت عثمان کی خواہش [illegible]

جس پر انھوں نے کعب کو واپس بلا لیا۔

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۴۱ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ ریاض نضرہ

صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۹ صواعق محرقہ صفحہ ۶۸)

مشہور زاہد و عابد عامر بن قیس کی جلا وطنی

علامہ طبری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب

کچھ مسلمانوں نے جمع ہو کر حضرت عثمان کے افعال و اعمال کا آپس میں تذکرہ کیا [illegible]

رائے ہوئی کہ کسی کو عثمان کے پاس بھیجا جائے جو جا کر ان سے گفتگو کرے اور

ان کی طرف سے جو زیادتیاں عمل میں آئی ہیں انھیں گنائے۔ طے ہوا کہ عامر بن قیس [illegible]

جائیں وہ حضرت عثمان کے پاس پہونچے اور کہا

عامر بن قیس کچھ مسلمانوں نے اکٹھا ہو کر آپ کے افعال کی چھان بین کی اور

اس نتیجہ پر پہونچے کہ آپ نے بہت سے قابل اعتراض افعال کئے ہیں آپ

خدا سے توبہ کیجئے اور ان باتوں سے باز رہیئے۔

حضرت عثمان اس شخص کو دیکھو جسے لوگ قاری جانتے ہیں یہ ہمارے پاس آ کر

اوٹ پٹانگ کی بکواس کرتا ہے اسے خدا کی قسم یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کہاں ہے؟

عامر بن قیس میں نہیں جانتا کہ خدا کہاں ہے۔

حضرت عثمان ہاں بخدا تم نہیں جانتے کہ خدا کہاں ہے۔

عامر بن قیس میں خدا کی قسم جانتا ہوں ان اللہ بالمرصاد کوئی شک نہیں کہ

نہ آپ کی گھات میں ہے۔

حضرت عثمان نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو اکثر دیندار مسلمانوں کے ساتھ کر چکے تھے اور شام کی طرف نکال باہر کیا۔

ابن قتیبہ، ابن عبدربہ اور راغب اصبہانی کے نزدیک حضرت عثمان سے لوگوں کی برہمی کے اسباب میں سے ایک وجہ عامر بن قیس کی جلاوطنی بھی تھی

(معارف ص۸۴ و ۱۹۴ عقد فرید جلد ۲ ص۲۶۱ محاضرات جلد ۲ ص۲۱۲)

سچ کہا ہے کسی نے۔

ہنگامے تیرے صیاد نہ چھوڑا زمانہ میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

وہی دور حکومت جس کی ابتدا حضرت عثمان سے ہوئی غریب مسلمانوں کے لیے کس قدر موجب فوز و فلاح تھی، ہر اسلامی شہر کے جتنے مقربین و نیکوکار مومنین تھے سبھی ان فیوض و برکات سے نہال ہوئے کسی کو کوڑوں سے پیٹا گیا کسی کو تاریک قید خانوں میں مقید کیا گیا کسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ شہر بدر کیا گیا کسی کا آذوقہ بند کیا گیا کسی کی ہڈی پسلی توڑی گئی کسی کو مجمع عام میں گالیاں دی گئیں یہ سب باتیں آخر کس لیے عمل میں لائی گئیں صرف اس لیے کہ یہ مقدس نیکوکار مومنین حق کے لیے غضبناک ہوئے منکرات کو ناپسند کیا اندھیر گردی ان سے برداشت نہ ہوئی۔ کیوں نہیں ایسا کیا گیا کہ ان کی شکایتیں سنی جاتیں جو جائز ہوتیں انھیں دور کر دیا جاتا جو ناجائز تھیں ان میں قائل کیا جاتا اس میں خدا کی خوشنودی تھی اور پیغمبر کی بھی اور تمام مسلمانوں کی بھی اور یہی مناسب ذریعہ تھا فتنہ و فساد کے انسداد کا۔ مارنے پیٹنے شہر بدر کرنے

چھٹی فصل

اکابر صحابہ کا حضرت عثمان کے متعلق فتویٰ

حضرت عثمان کی خلافت کے فیوض و برکات پر اکابر صحابہ نے کن الفاظ میں احسان مندی ظاہر کی ہے اور کس کس عنوان سے اپنی ممنونیت کا اظہار کیا ہے مختصر لفظوں میں اسے بھی سنتے چلئے۔

حضرت عائشہ کا فتویٰ

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ جب عثمان محصور تھے تو ان کی حمایت میں مروان بہت ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اسی وقت جناب عائشہ حج کے لیے آمادہ سفر ہوئیں مروان زید بن ثابت اور عبدالرحمان بن عتاب اُن کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ ام المومنین کیا اچھا ہوتا کہ آپ سفر کا ارادہ ملتوی کر دیتیں آپ دیکھ رہی ہیں کہ خلیفۂ وقت محصور ہیں آپ کی موجودگی ان کے بچاؤ کا ذریعہ ہوگی عائشہ نے کہا اب تو ہم نے رخت سفر باندھ لیا ہے رکنا ممکن نہیں۔ ان لوگوں نے دوبارہ درخواست کی عائشہ نے مثل سابق انکار کیا مروان یہ شعر پڑھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

وحرق قیس علی البلا ... دحتی اذا استعرت احذ ما

قیس نے شہروں میں آگ لگا دی جب وہ آگ بھڑک اٹھی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ عائشہ نے کہا سنو خدا کی قسم میرا تو جی چاہتا ہے کہ تمہارے اور تمہارے

ایک ایک چکی بندھی ہوتی اور تم دونوں سمندر
جب عثمان دونوں کے پیروں میں
میں ڈیے جاتے یہ کہہ کر آپ مکہ روانہ ہو گئیں (طبقات ابن سعد جلد ۵ ص۲۵)

بلاذری کی لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ
مروان جی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ (عثمان) میرے ان تھیلوں میں سے ایک
تھیلے میں ہوتے اور میں خود اٹھا کر لے جاتی اور سمندر میں ڈال دیتی (کتاب
انساب بلاذری جلد ۵ ص۷۱)

عبداللہ بن عباس کو حضرت عثمان نے موسم حج کا افسر مقرر کر کے بھیجا تھا راستہ
میں جناب عائشہ سے اُن کی ملاقات ہوئی عائشہ نے کہا
"ابن عباس خدا نے تمھیں عقل سمجھ اور قوت تقریر عنایت کی ہے دیکھو لوگوں کو
اس طاغیہ (سرکش) (عثمان) سے روگرداں کر دو (کتاب انساب بلاذری جلد ۵ ص۷۵)
قتل عثمان کے سال عائشہ اور ام سلمہ دونوں نے حج کیا عائشہ عثمان سے
بگڑی تھیں جب انھیں عثمان کے محصور ہونے کی خبر ملی تو انھوں نے مسجد الحرام
میں اپنا خیمہ نصب کرایا اور کہا۔

میں دیکھتی ہوں کہ عثمان اسی طرح اپنی قوم کے لیے منحوس ثابت ہوں گے
جس طرح ابو سفیان جنگ بدر میں اپنی قوم کے لیے منحوس نکلا۔ بلاذری
جلد ۵ ص۹۱

جناب عمار کے حالات میں بیان کیا گیا کہ عائشہ کو جب عمار کے ساتھ بدسلوکی کی
خبر ملی تو بے حد غضبناک ہوئیں اور پیغمبر کا موئے مبارک پیراہن اور نعلین
باہر لائیں اور کہا کتنی جلدی تم لوگوں نے اپنے پیغمبر کی سنت ترک کر دی حالانکہ

پیغمبر کا یہ بال یہ لباس یہ جوتی ابھی پرانی بھی نہیں ہوئی اس پر حضرت عثمان غصہ کے مارے آپے سے باہر ہو گئے سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں۔

ابو مخنف نے مختلف واسطوں سے روایت کی ہے کہ مکہ میں جناب عائشہ کو قتل عثمان کی خبر ملی تو انھوں نے کہا ابعدہ اللہ خدا انھیں غارت کرے ذالک بما قدمت یداہ وما اللہ بظلام للعبید یہ انکی اپنی کرنی کا پھل ہے خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

علامہ ابن اثیر، علامہ فیروز آبادی، ابن منظور اور زبیدی وغیرہ ائمہ لغت لکھتے ہیں نعثل بیوقوف بوڑھے کو کہتے ہیں نعثل ایک یہودی تھا مدینہ میں تبصیر میں ہے کہ اسی یہودی سے حضرت عثمان کو تشبیہ دی گئی نعثل مصر کا بھی ایک شخص تھا جس کی داڑھی بہت لمبی تھی اور ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عثمان کے مشابہ تھا اور حضرت عثمان کو برا کہنے والے انھیں نعثل کے نام سے پکارتے تھے جناب عائشہ کا قول تھا اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا نعثل کو قتل کر ڈالو خدا نعثل کو قتل کرے مراد ان کی عثمان سے تھی۔

(ا مقصد ماشت۔ تاریخ طبری جلد ۵ عقد فرید جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ تاریخ ابن عساکر جلد تاریخ ابی الفدا جلد ا نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۶۶ اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۵ کامل جلد ۳ صفحہ قاموس حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۴ لسان العرب جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ تاج العروس وغیرہ)

یہ چند عبارتیں مختلف کتابوں کی اختصار کو مدنظر رکھ کر پیش کی گئی ہیں ان کے مطالعہ کے بعد ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ جناب عائشہ کی نظروں میں عثمان کی کیا قدر و منزلت تھی۔ ان کی نظروں میں وہ منصب خلافت کے قطعاً نااہل تھے۔

ستم ظریفیوں میں وہ اتنی سخت تھیں کہ اُن کے قتل کی آرزو کرنے لگیں اس لئے کہ جب
مخالفین کے پیروں میں چکی بندھی ہوتی اور وہ سمندر میں پھینک دیے جاتے یا بورے
میں بھر کر سمندر میں ڈال دیے جاتے یا تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے تبھی تو
رسول کے مبارک پیراہن اور نعلین نکال کر لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکاتیں
انھوں نے مسلمانوں کو ابھارا سفر و حضر ہر عالم میں لوگوں کو ان کی مدد سے
اپنے نظریہ سے وہ اس وقت تک پلٹی نہیں جبتک عثمان قتل نہ کر ڈالے گئے
ان کی توقعات خاک میں نہ مل گئے یعنی خلافت طلحہ تک نہ پہونچنے پائی۔

عبدالرحمان بن عوف کا فتویٰ

یہ عبدالرحمان بن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ایک کہے جاتے ہیں شوریٰ
کے سرگروہ یہی تھے اور انھیں کے فیصلہ سے عثمان خلیفہ ہوئے۔
بلاذری نے سعد سے روایت کی ہے کہ جب ربذہ میں ابوذر کی وفات ہوئی تو
علی و عبدالرحمان بن عوف نے آپس میں اس بدسلوکی کا تذکرہ کیا۔ علی نے کہا
تمہارا ہی کیا دھرا ہے، عبدالرحمان نے کہا جب تم چاہو اپنی تلوار اٹھاؤ اور
میں بھی اپنی تلوار اٹھاتا ہوں عثمان نے مجھ سے جتنے عہد وپیمان کئے تھے سب کی
مخالفت کی۔

(۲) ابوالفداء لکھتے ہیں کہ جب عثمان سے وہ حرکتیں سرزد ہوئیں یعنی ملکوں اور
شہروں پر اپنے خاندان کے چھوکروں کو انھوں نے حاکم بنایا تو عبدالرحمان بن عوف
سے کہا گیا کہ یہ سب تمھارا ہی کیا دھرا ہے عبدالرحمان نے کہا مجھے اس کا وہم و گمان
کبھی ... کام نہ کروں گا

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں مروان بھی عائشہ کے لشکر میں تھا

جب نے کہا آج کے بعد مجھے اپنا بدلہ لینے کا موقع نہ ملے گا۔ اسی مروان نے

تیر مار کر طلحہ کو قتل کیا۔ (تاریخ ابن عساکر)

علامہ ابوعمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ثقہ علماء کا اس امر میں کوئی اختلاف

نہیں کہ مروان ہی نے جنگ جمل میں طلحہ کو قتل کیا۔ ابن حجر نے اصابہ میں

حاکم نے مستدرک میں اور دیگر محدثین نے بھی اسی مضمون کی روایتیں لکھی ہیں۔

زبیر بن عوام کا نظریہ

مسعودی نے روایت کی ہے کہ بروز جنگ جمل

مروان نے کہا تو زبیر بھی چلدیئے اب کہیں

یہ (دوسرا قابل) بھی نہ کھسک جائے یہ کہکر اس نے کہا کچھ پروا نہیں کہ

یہاں پڑے یا وہاں اور تیر نکال کر رگ ہفت اندام پر طلحہ کے مارا اور قتل

کر ڈالا (مروج الذہب ج ۲ صلا)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ طلحہ لوگوں کو سب سے زیادہ حضرت عثمان کے

خلاف برانگیختہ کرتے تھے زبیر کا بھی قریب قریب یہی حال تھا لوگوں کا بیان ہے

کہ زبیر کہا کرتے تھے اقتلوہ فقد بدل دینکم عثمان کو قتل کر ڈالو کہ انھوں نے

تمھارے دین کو بدل ڈالا۔ لوگوں نے کہا آپ کے صاحبزادے تو عثمان کے

دروازے پر اُن کی حمایت میں دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں (اور آپ ایسا کہتے ہیں)

زبیر نے کہا عثمان کا قتل کیا جانا مجھے ذرا بھی ناگوار نہیں۔ چاہے پہلے میرا لڑکا ہی

کیوں نہ قتل کر ڈالا جائے کوئی شک نہیں کل بروز قیامت عثمان پل صراط پر

... ... گے (شرح نہج البلاغہ ... جلد ... صفحہ ...)

طلحہ وزبیر کا مشترکہ سلوک عثمان سے

طبری لکھتے ہیں کہ سعید بن العاص نے مروان اور اس کے ساتھیوں سے راہ (جنگ جمل) میں ملا کہا کہ تم لوگ کہاں چلے جا رہے ہو اور اپنے انتقام کو اپنے پیچھے اونٹوں پر چھوڑے جاتے ہو۔ ارے ان کو قتل کر کے اپنے گھروں کو پلٹ جاؤ (یعنی قاتلین عثمان یہی ہیں) ان لوگوں نے کہا آگے بڑھتے ہیں شاید سب قاتل مل جائیں اور سب کو ہم قتل کر سکیں (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۰)

عمران بن حصین (صحابی پیغمبر) نے کہا اے طلحہ تم نے عثمان کو قتل کیا اور ہم اس کے لیے غضبناک نہ ہوئے پھر تم نے علی کی بیعت کر لی اور ہم آپ پر بھی خفا نہ ہوئے تمہاری تقلید میں ہم نے بھی اُن کی بیعت کر لی اگر عثمان جائز طور پر قتل ہوئے تو پھر تم کاہے کو نکلے اور اگر قتل اُن کا ناحق تھا تو تم نے بھی اُن کے قتل میں پورا پورا حصہ لیا ہے طلحہ نے کہا ہاں یہ سچ ہے مگر علی اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے تو ہم نے اس لیے تو بیعت کی نہیں تھی خدا کی قسم ان کا خون بہایا جائے گا۔ یہ سن کر ابو الاسود نے عمران سے کہا لو ظاہر ہو گیا اور طلحہ نے صاف صاف بتا دیا کہ ان کو خلافت نہ ملنے کا غصہ ہے پھر ابو الاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے اور کہا ہم طلحہ کے پاس گئے تھے زبیر نے کہا ہم اور طلحہ تو ایک روح دو قالب ہیں اور سنا ہے ہم سے خدا کی قسم عثمان کے بارے میں کچھ لغزشیں جلد بازی میں ہوئیں جن سے ہم نے معذرت کی آڑ ڈھونڈی

(امامتہ وسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۵۶)

ابن عباس نے معاویہ کے ایک خط کے جواب میں لکھا۔

دیئے طلحہ وزبیر توان دونوں نے عثمان پرپورش کی اوران کا گلہ
گھونٹ ڈالا پھر علی کی بیعت توڑ کر حکومت کی طلب میں ان دونوں
نے خروج کیا (کتاب صفین نصر بن مزاحم صفحہ ۴۲ شرح ابن ابی الحدید جلد ۲)
امام حاکم نے بسلسلہ اسناد اسمٰعیل بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ جب طلحہ و
بصرہ پہونچے تو لوگوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا ان لوگوں نے کہا ہم عثمان کا
بدلہ لینے آئے ہیں۔ حسن بصری نے کہا سبحان اللہ! کیا لوگوں کو عقل نہیں ہے؟
یہ نہیں کہیں گے کہ تمھارے سوا اور کسی نے عثمان کو قتل نہیں کیا۔

(مستدرک ج ۳ ص ۱۱۸)

جب طلحہ وزبیر اور عائشہ مقام اوطاس میں پہونچے تو سعید بن عاص
و مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ وہاں پہونچا اور جناب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
سعید بن عاص۔ مادر گرامی کہاں کا ارادہ ہے
عائشہ۔ بصرہ جا رہی ہوں۔
سعید بن عاص۔ بصرہ جا کر کیا کیجئے گا۔
عائشہ۔ قاتلین عثمان سے انتقام لوں گی۔
سعید بن عاص۔ قاتلین عثمان تو یہ آپ کے ساتھ ہیں (انھیں کیوں
نہیں قتل کر ڈالتیں)
پھر مروان کی طرف مخاطب ہو کر۔
سعید بن عاص۔ تم کہاں جا رہے ہو؟

سعید بن عاص۔ وہاں جاکر کیا کروگے۔

مروان۔ قاتلین عثمان سے قصاص لوں گا۔

سعید بن عاص۔ قاتلین تو یہ تمہارے ساتھ ہیں انھیں دونوں (طلحہ و) زبیر نے عثمان کو قتل کیا ہے یہ خود خلیفہ بننا چاہتے تھے جب مغلوب ہو (گئے) (علی کی بیعت ہو گئی) تو انھوں نے کہا خون کو خون سے دھوئیں گے اور گناہ کو توبہ سے رفع کریں گے۔

اس کے بعد مغیرہ نے کہا لوگو اگر تم محض مادر گرامی کی معیت میں نکلے ہو تو اب انھیں پلٹائے جاؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر قتل عثمان پر غضبناک ہو کر نکلے ہو تو تمہارے انھیں سرداروں (طلحہ و زبیر) نے عثمان کو قتل کیا ہے اور اگر تم علی سے کسی بات پر ناراض ہو تو بتاؤ وہ کون سی باتیں ہیں؟ تمہیں میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ادے سال بھر میں دو دو جنگے

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ)

عبداللہ بن مسعود کی رائے گذشتہ صفحات میں ابن مسعود کی سرگزشت عثمان کے متعلق ان کی رائے اور ان کے خلاف غم و غصہ۔ مختصراً ذکر کیا جا چکا ہے یہ بہت سخت مخالف تھے عثمان پر عیب لگاتے ہر موقع پر ان کی قدح کرتے ان کی ناپسندیدہ حرکات کا ذکر کرکے انھوں نے تمام عراق کو ان کا مخالف بنا دیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود کا تنفر اور غیظ و غضب مرتے دم تک باقی رہا مرنے لگے تو یہ وصیت کر کے مرے کہ عثمان میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں۔

مصر کے جلیل الشان مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

وکان منهم فریق تراموا بالکفر والفسوق فقد روی ان عمار بن
یاسر کان یکفر عثمان ویستحل دمه ویسمیه نعثل وروی ان ابن مسعود
کان یستحل دم عثمان ایام کان فی الکوفة وهو کان یخطب الناس فیقول:
ان شر الامور محدثاتها وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل
ضلالة فی النار یعرض فی ذالک بعثمان وعامله الولید -
وروی ان عبد الرحمان بن عوف قال علی: ان شئت اخذت
سیفک واخذ سیفی فانه خالف ما اعطانی وروی کذالک انه
قال لبعض اصحابه فی المرض الذی مات فیه عاجلوه قبل ان
یتمادی فی ملکه -(الفتنة الکبری جلد اول ص۱۷۱)

صحابہ کرام میں ایک جماعت ان لوگوں کی تھی جو انھیں کافر اور فاسق قرار
دیتی تھی۔ روایتوں میں ہے کہ عمار یاسر عثمان کو کافر کہتے اور اُن کا خون مباح جانتے
تھے انھیں نعثل کے نام سے یاد کرتے۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ابن مسعود عثمان کا خون
حلال جانتے ان دنوں میں جبکہ وہ کوفہ میں تھے۔ وہ تقریر کرتے ہوئے لوگوں
سے کہتے: بدترین امور نت نئی باتیں ہیں اور ہر نت نئی بات بدعت ہے اور ہر
بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہوگی۔ اس فقرے سے اُن کا اشارہ عثمان
اور ان کے عامل ولید کی طرف تھا۔ روایتوں میں یہ بھی ہے عبد الرحمان بن عوف نے
علی سے کہا تھا کہ اگر چاہو تو تم بھی تلوار اٹھاؤ اور میں بھی تلوار اٹھاؤں کیونکہ عثمان نے
[illegible] مجھ سے کئے تھے [illegible]

کہ انھوں نے مرض الموت میں بعض اپنے اصحاب سے کہا عثمان کی جلدی خبر لو
قبل اس کے کہ وہ حد سے گذر جائیں۔

یہ فتویٰ تھا عثمان کے متعلق پیغمبر کے اس جلیل القدر صحابی کا جو رفتار
گفتار اور طور طریق میں تمام لوگوں سے زیادہ مشابہ پیغمبر تھے

عمار بن یاسر کی رائے

جناب عمار نے بروز صفین اپنی ایک تقریر میں
بندگان خدا میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو ایسی قوم کی طرف جو کہتے ہیں
ہم انتقام عثمان کے طالب ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ عثمان کو نیکو کار بندوں نے
قتل کیا جو سرکشی اور ظلم کو ناپسند کرتے اور نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ طالبان انتقام عثمان
جنھیں محض اپنی دنیا کی سلامتی کی فکر ہے چاہے دین تباہ و برباد ہو جائے ہم سے
پوچھتے ہیں کہ تم نے عثمان کو کیوں قتل کیا ہم نے جواب دیا کہ چونکہ انھوں نے
ناپسندیدہ حرکتیں کیں

(کتاب صفین مطبوعہ مصر صفحہ ۳۶ و ۲۰۹ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱ کامل ابن اثیر
جلد ۳ صفحہ ۱۲۳ تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۲۶۶ جمہرۃ الخطب جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

باقلانی لکھتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عمار کہا کرتے ہیں عثمان کافر ہیں۔ اور ان کے قتل کیے جانے کے
بعد کہتے تھے کہ ہم نے جس دن عثمان کو قتل کیا ایک کافر کو قتل کیا (تمہید صفحہ ۲۰)

جناب عمار کی عظمت و جلالت سے کون ناواقف ہوگا۔ وہی عمار ہیں جن کی مدح
و ثنا میں کلام مجید کی متعدد آیتیں نازل ہوئیں اور پیغمبر ان کی مدح و ستائش میں رطب
اللسان رہے کبھی فرمایا عمار سر سے پیر تک ایمان سے لبریز ہیں کبھی کہا

کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ جدھر عمار گردش کرتے ہیں ادھر حق گردش
ہے یہ عمار عثمان کو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا بندگان خدا کے ساتھ مخالفت کا
حکم کرنے والا دین خدا میں تغیر و تبدل کا ارادہ رکھنے والا قرار دیتے تھے عمار کے
قاتلین عثمان نیکو کار مومنین تھے جو ظلم و عدوان کو ناپسند کرتے تھے نیک
کاموں کا حکم دیتے تھے اسی قسم کے ان کے اور بھی بہت سے ارشادات میں انھوں نے
اسی پر آخر وقت تک جمے رہے اور جو طرز عمل اختیار کیا اسی پر مصر رہے
واضح لفظوں میں اعتراف ہے کہ یورش کرنے والوں میں ہم بھی تھے انھیں اس کا
افسوس تھا کہ ہم نے قبر کھود کر عثمان کو جلایا کیوں نہیں (شرح ابن ابی الحدید جلد [illegible])

جہاہ بن سعید غفاری کی رائے

حضرت عثمان تقریر کر رہے تھے کہ جہاہ غفاری اٹھ کھڑے ہوئے اور چیخ کر کہا۔

"اے عثمان یہ اونٹ لے کر ہم آئے ہیں جس پر چادر ہے ہنکڑی بندھی ہے
سے اترو تاکہ تمھیں اڑھا پہنا کر اونٹ پر بٹھائیں اور تمھیں جبل دخان پر جا کر
چھوڑ آئیں۔

بلاذری کی لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک دن عثمان تقریر کر رہے تھے کہ جہاہ
کہا اے عثمان منبر سے اترو کہ ہم تمھیں چادر اوڑھائیں اور ایک اونٹ پر
جبل دخان کی طرف لے جائیں جس طرح تم نے مقدس اور برگزیدہ لوگوں کو
جلاوطن کیا ہے۔
جہاہ عثمان پر بیحد غضبناک تھے جس دن عثمان مقتول ہوئے جہاہ بھی
بھی تھے اور حضرت عثمان کا عصا [illegible]

جس سے جہجاہ کا گھٹنا زخمی ہو گیا اور زخم میں کیڑے پڑ گئے۔

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صـ۴۷ تاریخ طبری جلد ۵ صـ۱۱۴ استیعاب جلد ۱ صـ۹۵ جہجاہ کامل جلد ۳ صـ۸۴ ریاض نضرہ جلد ۲ صـ۱۲۳ تاریخ ابن کثیر جلد ۷ اصابہ جلد ۱ صـ۲۵۳ تاریخ خمیس جلد ۲ صـ۲۶۱)

یہ جہجاہ ان جلیل القدر اصحاب پیغمبر میں سے تھے جنھیں بیعت الرضوان کا خصوصی شرف حاصل تھا بتصریح قرآن یہ خدا سے راضی تھے اور خدا ان سے راضی تھا ایسے جلیل القدر صحابی عثمان کی معزولی اُن کی جلاوطنی چادر اتار کر طوق و زنجیر میں مقید کر کے جبل دخان کی طرف اُن کی تشہیر مباح سمجھتے تھے اُن کی ہتک حرمت میں کوئی مضائقہ اُن کے نزدیک نہیں تھا انہوں نے ان کا عصا توڑ ڈالا اور جو کچھ کیا اور کہا وہ مہاجرین و انصار کے بھرے مجمع میں مگر کسی نے بھی ٹوکا روکا نہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سبھی جہجاہ کے اس فعل پر راضی تھے اور جہجاہ کا سلوک تمام مہاجرین و انصار کے جذبات کا ترجمان تھا۔ رہ گیا یہ کہ عصا کو توڑنے سے کچھ ریزے ان کے گھٹنے میں چبھ گئے اور اس نے زخم کی صورت اختیار کر لی تو اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اتفاق کی بات ہے اس میں مقتول (عثمان) کی کرامت کو کوئی دخل نہیں تھا جس طرح عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی کا جو حضرت عثمان کی طرف سے یمن کا گورنر تھا حضرت عثمان کی مدد کیلئے آتے وقت گھوڑے سے گرنا اور فوراً مرجانا اعجاز نہیں کہا جا سکتا یہ بھی اتفاق تھا اور وہ بھی اتفاقی امر (استیعاب الغابہ جلد ۳ صـ۱۵۹)

سہیل بن حنیف ابو ثابت انصاری (بدری)
رفاعہ بن رافع بن مالک ابی معاذ انصاری (بدری) } کا شیعہ علوی
کعب بن غزیہ انصاری

لکھتے ہیں کہ زید بن ثابت انصاری (جو قبیلہ انصار میں حضرت عثمان کے
طرفدار تھے) نے کہا اے گروہ انصار تم خدا ور رسول کی مدد کر چکے اب اس کے
خلیفہ کی بھی مدد کرو۔ سہیل بن حنیف نے کہا کہ زید! عثمان نے تمھارا خوب پیٹ
اسی لیے نا؟
زید بن ثابت نے کہا اس بوڑھے (عثمان) کو تم لوگ قتل نہ کرو انکے مرنے کے
دن تھوڑی قریب ہیں۔
حجاج بن غزیہ انصاری نے کہا۔ خدا کی قسم اگر ان کی زندگی کا اتنا مختصر وقت
باقی ہو جتنا ظہر وعصر کے درمیان ہوتا ہے تب بھی تقرب الٰہی کے لیے ان کا
قتل ضرور کریں گے۔
رفاعہ بن مالک جلتی ہوئی لکڑی لے آئے اور عثمان کے گھر کے دروازہ میں
آگ لگادی وہ جل کر گر پڑا اور لوگ گھر میں گھس گئے (بلاذری جلد ۵ صفحہ ۔ و ۔۵)
یہ تمام صحابی جن میں دو غزوہ بدر میں شریک ہونے کا بھی شرف رکھتے تھے
عثمان کے متعلق ایسی رائے رکھتے تھے اُن کے نزدیک قتل عثمان خوشنودی
رب الٰہی کا ذریعہ تھا۔

ابو ایوب انصاری کی رائے

ابو ایوب انصاری عظیم المرتبت صحابی اور سابقین اسلام سے ہیں جنگ بدر میں شرکت
کیے ہیں ایک تقریر میں انھوں نے کہا۔
بندگانِ خدا کیا کل تم جو وعدہ ان نہیں بھول چکے؟
صاحبان حق محروم تھے ان کی عزت خاک میں ملائی جاتی تھی انکی پشتوں پر

کوڑے مارے جاتے تھے ان کے چہروں پر طمانچے لگتے تھے ان کے پیٹ ٹھسا
اور ویرانوں میں نکال باہر کیا جاتا تھا۔ جب امیر المومنین (علی) تشریف فرما ہوئے
آپ نے حق آشکار کیا انصاف عام کیا کتاب پر عمل کیا الخ (کتاب الامامۃ
السیاسۃ جلد ا صفحہ ۱۱۳ و صفحہ ۱۳۸ جمہرۃ الخطب جلد ا صفحہ ۱۳۶)

یہ جناب ابو ایوب انصاری وہ عظیم المنزلت جلیل القدر صحابی رسول ہیں
انصار میں خداوند عالم نے انھیں کے گھر کو رسالتماب کے قیام کے لیے مخصوص کیا
نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی لا یصیبک السوء ابا ایوب تمھیں
کوئی برائی لاحق نہ ہو۔ ایسا مقدس بزرگ جناب عثمان کے عہد کو عہد ظلم و جور
تعبیر کرتا ہے اگر دیگر صحابہ کے بیانات نہ بھی ہوتے صرف ابو ایوب ہی کی گواہی
ہوتی تب بھی کافی تھی چہ جائیکہ تمام سر گروہ مہاجرین و انصار ان کے ہم خیال
ہم نوا تھے۔

محمد بن عمرو بن حزم انصاری کی رائے

یہ بزرگ ان محمدوں میں سے
ایک ہیں جن کا خود پیغمبر نے
محمد رکھا علامہ ابو عمر و استیعاب میں بسلسلہ حالات محمد ابن عمرو لکھتے ہیں۔

یقال انہ کان اشد الناس علی عثمان المحمدون محمد
ابی بکر محمد بن ابی حذیفہ محمد بن عمرو بن حزم

کہا جاتا ہے کہ عثمان کے شدید ترین مخالفین محمد نام کے ۳ بزرگ تھے محمد ابن
محمد ابن ابی حذیفہ محمد بن عمرو بن حزم

جبلہ بن عمرو ابن ساعدہ ساعدی کی رائے

طبری نے روایت کی ہے

جبلہ بن عمرو ساعدی کی طرف سے گذرے وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے
جبلہ نے کہا اے نعثل خدا کی قسم میں تمھیں ضرور قتل کردوں گا۔ پھر ایک مرتبہ
جبلہ عثمان کی طرف سے گذرے عثمان منبر پر تھے جبلہ نے منبر سے ہاتھ پکڑ کر اتار دیا۔

یہی طبری دوسری جگہ روایت کرتے ہیں۔

عثمان سے بدکلامی کی جرأت سب سے پہلے جبلہ ابن عمر نے پیدا کی
مرتبہ جبلہ اپنی قوم والوں میں بیٹھے تھے اور ان کے ہاتھ میں زنجیر تھی ادھر سے
کا گذر ہوا انھوں نے سلام کیا لوگوں نے جواب سلام دیا جبلہ نے کہا تم
ے شخص کے سلام کا جواب کیوں دیتے ہو جس نے ایسی ایسی حرکتیں کیں
عثمان سے مخاطب ہو کر کہا "خدا کی قسم میں یہ زنجیر تمھاری گردن میں ڈالوں گا
م اپنی اقربا پروری سے باز آؤ۔"

عثمان نے کہا اقربا پروری کیسی خدا کی قسم میں نے تو کبھی امتیاز نہیں رکھا
نے کہا کیوں نہیں؟ تم نے مروان کو امتیازی درجہ دیا معاویہ کو امتیازی درجہ
اللہ بن عامر اور عبداللہ بن سعد کو امتیازی درجے دیے ان
عض وہ ہیں جن کی قرآن نے مذمت کی ہے اور رسول نے ان کا خون
اح کیا (یعنی عبداللہ بن سعد) یہ سن کر عثمان واپس گئے اور اس روز سے
کے دن تک لوگوں کی جرأتیں عثمان پر باقی رہیں (تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۲
جلد ۳ صفحہ ۷۰ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۷۶ وغیرہ)

جبلہ کو کچھ لوگوں نے منع کیا کہ عثمان سے اس طرح نہ پیش آیا کرو اور انھیں

جبلہ نے کہا خدا کی قسم بروز قیامت خدا کے حضور یہ کہنا نہیں چاہتا
اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیل خدا وندا ہم نے اپنے
سرداروں اور بڑے لوگوں کی پیروی کی انھوں نے ہمیں راہ راست سے گمراہ کیا

(الانساب بلاذری جلدہ ۵ صد ۴۷)

جب لوگوں نے عثمان کو دفن کرنا چاہا تو بقیع کی طرف لے چلے مگر جو لوگ
جن میں جبلہ بھی تھے دفن نہ کرنے دیا مجبوراً حش کوکب لے گئے وہاں دفن کیا

(اصابہ جلد ۱ صد ۲۲۳)

یہ جبلہ پیغمبر کے بہت جلیل القدر صحابی اور جنگ بدر میں شرکت کا شرف
رکھتے ہیں۔ علامہ ابو عمر واستیعاب میں بسلسلہ حالات جبلہ لکھتے ہیں۔

"یہ فقیہ صحابہ کرام میں برگزیدہ انسان تھے"

یہ جبلہ اُن عادل صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی بیان کردہ حدیثوں سے
احتجاج کیا جاتا ہے درانحالیکہ یہ عثمان کے شدید دشمن اور اپنی عداوت میں
ثابت قدم تھے یہاں تک کہ انھوں نے عثمان کی ایذا رسانی سے باز نہ رہے
گمراہی سے تعبیر کیا، عثمان کو دھمکیاں دیتے ان پر گرجتے برستے لوگوں کو ان کے
سلام کا جواب دینے سے روکتے بھرے مجمع میں منبر سے اتار لیتے اور زندگی بھر
اُن کی توہین و اہانت کرتے رہے اور مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا

عمرو بن عاص کا سلوک

عمرو بن عاص جس قدر شدید دشمن عثمان کے تھے
دنیا جانتی ہے یہ فخریہ ہر ایک سے کہتے

"میں ابو عبداللہ ہوں میں نے ہی عثمان کو قتل کیا جانا کہ ...

ین قا طبری جلد ۵ صـ ۲۳۴

علامہ ابو عمرو استیعاب میں بسلسلہ حالات عبداللہ بن سعد بن ابی سرح
لکھے ہیں یہ عمرو عاص برابر طعن کیا کرتے لوگوں کو ان کے خلاف ابھارتے
ان کی تباہی و بربادی کے لیے سرگرداں رہتے جب انھیں قتل عثمان کی خبر ملی
وہ اس وقت فلسطین میں گوشہ نشین تھے تو کہا میں جب کوئی زخم کھرچتا ہوں
تو خون نکال دیتا ہوں۔"

اور محمد بن حذیفہ کے حالات میں لکھتے ہیں
"جب سے عثمان نے عمرو عاص کو مصر کی حکومت سے معزول کر دیا تھا یہ طرح
طرح کی چال بازیوں سے لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکاتے اور اُن پر طعن کرتے۔
جب عمرو عاص مصر سے معزول ہو کر مدینہ آئے تو عثمان پر طعنہ زنی شروع
کر دی ایک دن عثمان نے انھیں تنہائی میں بلا بھیجا اور کہا اے نابغہ کے بیٹے کس قدر
جلد تیرے جبہ میں جوئیں پڑ گئیں کیوں مجھ پر طعن کرتا ہے اور مجھ سے نفاق برت رہا ہے
...باتیں کرتا ہے خدا کی قسم ہم جاہلیت سے لے کے اس حکومت تک تجھ سے
زیادہ کنبہ کے اعتبار سے معزز رہے عمرو نے کہا اس قصہ کو چھوڑ دیں میں نے
عاص بن وائل کو بھی دیکھا تھا اور تیرے باپ عفان کو بھی خدا کی قسم عاص
عفان سے کہیں زیادہ شریف تھے۔ یہ سن کر عثمان جھینپ گئے اور کہا کہ ہمیں اب
جاہلیت کی باتوں سے کیا حاصل۔ عمرو عثمان کے پاس سے نکلا اور مروان داخل ہوا
اور کہا اے امیرالمومنین اب تو حد ہو چکی کہ عاص کا بیٹا آپ کے باپ کو بھی کہنے لگا
...عثمان ... عثمان کی عداوت ان کے

دل میں تھی کبھی علی کے پاس جاتے اور انھیں عثمان کے خلاف ابھارتے کبھی
طلحہ و زبیر کے پاس جا جا کر عثمان کے خلاف پروپاگنڈہ کرتے رہی
حاجیوں کے آنے جانے والے قافلوں سے عثمان کی بدعتوں اور ان کی
اسلام باتوں کا تذکرہ کیا کرتے تاکہ دوسرے ملکوں میں بھی یہ چیزیں پھیلیں۔

جب اس کی لگائی ہوئی آگ کارگر ہو چکی اور عثمان محصور ہو گئے تو
مدینہ سے چل دیئے اور فلسطین پہونچکر اپنے قصر عجلان میں اترے۔

روزانہ ابن عفان کی خبر کی تاک میں لگے رہتے ایک روز اپنے بیٹوں
محمد اور عبد اللہ سمیت بیٹھے ہوئے تھے سلامہ ابن روحی جذامی بھی پاس بیٹھے
کہ اتنے میں ایک سوار ادھر سے گذرا عمرو نے اسے پکارا اور پوچھا کہاں سے آ رہے ہو
اُس نے کہا کہ مدینہ سے۔ کہا اس آدمی (عثمان) کا کیا حشر ہوا؟ کہا میں نے
اسے محصور چھوڑا ہے عمرو نے کہا میں ابو عبد اللہ ہوں اور یہ مثل کہی "گورخر
نکلنے لگتا ہے اور داغنے کا آلہ ابھی آگ ہی میں ہوتا ہے"۔ یہ نشست ابھی ختم
نہ ہوئی تھی کہ دوسرا سوار گذرا عمرو نے اس سے پوچھا۔ اس نے کہا عثمان قتل
کر ڈالے گئے۔ عمرو نے کہا میں ابو عبد اللہ ہوں جب کسی زخم کو کھجاتا ہوں تو
گھاؤ ڈال دیتا ہوں۔ میں ہی عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارتا رہا یہاں تک
پہاڑ کی چوٹی پر چرواہے کو بھی اس کے گلے میں ابھارا یعنی کسی کو نہیں چھوڑا
میں نے چاہا کہ حق کو باطل کے گھر سے نکال لوں۔

(۱) تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲، کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۷۴، استیعاب جلد
حالات عثمان، تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۷۰ فائق زمخشری جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ نہایہ ابن اثیر جلد

(تاریخ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۵۸)

ابو الطفیل عامر بن اثلہ کی رائے

یہ پیغمبر کے بڑے بزرگ صحابی تھے ان کا بھتیجا معاویہ کا ملازم تھا اس سے

ملنے کے لیے یہ شام آئے، بھتیجے نے معاویہ کو ان کے آنے کی خبر دی معاویہ نے بلا بھیجا دیکھا تو بہت سن رسیدہ بزرگ تھے جب پاس پہونچے تو معاویہ نے کہا

معاویہ۔ تم ہی ابو الطفیل عامر بن واثلہ ہو؟

ابو الطفیل۔ ہاں

معاویہ۔ کیا قاتلان عثمان میں تم بھی تھے؟

ابو الطفیل۔ نہیں البتہ میں اس وقت مدینہ میں موجود تھا اور میں نے انکی مدد نہ کی۔

معاویہ۔ کیوں نہیں مدد کی؟

ابو الطفیل۔ کیونکہ مہاجرین وانصار میں سے کسی نے مدد نہیں کی۔

معاویہ۔ خدا کی قسم عثمان کی مدد ان لوگوں پر بھی واجب تھی اور تم پر بھی فرض ولازم۔ اسی فرض کو نہ بجا لانے کی وجہ سے خدا نے تمہارے ساتھ وہ کیا جس کے تم مستحق تھے اور تمہارا وہ انجام ہوا جسے تم بھگت رہے ہو۔

ابو الطفیل۔ پھر آپ نے کیوں مدد نہیں کی۔ آپ کے ساتھ تو یہ پورے شام والے تھے۔

معاویہ۔ یہ جو میں ان کے انتقام کا طالب ہوں کیا تم اسے انکی مدد نہیں سمجھتے؟

ابو الطفیل۔ ہنسے اور کہا آپ کی اور ان کی تو وہ حالت ہے جس کے متعلق شاعر کہتا ہے

لاعرفنك بعد الموت تندبني
وفی حیاتی ما زودتنی زادا

میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم مجھ پر بہت روؤ گے لیکن میری زندگی میں تم نے میرا آزوقہ تک نہ دیا۔

(امامۃ و سیاسۃ جلد ا صفحہ ۱۵۸ مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۶۳ تاریخ ابن عساکر جلد ۷ استیعاب حالات ابو طفیل۔ تاریخ الخلفاء سیوطی)

دید کے قابل ہے یہ منظر کہ معاویہ ایسے دشمن علی کے دربار میں مقداد جیسے اور پیغمبر کے نیکو کار صحابی اتنے واضح لفظوں میں اعتراف و اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے عثمان کی مدد نہ کی اور مدد نہ کر کے مہاجرین و انصار کے قدم بہ قدم رہے عثمان کی مدد نہ کرنے پر انھیں کوئی ندامت نہ تھی۔

محمد بن ابی حذیفہ کی رائے

ان کی صحابیت روز روشن کی طرح واضح ہے ان کے متعلق ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں:

"محمد بن ابی حذیفہ حبشہ میں پیدا ہوئے اور ان کے باپ ابو حذیفہ مہاجرین اولین میں تھے ان کا نام محمد ہے ان کا شمار صحابہ میں ہے ان کے باپ ابو حذیفہ شام کی جنگ میں شہید ہو گئے تو عثمان نے محمد بن ابی حذیفہ کو پالا اور پرورش کی جب محمد سن تمیز کو پہونچے تو سب سے زیادہ جو شخص عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا وہ یہی تھے انھیں نے عثمان کے معزول کرنے کی تحریک کی اور شہر میں عثمان کے خلاف آگ بھڑکائی لوگوں کو ابھارا ازواج نبی کی طرف سے یہ خطوط لکھتے تھے جن میں عثمان پر طعن ہوا کرتی تھی لوگوں کے مجمع میں یہ خطوط پڑھے جاتے

ہوتا تھا کہ اے اہل اسلام عثمان نے شریعت میں ایسے ایسے تغیرات
کئے جن کی ہم تم سے شکایت کرتے ہیں لوگ ان خطوں کو سن کر چیخ چیخ کر
روتے تھے اور مسجد میں آواز گریہ بلند ہوتی تھی۔ محمد ہی نے مصر سے وہ لشکر
بھیجا تھا جس نے عثمان کا محاصرہ کیا اور ان کو قتل کر ڈالا
(اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

مہاجرین و انصار کا متفقہ فتویٰ حضرت عثمان کے متعلق

علامہ بلاذری

مدائنی سے روایت کرتے ہیں۔
عبداللہ بن فائد کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے فرزند ثابت نے
اہل شام کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں ان سے نفرت کرتا ہوں۔ حضرت عثمان
کے پوتے سعید نے کہا تم اسی لیے نفرت کرتے ہو کہ انھوں نے تمہارے باپ
عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا۔ ثابت نے کہا سچ کہتے ہو مگر میرے باپ (عبداللہ
بن زبیر) کو شام کے کافروں اور وحشیوں نے قتل کیا اور تمہارے دادا
حضرت عثمان کو مہاجرین و انصار نے (کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ صفحہ ۱۹۵، ۳۶۱)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں
وقد رایت ان اھل المدینۃ انفسھم قد کانت کثرتھم مع
الثائرین وکانت قلتھم من اصحاب النبی خاذلۃ عثمان منکرۃ لسنتھا
ولا تصنع شیئاً ولو قد استقبل اصحاب النبی ھؤلاء الثائرین منکرین
علیھم وحثوا فی وجوھھم التراب لانصرفوا محذولین کما قال

بعض القدماء واذن فقد صدق عثمان حين قال ان الناس قد طال عليهم عمره واكبر الظن ان الناس لو طال عليهم عمر عثمان فحسب، وانما طال عليهم ايضا عمر هذه السياسة التي لم تكن سياسة خلافة كالتي عرفوها ايام عمر ولا سياسة ملك كالتي عرفوها من قيصر وكسرى وانما كانت شيئا بين بين۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد اول ص ۲۳۰)

تم دیکھ ہی چکے کہ خود مدینہ والوں کی اکثریت بلوائیوں کے ساتھ تھی اور اصحاب پیغمبر کی مختصر تعداد عثمان کی مدد سے کنارہ کش تھی وہ زبانی تو ان کی حرکتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے لیکن کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے تھے اگر اصحاب پیغمبر ان بلوائیوں کے طرز عمل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور صرف ان کے منہ پر مٹی پھینکتے تب بھی یہ بلوائی ذلیل و خوار ہو کر بھاگ جاتے جیسا کہ بعض پہلے کے لوگوں کا کہنا ہے۔ اس بنا پر حضرت عثمان نے ٹھیک ہی کہا کہ ان کی زندگی لوگوں پر بار ہو گئی۔ اور وہ اسے طولانی سمجھنے لگے اور سب سے بڑا گمان یہ ہے کہ لوگوں پر صرف ان کی زندگی ہی طولانی نہیں ہو گئی بلکہ ان کی سیاست بھی بار ہو گئی جو نہ خلافت والی سیاست تھی جس سے لوگ حضرت عمر کے زمانہ سے آشنا تھے اور نہ بادشاہت والی سیاست جو قیصر و کسریٰ کے یہاں ہوا کرتی تھی بلکہ ان کی سیاست کچھ اور ہی تھی۔

بیروت کے مورخ عمر ابو النصر نے ایک کتاب لکھی ہے خلفاء محمد حال ہی میں شیخ محمد احمد پانی پتی نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور ادارہ فروغ اردو لاہور

...ل ہو طفیل صاحب مدیر نقوش نے اہتمام سے شائع کیا ہے ہم چند جملے
...تاب سے یہاں نقل کرتے ہیں۔

"یہی حال مدینہ کا بھی ہوا۔ اگر ان حالات کی چھان بین کی جائے اور
...ت عثمان کے حق میں جو باتیں وہاں کے سربرآوردہ لوگ آپ کے سامنے
...آپ کے پیچھے کرتے تھے ان پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمان
...لفت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور بعض نے تو آپ کا لقب ہی نعثل رکھ
...تھا (نعثل ایک یہودی تھا جس کی داڑھی بہت لمبی تھی اس سے حضرت عثمان
کو مشابہت محض آپ سے نفرت اور ناگواری کی وجہ سے دی جاتی تھی) اور بڑے
...ے بڑے صحابہ بھی ایسی باتیں علانیہ عام لوگوں کے سامنے کہتے تھے"

(خلفائے محمد حالات عثمان صفحہ [illegible])

"اہل مدینہ خاموشی اور سکون سے تمام حالات کا مطالعہ کر رہے تھے وہ حضرت
عثمان کی مدد کرنے کو بالکل تیار نہ تھے" صفحہ ۱۳۰

"اہل مدینہ نے اس بغاوت کے وقت عجیب و غریب روش اختیار کر لی تھی
بجائے اس کے کہ وہ متحد ہو کر اس فتنہ کا مقابلہ کرتے اور اس بغاوت کا سر کچلتے
انھوں نے اپنی اس عجیب و غریب روش کی بنا پر مفسدین اور باغیوں کے ہاتھ
مضبوط کر دیئے اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ اہل مدینہ بھی حضرت عثمان کے
محاصرہ اور قتل میں بالواسطہ شریک تھے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں انھوں نے
حضرت عثمان کو بالکل چھوڑ دیا اور محاصرہ کی تمام مدت میں بالکل خاموش رہے"

"واقعہ یہ ہے کہ جو شخص ان حوادث کی تفصیل پڑھے جو حضرت عثمان کے

قتل سے پہلے رونما ہوئے تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ قریش کے سربرآوردہ لوگوں
ہر قسم کے الزامات سے بری قرار دے سکے اگرچہ یہ بھی مشکل ہے کہ اُن پر فساد کے
ساتھ کسی حقیقی عملی قدم اٹھانے کا الزام لگایا جا سکے مگر وہ غفلت کے مرتکب
چنانچہ سب سے بڑا اعتراض جو اُن پر آتا ہے وہ یہی کہ انھوں نے خلیفۃ المسلمین
حضرت عثمان کی مدد کرنے میں انتہائی لاپروائی سے کام لیا اور آپ کی شان میں
ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے جو حضرت عثمان جیسے انسان کے مرتبہ سے
بعید تھے، ایسے الفاظ انتہائی نازک زمانہ میں اور فتنہ کے سرغنوں کے سامنے
کہے گئے جن کو وہ لوگ اپنی بغاوت کی تائید اور اپنے اٹھائے ہوئے فساد کے
جواز میں استعمال کرتے تھے۔

مصنف اشہر مشاہیر الاسلام لکھتا ہے "بنی امیہ کو تمام معاملات حکومت
سپرد کر دینا انھیں کو اپنا مشیر اور رازدار بنا لینا ایک ایسا امر تھا جس نے عامۂ
کو بہت برانگیختہ کر دیا تھا اور دور اندیش لوگوں کو اس بات کا ڈر پیدا ہونے لگا تھا کہ
حکومت اسلامیہ اموی رنگ میں نہ رنگ جائے وہ کہتے تھے کہ حکومت ان لوگوں کا حق نہیں ہے
بلکہ یہ تمام مسلمانوں کا اور خصوصاً سابقون الاولون اور مہاجرین کا حق ہے
لیکن حضرت عثمان نہ چاہتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں کو ان کے عہدوں سے
ہٹا دیں، اسی وجہ سے انھوں نے امت کے مطالبہ کا کوئی جواب نہ دیا اس
اصرار کی دو وجوہ ہو سکتی تھیں۔ (۱) ان کی قوم بنو امیہ اور اُن کے رشتہ داروں نے
ان کو گھیر کر ان پر غلبہ حاصل کر لیا (۲) حضرت عثمان کو یہ ڈر ہوا کہ اگر وہ
اپنی قوم سے الگ رہے اور اپنے اہل و عیال و خاندان سے علیحدگی اختیار کر لی

لوگوں نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی تو ان کے خاندان کے علاوہ اور
کوئی ایسا شخص نہ ہو گا جو باغیوں کے مقابلہ میں آپ کی طرف سے کھڑا ہو سکے
اسی وجہ سے آپ نے اپنے رشتہ داروں کو ہی ہر معاملہ میں ترجیح دی اور مختلف
علاقوں پر انہیں کو والی اور حاکم بنایا جب اس طرز عمل کے خلاف شور و غل برپا ہوا
حضرت عثمان کے خلاف اعتراضات کی بوچھار ہونے لگی اور لوگوں نے ان کو
معزول کرنے کے لیے آوازیں اٹھانی شروع کیں تو حضرت عثمان کو بہت فکر
ہوئی اور یقین ہو گیا کہ میرا خدشہ صحیح ثابت ہوا انھوں نے ان شکایتوں پر
کوئی توجہ نہ دی اور ولایات پر اپنے رشتہ داروں ہی کو باقی رکھنے پر اصرار کیا اور ان ہی
کے مشوروں پر اعتماد کیا اس پر عامۃ المسلمین اور صحابہ میں بڑا ہیجان پیدا ہو گیا
اور انھوں نے اسی بات کو لے کر آپ سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کیا

باشندگان مدینہ کے خطوط ۔ محاذ جنگ پر مقیم صحابہ کرام کے نام

طبری نے عبدالرحمان بن یسار کے واسطے سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کے
اعمال و افعال کی شدت محسوس کی تو مدینہ کے اصحاب پیغمبر نے ان صحابہ کو جو
دوسرے شہروں میں فروکش تھے خط لکھا

انکم انما خرجتم ان تجاهدوا فی سبیل الله عزوجل تطلبون
دین محمد فان دین محمد قد افسده من خلفکم و ترك
فهلموا فاقیموا دین محمد

... چلے گئے ہیں کہ دین محمد کی

اشاعت و سربلندی کے لیے راہ خدا میں جہاد کریں مگر جسے مدینہ میں چھوڑ گئے اس نے دین محمد کو غارت کر دیا اور پس پشت ڈال دیا ہے جلد آئیے اور دین کو استوار کیجیے (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۱۵)

علامہ ابن اثیر کی لفظیں ہیں

فان دین محمد قد افسد خلیفتکم فاقیموہ دین محمد کو آپ کے خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے آکر استوار کیجیے (تاریخ کامل جلد ۵ ص ۷۰)

علامہ طبری نے محمد بن مسلمہ سے روایت کی ہے محمد کہتے ہیں کہ جب سنہ ۳۴ھ آیا تو بعض اصحاب پیغمبر نے دوسرے اصحاب پیغمبر کو خطوط لکھے جن میں عثمان کے طریقہ کار، ان کے تغیر و تبدل کی شکایت تھی اور درخواست کی کہ

ان اقدموا فان کنتم تریدون الجہاد فعندنا الجہاد۔

آپ لوگ مدینہ پہونچ جائیں اگر آپ جہاد کے خواہشمند ہیں تو جہاد کی یہاں ضرورت ہے۔

لوگ بہت شدت سے حضرت عثمان کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی اتنی بدترین مذمت کی جا رہی تھی جتنی کسی کی بھی نہ کی گئی ہوگی۔ اصحاب پیغمبر دیکھتے اور سنتے لیکن ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو لوگوں کو منع کرتا اور ان کی باتوں سے مدافعت کرتا سوائے دو چار شخصوں کے (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۹۶ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۶۰ کامل جلد ۳ ص ۷۰ ابن کثیر جلد ۷ ص ۱۶۵)

مہاجرین کا خط مصر والوں کے نام

مہاجرین اولین اور بقیہ ارکان شوریٰ کی جانب سے مصر میں

بنام صحابہ کرام اور تابعین کے نام؛ آپ لوگ جلد مدینہ آیئے اور قبل اس کے کہ خلافت پیغمبر حقداروں کے ہاتھ سے نکلے آکر تدارک کیجیے کیونکہ خدا کی کتاب اُلٹ پلٹ دی گئی، سنت رسول میں تحریف کر دی گئی، ابوبکر و عمر کے احکام بدل دیئے گئے۔ بقیہ اصحاب پیغمبر اور نیکوکار تابعین جو قاریان قرآن ہیں انہیں ہم خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ جلد ہم تک پہونچیں ہمارا حق وصول کر کے ہمیں دے دیں اگر آپ لوگ خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو جلد ہم تک پہونچیے اور حق کو سیدھی راہ پر کر دیجیے جس سیدھی راہ پر آپ کے پیغمبر اور سابق کے خلفاء چھوڑ گئے تھے ہمارے حق پر غلبہ کر لیا گیا ہمارے خراج پر قبضہ ہو گیا اور ہمارے اور ہمارے حق کے درمیان دیوار کھڑی کر دی گئی ہے۔ پیغمبر کی جو خلافت نبوۃ اور رحمت تھی آج جابر و قاہر حکومت ہو گئی ہے کہ حاکم جو پاتا ہے چٹ کر جاتا ہے۔

(الامامۃ والسیاست جلد ۱ ص ۳۲)

اہل مدینہ کا خط حضرت عثمان کے نام

طبری نے عبداللہ بن زبیر کے واسطہ سے روایت کی ہے

انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ باشندگان مدینہ نے حضرت عثمان کو ایک خط لکھا جس میں انھیں توبہ کرنے کی دعوت دی تھی اُن پر الزامات عائد کیے تھے اور خدا کی قسم کھائی تھی کہ جب بھی قابو پائیں گے انھیں قتل کر کے رہیں گے ورنہ یہ کہ وہ حقوق عنایت کریں جو خدا و حکام نے اُن پر فرض کیے ہیں (طبری جلد ۵ ص ۱۱۲)

یہ بلوہ بھی ایک جھلک تھی اموی خلافت کے پہلے نمائندہ حضرت عثمان کے عہد حکومت کے طور طریق کا۔ جو کچھ بھی اس زمانے کے اکابر صحابہ و نیکوکار

مومنین مالا مال ہوئے۔ ان فیوض و برکات پر جس جس طرح صحابہ کرام نے
اپنے جذبات تشکر و امتنان کا اظہار کیا ہے اسے بھی ہم نے مختصراً ذکر کر دیا ہے
جب حضرت عثمان کی خلافت کا یہ حال تھا جسے سوادِ اعظم خلافت راشدہ میں شمار
کرتے ہیں تو پھر ان کے بعد معاویہ و یزید کے زمانہ میں جیسی اس خلافت کی مٹی
پلید ہوئی اور مسلمانوں کا بیڑا جس طرح غرق ہوا اس پر پہلے کے مسلمانوں نے
بھی خون کے آنسو بہائے ہیں اور آج بھی سچے مسلمانوں کے کلیجے خون ہوتے ہیں
تفصیل سے کوئی لکھنے بیٹھے تو اس کے لیے کئی جلدیں بھی ناکافی ہوں

تیسرا باب

کیا حضرت عثمان کی ہلاکت کسی سازش کا نتیجہ تھی؟

حقیقت ہے کہ حضرت عثمان کو خود مسلمانوں نے جن میں پیغمبر کے بہت سے
ل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے مل کر قتل کیا تھا ہے حضرت عثمان بے خطا
ے ہوں یا خطاوار مگر اس میں کسی کو تامل نہیں کہ غیروں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ
مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے کہیں اور نہیں بلکہ دارالسلطنت مدینہ کے اندر
ں اکابر مہاجرین بھی موجود تھے اور انصار بھی اور اُن اکابر صحابہ نے اُن کے
نے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔

حقائق اتنے مُسلّم الثبوت ہیں کہ کسی کو انکار کی ہمت ہو ہی نہیں سکتی مگر ان
ات کے حقیقی اسباب کیا تھے؟ کیوں مسلمانوں نے حضرت عثمان کو مار ڈالا؟
رین وانصار کیوں خاموش بیٹھے انھیں قتل ہوتے دیکھتے رہے؟ یہ وہ باتیں ہیں
ہیں پہلے بھی پردہ ڈالنے کی کوششیں کی گئیں اور آج بھی یہ کوششیں جاری
محض اس وجہ سے کہ اگر ان اسباب و علل کا کھلے لفظوں میں تذکرہ کیا جائے تو
ایت کا وہ قصر بلند جو عقیدت کے ستون پر قائم کیا گیا تھا منہدم ہو کر خاک میں
جس کے اندر اچھے بُرے سب

چہرے دلکش و دل آویز نظر آرہے ہیں۔ اس لئے راویان داستان نے طلسم ہوشربا
اور داستان امیر حمزہ سے ملتی جلتی ایک کہانی تصنیف کی اور ایک خیالی شخص
عبداللہ بن سبا پیدا کر کے سارے الزامات اس کے سر منڈھ دئے کہ جو کچھ
اس نے کیا اور اگر یہ نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔

حضرت عثمان کے متعلق کہا گیا کہ وہ بڑے نیک، انتہائی نرم مزاج تھے
اُن سے نہ کوئی ناپسندیدہ حرکت ظہور میں آئی نہ انھوں نے خلاف عدالت
کام کیا، سختی تو کسی پر کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ اُن کی اس نرم مزاجی سے فائدہ
اٹھاتے ہوئے ایک یہودی (عبداللہ بن سبا) جو فتنہ و فساد پھیلانے کی غرض
سے ظاہری طور پر مسلمان ہوا تھا۔ اس نے شہر شہر، گاؤں گاؤں کا دورہ کیا اور
اُن کے خلاف پروپگنڈے کئے اور جس شہر سے گذرا آگ لگاتا ہوا گذرا۔
شہر، صوبے کے صوبے اس کے دائرے میں آتے چلے گئے۔ ہر مقام کی فضا
اس کی مطیع ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ حضرت ابوذر ایسے جلیل القدر صحابی پیغمبر بھی
اس کے دام فریب میں آگئے اور اتنا اقتدار اس کو حاصل ہو گیا کہ خود مدینہ میں
بیٹھا رہا اور مصر و بصرہ و کوفہ کے لوگوں نے اسلامی دارالسلطنت میں آ کر
حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا۔

اس سلسلے میں مورخین نے حضرت عثمان، طلحہ و زبیر وغیرہ کو پاک دامن
ظاہر کرنے کے لئے حق و انصاف کا جو خون کیا ہے اور بہت سے مقدس و
جلیل القدر مومنین کی جس طرح مٹی پلید کی ہے وہ بد دیانتی و خیانت کی بدترین
مثال ہے۔

حضرت عثمان پاک و
...گر اس حیرت انگیز کہانی کی غرض بس اسی حد تک ہوتی کہ حضرت عثمان پاک و
...تھے اُن سے خلاف دیانت وعدالت کوئی عمل ظہور میں نہ آیا تو جہاں اور
...ت کی خرافات سننے کے بعد ہم صرف خندۂ زیرِ لب پر اکتفا کر لیتے ہیں ہم اس
...انی کو بھی کہانی کی طرح سُن لیتے مگر قیامت ہے کہ برادرانِ اسلام نے "سبائی" کا
...ص اس شخص پر چسپاں کر دیا ہے جو حضرت عثمان سے خوش عقیدہ نہ تھا بلکہ
...کی زیادتیوں کا شاکی اور اپنی حق تلفیوں کا اُن سے فریادی تھا۔ مالکِ اشتر اور
...ی بن حاتم ایسے مقدس اور جلیل القدر مومنین جو امیر المومنین کے دست و بازو
...کے اسمائے گرامی اس فہرست میں دیکھ کر آپ کو حیرت ہو گی مگر آپ کی یہ حیرت
...ت اور بڑھ جائے گی جب اس فہرست میں آپ جناب ابو ذر، عمار، عبد اللہ
...سعود اور انھیں جیسے بہت سے صحابہ کرام کے نام بھی دیکھیں گے جو آسمانِ
...ت کے درخشندہ ستارے تھے۔
...ناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن سبا کے حُلیے پر ہم ذرا تفصیل سے
...لیں۔

عبداللہ بن سبا

...تقریباً ایک ہزار برس سے مؤرخین ابن سبا کے متعلق بہت کچھ لکھتے آرہے
...یں اور اس کے فرقہ سبائین اور اس کے پیرووں کی طرف ہولناک باتیں منسوب
...تے ہیں لہذا قابلِ غور ہے کہ
... گ ... ہیں؟

ابن سبا کن باتوں کا مدعی تھا؟ اور ابن سبا کے اہم ترین افعال کیا ہیں
مؤرخین کا بیان مختصراً ابن سبا کے متعلق یہ ہے کہ

"ابن سبا صنعاء یمن کا ایک یہودی تھا جو زمانۂ خلافت حضرت عثمان میں اسلام لایا اور مسلمانوں میں گھس مل گیا، ممالک اسلامی اور بلاد اسلامی جیسے کوفہ، بصرہ، شام، مصر میں جا کر اس نے پروپاگنڈا کیا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اسی طرح ہمارے پیغمبر بھی دوبارہ تشریف فرما ہوں گے علی ابن ابی طالب حضرت محمد مصطفےٰ کے وصی ہیں جس طرح ہر نبی کے لئے ایک وصی ہوا کیا، علی خاتم الاوصیا ہیں جیسے حضرت سرور کائنات خاتم الانبیا ہیں، عثمان غاصب ہیں انھوں نے وصی پیغمبر کا حق غصب کیا۔ لہٰذا وہ ظالم ہیں اور ان سے جنگ کرنا واجب ہے تاکہ حق حقدار کو واپس مل جائے۔"

اس قصہ کے ہیرو کا نام مورخین نے عبد اللہ ابن سبا لکھا ہے۔ اور ابن حبشیہ کے فرزند کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ

"ابن سبا نے بلاد اسلامی میں اپنی طرف سے پروپاگنڈا کرنے والے بھیجے اور انھیں سمجھایا کہ وہ ظاہراً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا مشغلہ بنائیں اور مخفی طور پر حکام کے خلاف عوام کو برانگیختہ کریں، تھوڑے ہی دنوں میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اس کی پیرو ہو گئی۔ انھیں مسلمانوں میں صحابۂ کبار بھی تھے اور جلیل القدر تابعین بھی جیسے ابوذر، عمار یاسر، محمد بن ابی حذیفہ، عبد الرحمن بن عدیس بلوی، محمد ابن ابی بکر، صعصعہ

ابن صوحان عبدی ، مالک اشتر اور انھیں جیسے دیگر صالح و دیندار مومنین"

مؤرخین کا یہ بھی بیان ہے کہ

"سبائین جہاں بھی ہوتے لوگوں کو وہاں کے حکام کے خلاف برانگیختہ
کرتے کیونکہ اُن کے سردار عبد اللہ ابن سبا کا اصل مشن یہی تھا، اور احکام
کے عیوب خطوں میں لکھ کر دوسرے دوسرے شہروں میں روانہ کرتے ، ان
سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ سبائین کے بھڑکانے سے مسلمانوں کی بہت سی
جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئیں مدینہ چڑھ دوڑیں اور حضرت عثمان کا محاصرہ کرکے
ان کو قتل کر ڈالا۔ یہ تمام باتیں سبائین کی رہبری میں انجام پذیر ہوئیں اور
یہ لوگ ہر ہنگامے میں برابر کے شریک رہے"

مؤرخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ :-

"جب مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی اور طلحہ وزبیر جنگ جمل کیلئے
بصرہ پہنچ گئے، سبائیوں نے دیکھا کہ دونوں لشکر کے سردار باہمی سمجھوتہ کی کوشش
کر رہے ہیں، اگر یہ سمجھوتہ ہو گیا تو لامحالہ سبائین ہی حضرت عثمان کے قتل میں
ماخوذ ہوں گے، انھوں نے رات کو اکٹھا ہو کر طے کیا کہ دونوں لشکروں میں
سازش کا جال پھیلایا جائے اور صبح سویرے جنگ چھیڑ دی جائے اور
کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، سبائیوں کو منہ اندھیرے ہی جبکہ
دونوں لشکر نیند کی آغوش میں تھے اس تدبیر کے عمل میں لانے کا موقع
مل گیا، حضرت علیؑ کے لشکر میں جو سبائین تھے ان میں سے کچھ علیحدہ ہو کر
پوشیدہ طریقے سے بصرہ کی فوج میں جا ملے اور وقت مقررہ پر ادھر کے

سبائیوں نے ادھر کے سبائیوں پر حملہ کر دیا اور اُدھر کے سبائیوں نے ادھر کے سبائیوں پر، دونوں لشکروں میں سراسیمگی پھیل گئی اور لشکروں کے سردار بھی گھبرا گئے، ہر ایک نے یہی سمجھا کہ ہمارے حریف نے زیادتی کی ہے۔"

مورخین کہتے ہیں کہ:۔

"بصرہ کی جنگ جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اسی طرح برپا ہوئی دونوں لشکروں کے سرداروں کو اس کا پہلے سے کوئی علم نہ تھا نہ جنگ کرنے کی رائے ہی تھی۔"

داستان گو اور افسانہ نویس سبائیوں کا قصہ یہیں پر لاکر ختم کر دیتے ہیں کہ ان کا انجام کیا ہوا وہ آخر گئے کہاں جنگ جمل کے بعد انھیں زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا کوئی ذکر نہیں۔

اس قصہ کی ابتدا کیونکر ہوئی

ایک ہزار برس سے مورخین اس قصہ کو بیان کر رہے ہیں اور جوں جوں دن گزرتے جائیں گے اس قصہ کی اشاعت اور بڑھتی جائے گی اور اب تو کوئی کتاب صحابہ کے حالات میں نہ لکھی جاتی ہوگی جس میں اس قصہ کا ذکر نہ ہو فرق یہ ہے کہ متقدمین نے بطور حدیث اس قصہ کو بیان کیا ہے اور متاخرین مصنفین قرار دیگر واقعات کے تجزیہ اور تحلیل کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

غرضیکہ یہ قصہ حد تواتر تک پہنچ چکا ہے اور ہمہ گیر اشاعت لئے ہوئے ہے لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ اس کا پتہ چلایا جائے کہ اس قصہ کی ابتدا کیسے ہوئی

[انھوں] نے اس قصہ کو کہاں دیکھا، کس کتاب سے لیا اور بعد کے آنے والے [مؤرخین] نے کن کن کتابوں سے اُسے نقل کیا؟ قصہ کی روایت کرنے والے کون ہیں؟ [اور کن] کن سندوں سے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے؟

[متا]خرین میں ہم ایک تو علامہ سید رشید رضا مدیر المنار مصر کو پاتے ہیں جنھوں نے [اپنی] کتاب السنۃ والشیعہ صـ۴۶ تا ۶ میں اس قصہ کو نقل کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

ان التشیع للخلیفۃ الرابع علی [بن] ابی طالب مبدأ تفرق [ھذ]ہ الامۃ المحمدیۃ فی دینھا [و]سیاستھا۔

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی سے وابستگی اور ان کی شیعیت ہی دین و سیاست میں امت محمدیہ کے افتراق و پراگندگی کی بنیاد ہے۔

وکان مبتدع اصولہ یھودی [اسم]ہ عبد اللہ ابن سبا اظھر [ا]لاسلام خداعا، ودعا [الی ا]لغلو فی علی کرم اللہ وجھہ [لا]جل تفریق ھذہ الامۃ [و]افساد دینھا ودنیاھا [عل]یھا۔

شیعیت کے اصول ایک یہودی نے گڑھے جس کا نام عبد اللہ بن سبا تھا، اس نے مکروفریب سے کام لیتے ہوئے اسلام ظاہر کیا اور لوگوں کو حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کی دعوت دی غرض یہ تھی کہ امت اسلامیہ میں پھوٹ پڑ جائے اور مسلمانوں کی دین و دنیا غارت ہو جائے۔

اس کے بعد رشید رضا نے اس قصہ کو اپنی کتاب کے صـ۴۹ تک پھیلایا ہے [او]ر جو کچھ بھی اس میں آیا ہے حاشیہ بھی درج کیا ہے لیکن یہ سب باتیں انھوں نے کہاں سے لیں [یہ نہیں بتایا ...] قصہ ... چنانچہ لکھتے ہیں۔

ومن راجع اخبار واقعة الجمل في تاريخ ابن الاثير مثلاً يرى مبلغ تاثير افساد السبائيين لذات البين دون ما كاد يقع من الصلح راجع (ص ۹۵ و ۹۶ و ۱۰۳ من الجزء الثالث)

جو شخص جنگ جمل کے واقعات کو [illegible] کامل ابن اثیر ہی میں مثلاً غور کی نگاہ سے [illegible] تو اُسے اندازہ ہوگا کہ سبائیوں کی سازش [illegible] فتنہ انگیزی کتنی کامیاب ثابت ہوئی [illegible] صلح کی پوری پوری امید ہو چکی تھی دیکھئے [illegible] جلد ۳ صفحہ ۹۵ صفحہ ۹۶ و صفحہ ۱۰۳)

رشید رضا نے اپنی اس عبارت میں صاف صاف صراحت کی ہے کہ ان کا ماخذ تاریخ کامل ہے چنانچہ انھوں نے کتاب کے صفحات بھی سہولت کی خاطر [illegible] کرکے لکھ دیئے ہیں۔

اسی طرح مورخ ابو الفداء (المتوفی ۷۳۲ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں دیگر [illegible] سادہ قصوں کے ضمن میں اس قصہ کو نقل کیا ہے اور کتاب کے دیباچہ میں صراحت کر دی ہے۔

فاخترته واختصرته من الكامل تاليف الشيخ عز الدين علي المعروف بابن الاثير الجزري الخ۔

میں نے اپنی تاریخ کو ابن اثیر کی تاریخ کامل سے انتخاب کر کے لکھا ہے۔

اور جب ہم ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ کی تاریخ کی چھان بین کرتے ہیں تو نظر [illegible] آتا ہے کہ انھوں نے پورا پورا یہ قصہ ۳۵ھ کے واقعات کے سلسلہ میں بیان کیا [illegible]

بھی ذکر ہی نہیں کیا کہ انھوں نے کہاں سے اس قصہ کو لیا، ماخذ کیا ہے۔

لیکن البتہ انھوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ جملہ لکھا ہے۔

میں نے اپنی اس کتاب میں وہ تمام باتیں اکٹھا کردی ہیں جو کسی دوسری کتاب میں یکجا نہیں ملیں گی، جو شخص غور و فکر سے کام لے گا وہ ہماری لکھی باتوں کی صحت سے ناواقف نہ رہے گا۔ میں نے ابتداءً تاریخ کی بہت بڑی کتاب تاریخ طبری سے کی ہے جسے امام جعفر طبری نے تصنیف کیا ہے، کیونکہ یہی تاریخ تمام مسلمانوں میں بالاتفاق اعتماد و وثوق کے قابل ہے اور اختلافی امور میں اسی کی طرف رجوع کی جاتی ہے، چنانچہ اس تاریخ میں جتنے حالات ملے وہ سب میں نے لے لیے، امام طبری نے اکثر واقعات کے متعلق کئی کئی روایتیں ذکر کی ہیں، بعض روایتیں ایک ہی طرح کی ہیں بعض میں کچھ کمی ہے بعض میں کچھ زیادتی ہیں میں نے یہ کیا کہ جو روایت سب سے مکمل اور جامع نظر آئی اس کو نقل کرلیا اور دوسری روایتوں میں جو فاضل باتیں تھیں انھیں بھی شامل کرلیا اس طرح واقعہ کے متعلق جتنی باتیں مختلف طریقوں سے وارد ہوئی تھیں میں نے تسلسل سے ایک ہی عبارت میں کھڑا لیں۔ تاریخ طبری سے فارغ ہو کر میں نے دوسری مشہور کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں جو باتیں ملیں تاریخ طبری میں جو نہ مل سکی تھیں میں نے اپنی کتاب میں انھیں بھی بڑھا لیا اور جو جہاں کی تھی وہیں درج کی۔ البتہ صحابۂ رسولؐ کے مناقشات اور لڑائی جھگڑے بس اتنے ہی لکھے جتنے طبری کے یہاں ملے۔ دیگر مورخین کی کتابوں

معلوم ہو گیا یا کوئی اور ایسی بات جس سے صحابہ پر حرف نہیں آتا تھا اُسکے
نقل کر لینے میں ہیں نے کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔

میں نے تمام مورخین میں طبری ہی پر اس لیے بھروسہ کیا کہ وہ اس
فن کے واقعی امام جامع علوم صحیح الاعتقاد اور صداقت شعار تھے۔ اگرچہ
میں نے دوسرے بھی بیچے دیانتدار ہی مورخین کی عبارتیں نقل کی ہیں"۔

معلوم ہوا کہ مورخ ابوالفدا ہوں یا سید رشید رضا، سب ہی نے اس قصہ
ابن سبا کو ابن اثیر کی تاریخ کامل سے نقل کیا، اور ابن اثیر کی تاریخ خلاصہ ہے
تاریخ طبری کا، تھوڑا بہت دوسری کتابوں سے انھوں نے فائدہ اٹھایا بھی ہے
تو چونکہ ابن سبا کے اس قصہ میں صحابہ کے منافشات مذکور ہیں اس لیے بقول خود
صرف تاریخ طبری ہی سے نقل کرنے پر انھوں نے اکتفا کی دوسری کتابوں سے
کچھ نقل نہیں کیا۔

یہی حال علامہ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ کا ہے انھوں نے اپنی تاریخ البدایہ
والنہایہ ج ہفتم میں ابن سبا کے اس پورے قصہ کو نقل کیا ہے ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں

وذکر سیف ابن عمر ان
سبب تألب الاحزاب علی عثمان
ان رجلا یقال له - عبدالله
بن سبا - کان یهودیا
فاظهر الاسلام وصار الی
مصر فاوحی الی طائفة

سیف ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ حضرت
عثمان کے خلاف لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کا
سبب یہ تھا کہ ایک شخص جسے عبداللہ بن سبا
کہا جاتا ہے اور جو یہودی تھا بظاہر مسلمان ہو
اور مصر کی طرف چلا گیا اس نے وہاں ایک
ہی گروہ کے لوگوں کے دل میں محبت کی

بین الناس کلاماً اخترعه   باتیں ڈالدیں۔

بین نقصه۔

یہ جملہ لکھ کر ابن کثیر نے ابن سبا کے قصہ کو شروع سے آخر تک نقل کر دیا ہے

یہاں تک کہ جب جنگ جمل کا پورا واقعہ لکھ چکے تو صـ۲۴۶ پر یہ فقرہ لکھا ہے:۔

هذا ملخص ما ذکره ابو جعفر   یہ خلاصہ ہے اس کا جسے طبری نے

ابن جریر رحمه الله   ذکر کیا ہے۔

فرید وجدی نے بھی اپنی کتاب دائرۃ المعارف جلد ۷ میں لفظ عثمٰن کے

تحت اور جنگ جمل کے ذکر کے موقع پر بسلسلۂ حالات حضرت علی ابن ابی طالب

اس قصہ کو بیان کیا ہے اور صـ۱۶۰ و ۱۶۰ و ۱۶۹ پر اشارۃً لکھا ہے کہ ہم نے اس قصہ

کو تاریخ طبری سے نقل کیا۔

رہ گئے موجودہ زمانہ کے مورخین جنھوں نے تاریخ اسلام سے تحلیلی بحث کی

ہے اور واقعات کا تجزیہ اور چھان بین کر کے مبدا اور اصل تک پہنچنے کی

کوشش کی ہے ان میں ہم ایک احمد امین کو پاتے ہیں جنھوں نے "اہل ایران

اور اسلام میں ان کا اثر" کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے اس قصہ کو لکھا ہے

چنانچہ وہ اپنی کتاب "فجر الاسلام" صـ۱۳۶ پر مزدک کی تعلیمات کو دنیا میں سب

سے پہلی اشتراکیت قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں:۔

جناب ابوذر غفاری کے نظریے اور مزدک کے نظریے میں گونہ شاہت

نکلتی ہے اگرچہ یہ شاہت صرف سرمایہ کی تقسیم میں ہے) چنانچہ طبری کا بیان ہے

کہ ابوذر شام میں مقیم ہوئے اور لوگوں سے یہ کہنے لگے اے گروہ اغنیا فقیروں کے

ہمدردی کرو، بشارت ہو ان لوگوں کو جو سونا چاندی خزانہ میں جمع کرکے رکھتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے اس کی کہ وہ جہنم میں رہیں گے اور آگ سے ان کی پشتیں اور پیشانیاں داغی جائیں گی جناب ابوذر نے اس بات پر اتنا زور دیا کہ نادار مسلمان بھی ان کے ہمنوا اور ان کی باتوں پر فریفتہ ہو گئے اور مالداروں سے اسی کے متقاضی ہوئے یہاں تک کہ مالدار افراد عوام سے پریشان ہو اٹھے۔ پھر معاویہ نے ابوذر کو شام سے مدینہ حضرت عثمان کے پاس بھیجدیا تاکہ وہ شام والوں کو بگاڑ نہ سکیں۔ جب حضرت عثمان نے ابوذر سے پوچھا کہ شام والے کیوں آپ سے نالاں ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ مالداروں کو مناسب نہیں کہ مال جمع کر کے رکھیں۔"

اس سے پتہ چلا کہ دولت کے متعلق ان کا نظریہ قریب وہی ہے جو مزدک کا نظریہ تھا۔ لیکن ابوذر نے یہ نظریہ پایا کہاں سے اس سوال کا جواب طبری نے دیا ہے لکھتے ہیں :-

"ابن سوداء (عبداللہ بن سبا) حضرت ابوذر سے ملا اور اپنے خیالات و نظریات ان کے سامنے پیش کئے یہ ابن سبا ابو درداء اور عبادہ بن صامت کے پاس بھی پہنچا مگر انھوں نے اس کی باتوں پر کان نہ دھرا عبادہ اسے معاویہ کے پاس پکڑ کر لے بھی گئے کہ اسی نے تمہارے خلاف جھگڑے برپا کیے ہیں۔" ہم جانتے ہیں کہ "ابن السوداء" عبداللہ بن سبا کا لقب ہے جو صنعا کا یہودی تھا، عہد عثمان میں

اس نے اسلام ظاہر کیا، اُس نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کے دین کو غارت کرے اس نے شہروں میں بہت سے مضر اور نقصان رساں عقائد کی اشاعت کی جنھیں ہم بعد میں بیان کریں گے، اس نے بہت سے ملکوں اور شہروں کا سفر کیا، حجاز، مصر، شام، کوفہ، بصرہ وغیرہ کے دورے کئے تھے، لہٰذا بہت قوی احتمال اس کا ہے کہ اس نے یہ خیالات و نظریات عراق یا یمن کے مزدکیوں سے حاصل کئے ہوں اور جناب ابوذر خلوص نیت کے سبب ابن سبا کی باتوں میں آگئے ہوں"۔ الخ

اس عبارت کے حاشیہ پر احمد امین لکھتے ہیں۔

انظر الطبری ج ۵ ص ۲۶ وما بعدھا دیکھو طبری جلد ۶ ص ۲۶ اور اس کے آگے۔

اور اپنے اس فقرہ:۔

"اس نے شہروں میں بہت سے مضر اور نقصان رساں عقائد کی اشاعت کی جنھیں ہم بعد میں بیان کریں گے"

میں فاضل موصوف نے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرتے ہوئے ص ۳۷۱ پر لکھتے ہیں:۔

"حضرت عثمان کے آخری زمانہ میں خفیہ جماعتیں حضرت عثمان کو معزول اور ان کی جگہ پر دوسرا خلیفہ مقرر کرنے کے لیے تمام ممالک میں پھیل گئیں، انھیں جماعتوں میں سے ایک وہ جماعت بھی تھی جو علی کو خلیفہ بنانا چاہتی تھی [illegible] عبداللہ بن سبا تھا

یمین کا یہودی تھا جو مسلمان ہو گیا تھا، اس نے بصرہ، کوفہ، شام، مصر کے دورے کیے اور ہر جگہ یہ کہتا پھرا کہ ہر نبی کے لیے ایک وصی ہوتا ہے، علی محمد صلعم کے وصی ہیں، جو شخص پیغمبر کی وصیت کو پورا نہ کرے اور پیغمبر کے وصی پر تغلب کرے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا؟

یہ شخص حضرت عثمان کے مخالفین میں سب سے سخت و شدید تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان قتل کر ڈالے گئے"۔

پھر صفحہ ۳۱۴ پر لکھتے ہیں :-

"یہ تاریخی واقعات کا مختصر خلاصہ ہے جسے ہم نے بہت مجبور ہو کر ذکر کیا ہے کیونکہ اسی پر اسلام کے تین بڑے فرقوں کی بنیاد پڑی خوارج، شیعہ"

فاضل موصوف اتنا کچھ لکھنے سے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ شیعیت اور علی کے وصی رسول ہونے اور رجعت کے عقائد کا سنگ بنیاد عبداللہ بن سبا نے رکھا، اور ان سب باتوں کا نتیجہ آخر میں یہ نکالا ہے کہ حضرت ابوذر اشتراکی تھے اور اشتراکیت ابن سبا کے پروپگنڈے سے پھیلی، اور ابن سبا ایران کی مزدکیت سے متاثر تھا۔

اسی بات کو انھوں نے پھر صفحہ ۳۳۳ پر دہرایا ہے چنانچہ حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ:

لہ کوئی پوچھے فاضل موصوف سے کہ منکر پر بار ثبوت کب ہوتا ہے؟ مدعی پر لازم ہے کہ جس چیز کا وہ دعوی کر رہا ہے اس کا ثبوت بھی پیش کرے۔ جو حضرات ابن سبا کے وجود کے قائل ہیں ان پر لازم ہے کہ تاریخی دلائل و براہین سے ثابت کریں کہ واقعاً اس نام کا کوئی شخص دنیا میں گذرا بھی ہے۔

بعض تحقیق کے دالدادہ افراد کا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک فرضی شخص ہے اس کا کوئی تاریخی اور تحقیقی وجود نہیں، لیکن ہماری نظر سے کوئی دلیل ایسی نہیں گزری جو ان کے دعوے کو ثابت کر سکے۔"

اسی طرح ہم ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کو پاتے ہیں جو اپنی کتاب تاریخ الاسلام السیاسی کے اندر حضرت عثمان کے آخر زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی حالت کی نقشہ کشی کرنے کے بعد صفحہ ۳۴۷ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ فضا انقلاب کے لئے پوری طرح سازگار اور عبداللہ بن سبا اور اسکے پیرووں کی باتوں کو قبول کرنے اور متاثر ہونے کے لیے انتہائی حد تک تیار تھی اس ہنگامہ کی آگ ایک جلیل القدر و عظیم المنزلت صحابی نے بھڑکائی جو سابقین میں سے تھے اور زہد و پرہیزگاری میں مشہور اور بزرگ ترین ائمہ حدیث سے تھے یعنی حضرت ابوذر غفاری جنھوں نے عبداللہ بن سبا کی باتوں میں آگر حضرت عثمان اور اُن کے گورنر معاویہ کی سیاست کو چیلنج کیا تھا، یہ عبداللہ بن سبا صنعاء کا رہنے والا ایک یہودی تھا جو مسلمان ہو گیا تھا اس نے ممالک اسلامیہ کے دورے کیے ابتداء اس نے حجاز سے کی پھر بصرہ آیا اس کے بعد کوفہ اور کوفہ سے شام و مصر گیا۔"[1]

اس عبارت کے حاشیہ پر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۲۵۵

پھر صفحہ ۳۴۵ پر لکھتے ہیں:۔

اُس نے انھیں خلافت سے معزول کرنے کے لیے راستہ بالکل ہموار پایا۔"

اس عبارت کے حاشیہ پر بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے چار مرتبہ طبری کے مختلف صفحات کا حوالہ دیا ہے اسی طرح ص ۵۲-۴۳ تک اس قصہ کو لکھا ہے اور بارہ جگہ طبری کے انھیں صفحات کا حوالہ دیا ہے جو ایک اکیلا ماخذ ہے اس قصہ کا۔

لیکن طبری نے جنگ جمل کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو ٹھیک نہیں معلوم ہوئیں اس لیے اس موقع پر گول کر گئے حالانکہ دونوں میں ابن سبا ہی سنگ بنیاد ہے، پھر ان دونوں واقعات کا ماخذ بھی ایک ہے اور بیان کرنے والا بھی ایک یعنی "طبری"

خلاصہ یہ کہ جمہور مسلمین کے متقدمین علماء ہوں یا متاخرین سب ہی نے عبداللہ بن سبا کے قصہ کو طبری ہی سے نقل کیا اور ہر ایک نے اسی کا حوالہ دیا ہے۔

رہ گئے مستشرقین تو ان میں فان فلوتن اپنی کتاب "سیادۃ عربیہ، شیعہ اور اسرائیلیات عہد بنی امیہ میں" بسلسلۂ ذکر جماعات شیعہ ص ۷۹ پر لکھتے ہیں:۔

"لیکن سبائیہ یعنی عبداللہ بن سبا کے انصار جو عہد عثمان میں علیؑ کو زیادہ سزاوار خلافت کا سمجھتے تھے۔"

اس عبارت کا حاشیہ انھوں نے ص ۸۰ پر درج کیا ہے اور حاشیہ میں انھوں نے طبری اور اس کے صفحات کا حوالہ دیا ہے۔

نکلسن اپنی کتاب "تاریخ ادب عربی مطبوعہ کیمبرج ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں:۔

"عبداللہ بن سبا جس نے فرقہ سبائیین کی بنیاد رکھی صنعا یمن کے باشندوں میں سے تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے یہودی تھا عہد عثمان میں

عیاں ہوا اس کے بعد اس نے دورے اور تقریریں کرنی شروع کیں، مورخین بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتا تھا تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کرے اور انہیں موارد خطا میں لا ڈالے، حجاز میں آیا وہاں سے بصرہ پہنچا، بصرہ سے کوفہ پھر شام میں نمودار ہوا اور آخری سفر اس نے مصر کا کیا اور وہیں جم کر بیٹھ گیا جہاں لوگوں کو رجعت کے اعتقاد کی دعوت دیتا تھا۔

ابن سبا کا عقیدہ .... ابن سبا کہا کرتا تھا وہ انتہائی حیرت انگیز و تعجب خیز ہے کہ کوئی شخص اس بات کا تو اعتقاد رکھے کہ عیسیٰؑ اس دنیا میں پلٹ کر آئیں گے لیکن حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا معتقد نہ ہو جس بارے [illegible] نے نص بھی کی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہزاروں نبی دنیا میں ایسے گزرے کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوا کیا، حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وصی علیؑ ہیں، لہٰذا محمدؐ آخر الانبیاء ہیں اور علیؑ آخر الاوصیاء ہیں۔"

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد مستشرق موصوف نے حاشیہ پر اسی طبری اور اس کے [illegible]ات کا حوالہ دیا ہے۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ جسے جرمنی، انگلینڈ، فرانس کے ۹ بڑے بڑے مستشرقوں نے مل کر ترتیب دیا اس کی پہلی جلد کے ص ۲۵ پر ہمیں یہ عبارت ملتی ہے کہ:

طبری اور مقریزی کی روایات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا جن چیزوں کی تبلیغ کرتا تھا ان میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ دوبارہ دنیا میں [illegible] تھا کہ ہر نبی کے لیے ایک

وصی ہوا کیا اور علی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وصی ہیں، اس کا نظریہ تھا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ علیؑ کی بیعت میں حق کی حمایت و نصرت کرے قولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں سے، کہا جاتا ہے کہ ابن سبا پروپاگنڈہ کرنے والوں کو استعمال کرتا تھا جو اس کے خیالات و نظریات کی تبلیغ کیا کرتے، یہ ابن سبا ان لوگوں میں سے تھا جو ماہ شوال ۳۵ھ مطابق اپریل ۶۵۶ء میں مصر سے مدینہ حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لیے گئے الخ۔

اس دائرۃ المعارف میں بھی طبری ہی کا حوالہ ہے طبری کے علاوہ مقریزی کا بھی ذکر ہے، لیکن مقریزی کے روایات اعتماد کے قابل نہیں کیونکہ نہ اس نے اسناد ذکر کئے ہیں نہ اس ماخذ کا ذکر کیا ہے جس سے اس نے قصہ ابن سبا نقل کیا، مقریزی نویں صدی ھ کا مورخ ہے جو واقعہ اس کی پیدائش سے تقریباً ۸۰۰ سال پہلے گذرا ہو اس کو بغیر کسی کتاب کے حوالہ کے بیان کرنا جتنا ناقابل اعتبار ہے ظاہر ہے، موقع ملا تو ہم مقریزی کی روایت پر بھی آگے چل کر روشنی ڈالیں گے۔

ڈوایت ایم ڈونلڈسن اپنی کتاب عقیدۃ الشیعہ صفحہ ۵۹ پر رقم طراز ہے۔

"قدیم روایتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ اصحاب علی اور شیعیان علی محض سیاسی اغراض کے تحت علی کی خلافت کے قائل نہ تھے بلکہ وہ خلافت کو علی کا حق الٰہی سمجھتے تھے، اس عقیدہ کی نشر و اشاعت میں ایک مخفی شخصیت کے پروپیگنڈہ اور انتشار انگیزی کو بڑا دخل حاصل ہے، حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک شخص ظاہر ہوا جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا، اس نے مسلمانوں کو بھڑکانے اور غارت گری کرنے کے لیے تمام ممالک اسلامیہ میں گھوم پھر کر اپنے عقائد کی تبلیغ

شاعت کی جیسا کہ طبری کا بیان ہے ۔۔۔۔۔۔ الخ

ستشرق موصوف نے اس کتاب کے ص۵۹ پر جو حاشیہ تحریر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ابن سبا کے اس قصہ کو طبری سے نقل نہیں کیا۔ بلکہ مذکورہ بالا کتابیں "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" اور نکلسن کی تاریخ الادب العربی" سے اقتباس کیا ہے، اور ان دونوں کتابوں میں ابن صبا کے متعلق جو کچھ بھی ہے وہ طبری ہی سے ماخوذ و منقول ہے۔

مختصر یہ کہ ابن سبا کا قصہ خوب پھیلا اور مشہور ہوا اکثر مورخین نے اس قصہ کو سلسلۂ اسناد کے ساتھ ذکر کیا اور بلا واسطہ یا بالواسطہ طبری تک سلسلۂ اسناد کو نقل کیا ہے، کچھ مورخین ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں میں اس قصہ کو بغیر حوالہ کے لکھا ہے لیکن کتاب کے شروع یا آخر میں مصادر کتاب کی فہرست میں طبری کا نام لکھا ہے یا ان کتابوں کے نام کی صراحت کی ہے جو طبری سے لکھی گئی ہیں جیسا کہ صاحب روضۃ الصفا نے کیا ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ طبری ہی نے ابن سبا کے اس قصہ کی بنیاد ڈالی سب سے پہلے انھیں نے اپنی کتاب میں اس قصہ کو لکھا ہے اور بعد میں آنے والے مورخین نے ان پر حیرت انگیز حد تک اعتماد و وثوق کرتے ہوئے آنکھ بند کر کے اس قصہ کو اپنی کتابوں میں نقل کر دیا، لہٰذا نظری ہے کہ تاریخ طبری پر توجہ مرکوز کر کے سلسلہ اسناد کی چھان بین کی جائے۔

طبری نے ابن سبا کے قصّہ کو کن اسناد سے بیان کیا ہے؟

علامہ طبری نے ابن سبا کے قصہ کو بس فقط ایک شخص سیف بن عمر تیمی برجمی کوفی کے واسطے سے بیان کیا ہے چنانچہ ۳۰ھ کے واقعات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اسی سال یعنی ۳۰ھ میں جناب ابوذر اور معاویہ کے اختلافات و نزاعات ظہور پذیر ہوئے اور معاویہ نے انھیں شام سے ہٹا دیا بہت سی باتیں ہیں اکثر باتوں کو میں نے ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا، جو لوگ اس بارے میں معاویہ کو بے قصور سمجھتے ہیں ان لوگوں نے اس کے متعلق ایک قصہ بیان کیا ہے، مجھے سری نے لکھا کہ شعیب سے سیف نے حدیث بیان کی اُس نے عطیہ سے سنا اس نے یزید فقعسی سے یزید فقعسی کہتا ہے کہ جب ابن السوداء شام وارد ہوا تو ابوذر سے ملا اور کہا کہ اے ابوذر آپ معاویہ پر تعجب نہیں کرتے .... الخ"

اس کے بعد طبری نے ابن سبا اور ابوذر کے قصہ کو سیف کے حوالے سے بیان کیا ہے اور آخر میں ابوذر کے حالات اس فقرہ پر ختم کیے ہیں۔

"دوسرے لوگوں نے ان واقعات کے اسباب میں بے شمار اور بہت سے قابل شرم امور بیان کیے ہیں جن کے ذکر کو میں نے پسند نہیں کیا۔"

پھر ۳۵ھ سے لیکر ۳۶ھ تک کے واقعات میں سلسلہ قتل عثمانؓ و جنگ جمل طبری نے ابن سبا کے اس قصہ کو اسی سیف کے ۱۲ واسطے سے بیان کیا سیف کے علاوہ کوئی اور دوسرا واسطہ ہی نہیں

دگئے ابن عساکر تو انھوں نے بھی سیف کے قصے کہانیاں سیف ہی کے واسطہ اور اپنے سلسلۂ اسناد سے طلحہ زیاد بن ابیہ اور عبداللہ بن سبا کے حالات بن طبری کی طرح بیان کئے، البتہ عبدالقادر بن احمد بن بدران جب تاریخ ابن عساکر کا خلاصہ کرنے بیٹھے تو اُنھوں نے ابن سبا کے قصوں کو سیدھے سیدھے سیف کی طرف منسوب کر کے لکھا سلسلۂ اسناد کو بیچ سے حذف کر دیا اور تاریخ طبری کا حوالہ دیا۔

بہر حال ان قصوں اور افسانوں کو ابن عساکر نے سیف سے خواہ طبری کے واسطے کے بغیر روایت کیا ہو یا طبری کے واسطے سے دونوں صورتوں میں ان کا سلسلہ روایت بھی سیف ہی پر جا کر تمام ہوتا ہے۔

تو چونکہ ابوذر و عثمان اور جنگ جمل کے متعلق ابن سبا کے قصوں اور افسانوں کو سیف بن عمر ہی کی طرف مورخین نے منسوب کیا ہے اس لیے بلا شبہ اس قصہ کی جڑ اور بنیاد سیف بن عمر ہے اسی نے سب سے پہلے اس کو بیان کیا اور اسی کی طرف سے نشر و اشاعت ہوئی۔

سلسلۂ قصۂ ابن سبا

سیف بن عمر تمیمی المتوفی ۱۷۰ھ

طبری المتوفی ۳۱۰ھ

ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ

ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ
تاریخ کامل

میر خواند المتوفی ۹۰۳ھ

ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ
تاریخ ابن کثیر

مستشرقین

فان فلوتن

نکلسن
تاریخ الادب العربی

دوایت م دونلدسن
عقیدۃ الشیعہ

فرید وجدی
دائرۃ المعارف

ڈاکٹر حسن ابراہیم
تاریخ الاسلام السیاسی

احمد امین
فجر الاسلام

رشید رضا
السنۃ والشیعہ

سیف ابن عمر اور اس کی حدیثوں کی قدر و قیمت

سیف ابن عمر تمیمی برجمی کوفہ کا رہنے والا تھا اور دو کتابوں الفتوح والردۃ
و الجمل امیر عائشۃ وعلی کا مؤلف ہے زمانۂ خلافت ہارون رشید میں ۱۷۰ھ
میں اس نے انتقال کیا۔

اس کی شخصیت کا اندازہ کچھ تو ان کے حالات سے ہوتا ہے جو فن رجال کی
کتابوں میں مذکور ہیں اور کچھ ان کی بیان کردہ روایات واحادیث کو پرکھنے اور
چھان بین کرنے سے۔ جب ہم فن رجال کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے
ہیں تو نظر آتا ہے کہ ان الفاظ میں ائمہ رجال نے سیف کا ذکر کیا ہے:-

یروی عن خلق کثیر من المجہولین	بے شمار گمنام اور مجہول الحال لوگوں سے روایت کرتا ہے۔
ضعیف الحدیث	اس کی حدیثیں بہت ضعیف ہوتی ہیں۔
لیس بشئ	کچھ بھی نہیں۔
متروک یضع الحدیث	یہ متروک ہے۔ حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔
ھو فی الروایۃ ساقط	یہ ساقط الروایت ہے۔
یروی الموضوعات عن الاثبات	معتبر اور ثقہ لوگوں سے منسوب کرکے من گھڑت حدیثیں روایت کرتا ہے۔
عامۃ حدیثہ منکرۃ	اس کی زیادہ تر حدیثیں منکر [illegible] تھیں
متہم بالوضع والزندقۃ	زندقہ اور وضع کے ساتھ متہم تھا۔

(فہرست ابن ندیم ص ۱۳۷ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۳۸، ۳۵۲ تہذیب التہذیب
ص ۲۹۵ میں مذکورہ بالا تمام الفاظ سیف کے متعلق فن رجال کے جلیل القدر علماء
ابن معین، ابی حاتم، ابو داؤد، نسائی، دارقطنی، ابن عدی، ابن حبان، ابن
بن یحییٰ وغیرہم سے مذکور ہیں)

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لئالی مصنوعہ فی الاحادیث
الموضوعہ میں صرف ایک حدیث (بطور نمونہ) سیف ابن عمر سے نقل کی
اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"یہ حدیث موضوع ہے اس کے سلسلہ میں اسناد میں سب ہی ضعیف راوی
ہیں سب سے زیادہ ضعیف ان میں سیف ہے"

غرضکہ علمائے فن رجال نے انھیں لفظوں سے سیف کی تضعیف کی ہے۔
(کتاب عبد اللہ بن سبا مرتضیٰ عسکری نجف عراق)

حقیقت یہ ہے کہ ابن سبا نام کا کوئی شخص تاریخ اسلام میں گزرا ہی نہیں
یہ ساری مصیبت سیف ابن عمر ایک راوی کی ہے۔ جس نے ابن سبا تو ابن سبا
بہت سے ایسے فرضی صحابی گڑھ لیے ہیں اور ان کے نام سے فرضی روایتیں بیان
کی ہیں جو کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ بلا استثناء تمام مورخین نے خواہ وہ عرب کے
ہوں یا عجم کے یا یورپ کے مستشرقین سبھی نے ابن سبا کے قصے کو طبری سے نقل کیا
طبری نے سری ایک شخص سے معلوم کیا۔ اور سری نے سیف بن عمر سے سیف
بن عمر نے اس قصے کو بیان کیا۔ اور اسی نے شہرت دی۔ سیف بن عمر زنادقہ
ہارون رشید میں سنہ ۱۷۰ھ میں مرا۔ اس کے بعد جتنے راوی تھے کسی نے بھی
[illegible] نام تک نہیں لیا۔ اور طبری کے بعد جو کتابیں تصنیف ہوئیں [illegible]

[...] سبا کا ذکر تک نہیں۔ طبری کے بعد اکثر مؤرخین نے اس قصہ کو سلسلۂ اسناد
[...] ذکر کیا ہے۔ اور بلا واسطہ یا بالواسطہ طبری تک سلسلۂ اسناد کو منتہی کیا ہے
[...] ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں میں اس قصہ کو بغیر سند یا بغیر حوالہ
[...] ہے۔ لیکن کتاب کے شروع یا آخر میں مصادر کتاب کی فہرست میں طبری کا نام لکھا
[...] ان کتابوں کے نام کی صراحت کی ہے جو طبری سے لکھی گئیں۔

ان تمام باتوں سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ طبری ہی نے
[...] سبا کے اس قصہ کی بنیاد ڈالی۔ سب سے پہلے انھیں نے اپنی کتاب میں اس
[...] کو لکھا اور بعد میں آنے والے مؤرخین نے ان پر حیرت انگیز حد تک اعتماد و وثوق
[...] آنکھ بند کر کے اس قصہ کو اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔

مختصر یہ کہ تمام مؤرخین نے قصۂ ابن سبا کو طبری سے لیا اور طبری نے ایک
[...] شخص سیف بن عمر تمیمی برجمی سے لیا گویا واحد مورد و مصدر اور اس سارے
[...] کی جڑ اور بنیاد سیف بن عمر ہے۔ یہ سیف بن عمر تمیمی برجمی کوفہ کا رہنے والا
[...] اور دو کتابوں الفتوح والردۃ اور الجمل و مسیر عائشہ و علیؑ کا مؤلف ہے۔
[...] رجال اور اعیان علم حدیث نے سیف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

یروی عن خلق کثیر من المجھولین بے شمار گمنام اور
[...] الحال لوگوں سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف الحدیث اس کی حدیثیں
[...] ہوتی ہیں لیس بشیٔ کچھ بھی نہیں۔ متروک یضع الحدیث
[...] ہے۔ حدیثیں گڑھا کرتا ہے۔ وھو فی الروایۃ ساقط
[...] یروی الموضوعات عن الثقات ثقہ لوگوں سے منسوب کر کے [...]

یں روایت کرتا ہے۔

عامۃ حدیثہ منکرۃ اس کی زیادہ تر حدیثیں منکر (اجنبی) ہیں۔ عمر
ضع والزندقہ زندقہ اور وضع کے ساتھ متہم ہے۔

(فہرست ابن ندیم صفحہ ۲۳۷ میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ ، ۲۵۵ تہذیب التہذیب
۲۴۹ اللآلی المصنوعہ سیوطی وغیرہ)۔

ایک بڑا ضروری سوال یہ ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن
یسے عظیم المرتبت صحابی کو مروا پیٹا۔ انھیں ایک شخص نے ہاتھوں پر اٹھا کر
پٹخ دیا جس سے اُن کی بڑی پسلی ٹوٹ گئی۔ اور آخر اسی صدمہ سے اُن کی
ہوئی۔ حضرت ابوذر کو انتہائی دردناک اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور ربذہ
باہر کر دیا گیا۔ جہاں غربت اور بیچارگی میں جاں بحق ہوئے۔ حضرت عمار کو اتنا
کہ فتق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ بڑے بڑے صحابہ اور جلیل القدر تابعین کو
کر دیا۔ جلا وطن کی سزائیں دیں۔ اس قصور پر کہ وہ حضرت عثمان کے افعال
ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان عبداللہ بن سبا کا کچھ
سکے۔ پورے ممالک اسلامیہ پر حضرت عثمان کا غلبہ و اقتدار تھا۔
حکم منصوبہ کا دور حضرت عثمان کا کوئی ذوی قربی عزیز ہی تھا۔ چاہیے
سبا کے سر اٹھاتے ہی حکومت کی پوری مشینری اس کے خلاف تیزی
آتی اور جہاں ملتا اسے سولی دے کر قصہ ختم کر دیا جاتا۔ مگر ہمیں یہ
سکتا ہے کہ آخر ابن سبا اور اس کے ساتھیوں پر حضرت عثمان کی عنایت
پابندیاں عائد نہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کا دل فتنہ و فساد

گی تھا۔ اور ان مقدس و خالص الایمان صحابہ کرام اور مومنین صالحین
نشانہ بنایا گیا جن کا مطمح نظر محض امر بالمعروف و نہی عن المنکر رہا۔ کیا ابن سبا
کے سولی دے کر۔ ہاتھ پیر کاٹ کر یا سرزمین اسلام سے نکال باہر کر کے فتنہ و
اصل جڑ ہی کاٹی نہیں جا سکتی تھی؟۔
اس سوال کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابن سبا کا کوئی وجود
فی ہی نہیں اور نہ کوئی گوشت پوست والا انسان اس نام کا گزرا ہے۔ یہ محض
حضرت عثمان کے پرستاروں کی خیالی تخلیق ہے جنہوں نے حضرت عثمان کے مرنے
ڈیڑھ سو برس کے بعد حضرت عثمان کے افعال زشت و زبوں کو سبک دکھانے
یا ان امیر المومنین کو زچ کرنے کے لیے جنم دیا اور پروان چڑھایا۔
ف کی بات ہے کہ کہاں تو ابن سبا کا اتنا فروغ کہ جس شہر سے گزرا
حضرت عثمان کے خلاف آگ لگاتا ہوا گزرا شہر کے شہر صوبے کے صوبے اس کے دائیں بائیں
لگے۔ ہر مقام کی آبادی اس کی مطیع ہو گئی۔ حتیٰ کہ بقول ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
اور حضرت ابوذر ایسے جلیل القدر صحابہ پیغمبر بھی اس کے دام فریب میں
اتنا اقتدار اس کو حاصل ہو گیا کہ خود مصر میں بیٹھا رہا اور مصر، کوفہ، بصرہ
نے اسلامی دارالسلطنت میں آکر حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا۔ ظاہر ہے
کی جماعت کوئی دس بیس یا سو دو سو افراد پر مشتمل نہ ہوگی۔ بلکہ جب کئی کئی
کی آبادی اس کے ہم خیال ہو گئی تھی تو اس کے حلقہ بگوشوں کی تعداد
سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ گئی ہوگی۔ اور اتنی بڑی تعداد دو چار
صفحہ ہستی سے اس طرح نیست و نابود ہو گئی کہ عہد میں اس جماعت کا

ئی نام لیوا بھی باقی نہ رہا۔ دُنیا جانتی ہے کہ فرقہ خوارج کی ابتدا جنگ صف
سے ہوئی اور واقعہ نہروان میں وہ اتنی کثرت سے مقتول ہوئے کہ صرف د
آدمی اس فرقہ کے زندہ بچ رہنے میں کامیاب ہوئے مگر ان نو آدمیوں سے
اس جماعت کو اتنی نشوونما ملی کہ آگے چل کر انھوں نے کھلم کھلا حکومت
یک مرتبہ نہیں متعدد بار ٹکر لی اور عرصہ دراز تک اسلامی حکومت کے
درد سر بنے رہے، ان کے ہولناک واقعات اور ہوشربا تذکروں سے تار
کے اوراق سیاہ ہیں آج بھی کہیں نہ کہیں اس فرقہ کے لوگ پائے ہی جا
یں۔ مگر ابن سبا اور اس کی جماعت کے متعلق تمام مورخین کا متفقہ بیان ہے
حضرت عثمان کے عہد حکومت میں اس کی ابتدا ہوئی۔ تمام مورخین عہد عثما
فتنہ وفساد کے ذکر کے موقع پر ابن سبا اور اس کی جماعت کا ذکر کر
یں۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد اور جنگ جمل سے قبل کے واقعات
لکھتے ہوئے بھی شد ومد سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جنگ جمل کے موقع
ب حضرت علی اور طلحہ و زبیر و عائشہ میں صلح کی بات چیت ہو رہی تھی اس
قع پر بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنگ کا کوئی امکان
تھا خود سبائیوں نے سازش کر کے جنگ چھیڑ دی۔ یہ سب کچھ مورخین لکھتے ہیں
مگر اس کے بعد سبائین کہاں گئے۔ انھیں زمین کھا گئی یا آسمان اس د
ھی مورخ نے ذکر نہیں کیا جنگ جمل کے کچھ دنوں ہی کے بعد جنگ صفین
یش آئی۔ چاہئے یہ تھا کہ سبائین صفین میں بھی ضرور موجود ہوتے تو جیسے

پر بھاری رہا اسی طرح جنگ صفین میں بھی یہ فرقہ کوئی اہم رول ادا
خصوصاً اس موقع پر تو اس فرقہ کی موجودگی کی اور زیادہ ضرورت تھی۔
معاویہ والوں نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تھے مگر افسوس کہ کسی
ب میں بھی جنگ صفین کے موقع پر فرقہ ابن سبا کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔
ی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصر کے نامور فلسفی وادیب و مورخ
حسین اپنی مشہور کتاب " الفتنۃ الکبری جلد دوم صفحہ ۹۰، ۹۹، ۱۰۰
لکھتے ہیں:-

واقل ما یدل علیه اعراض المورخین عن السبئیة وعن
السوداء فی حرب صفین ان امر السبئیة وصاحبهم ابن
السوداء انما کان متکلفا منحولا قد اخترع باخرة حین
الجدال بین الشیعة وغیرهم من الفرق الاسلامیة
وخصوم الشیعة ان یدخلوا فی اصول هذا المذهب
عنصرا یهودیا امعانا فی الکید لهم والنیل منهم ولو
کان امر ابن السودا مستندا الی اساس من الحق
والتاریخ الصحیح لکان من الطبیعی ان یظهر اثره حین
اصحاب علی فی امر الحکومة الخ ....
فانا لا نری لابن السوداء ذکرا فی امر الخوارج فکیف
یمکن تعلیل هذا الاهمال اوکیف یمکن ان نعلل
ابن سبا عن وقعة صفین ... حزب المحکمة

ان ابن السوداء لم يكن الا وهماً و
بالفعل فلم يكن ذا خطر كالذي صو
خون وصور وانشاطه ايام عثمان و
ام الاول من خلافة على وانما هو خص
زه خصوم الشيعة للشيعة وحدهم و
خروه للخوارج لان الخوارج لم يكونوا
اعة ولم يكن لهم مطمع فى الخلافة ولا
ك وانما كانوا قوما يثورون بكل خلافة و ينقضو
كل ملك ويجادلون الخلفاء والملوك ما وجد
حربهم سبيلا ثم هم لم يكونوا حزبا باقيا متصلا
الخطر ولا سيما بعد ان انقضى عصر بنى امية و
امرهم وقل حدهم بعد ان تقدم الزمان بدو
عباس وبقى مذهبهم معروفا بين المتكلمين۔

ترجمہ :۔ جنگ صفین میں سبائیوں اور ابن سبا کے ذکر سے مورخین
نظر کیا ہے اس سے کم یہ بات آئینہ ہو جاتی ہے کہ ابن س
فرضی اور من گھڑت چیز ہے اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اس
میں جھگڑے چل رہے تھے اس وقت اسے تخم دیا گیا۔ شیعوں

قیاس کر لیا جائے یہ سب کچھ بڑی زبردست چال بازی اور مکر و فریب کی صورتیں
ہیں محض شیعوں کو زچ کرنے کے لیے ورنہ اگر ابن سبا کا معاملہ کسی صحیح بنیاد
پر مبنی ہوتا اور معتبر تاریخ سے اس کا پتہ چلتا ہوتا تو لازمی طور پر اس فرقہ کا
نام و نشان اور اس کا مکر و فریب جنگ صفین میں ضرور ظاہر ہوتا خصوصاً
واقعہ تحکیم کے موقع پر جب اصحاب علیؑ میں اختلاف رونما ہوا اس وقت بھی
لازمی طور پر اس فرقہ کا وجود ہونا چاہیئے تھا لیکن ہم خوارج کے معاملہ میں ابن
سبا کا کوئی وجود نہیں پاتے۔ تمام تاریخیں اس موقع پر اس کے ذکر سے
خاموش ہیں۔ اس خاموشی کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے اور واقعہ صفین اور
واقعہ خوارج کے موقع پر ابن سبا کے غائب ہونے کی کیا وجہ بیان کی جا سکتی
ہے ہم تو صرف بس ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور وہ یہ کہ ابن سبا محض وہمی
شخصیت ہے اور اگر بالفرض اس نام کا کوئی شخص موجود بھی رہا تو اسے ایسی اہمیت
ہرگز حاصل نہیں کہ جیسی مورخین تصویر کشی کرتے ہیں۔ اور قتل عثمان اور
حضرت علیؑ کی خلافت کے پہلے سال میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حقیقت
یہ ہے ابن سبا ایک ہوّا ہے جسے شیعوں کے دشمنوں نے محض شیعوں کے لیے
ایجاد کیا اور خوارج کے لیے نہیں کیونکہ خوارج تو مسلمانوں کی جماعت میں
داخل نہ تھے۔ انھیں خلافت و سلطنت سے کوئی غرض تھی وہ تو ایسی قوم تھے
جو ہر خلافت پر غضبناک اور ہر حکومت کی باغی تھی۔ وہ خلفاء و سلاطین سے
ہمیشہ لڑا کرتے جتنی بھی انھیں گنجائش نصیب ہوئی۔ پھر ان خوارج
[illegible] امت [illegible] کے ختم ہونے [illegible] وہ بھی

برائے نام باقی رہے بنی عباس کی حکومت آتے آتے اُن کا معاملہ انتہائی ضعیف ہو گیا اب صرف متکلمین کی کتابوں میں ان کا وجود باقی ہے لیکن خوارج بہرحال ایسی جماعت نہیں تھے کہ ان سے اختلاف و نزاع اتنے شدید جدال کی نوبت تک پہنچ جاتی جیسا کہ شیعوں ساتھ نوبت آئی تھی۔
اس کے بعد ہی ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:۔

والواقع ان الخصومة بين الشيعة واهل الجماعة قد اتخذت الوانا من الجدل والاذاعة ونشر الدعوة بعد ان استقام الامر لبني العباس اكثر فيها المكر والكيد والاختراع بحيث يجب على المورخ المنصف ان يحتاط اشد الاحتياط حين يصور هذه الفتن في عهدها الاول واي شيء ايسر من ان يكذب اهل الشام على اهل العراق و من ان يكذب اهل العراق على اهل الشام ولا سيما بعد ان يمضي الزمن و يبعد العهد و يصبح التحقق من الوقائع الصحيحة عسيرًا۔

والذين استباحوا لانفسهم ان يضعوا الاحاديث على النبي و اصحابه لا يتحرجون من ان يستبيحوا لانفسهم وضع الاخبار على اهل الشام والعراق الخ۔

ترجمہ:۔ سچی بات یہ ہے کہ بنی عباس کی سلطنت کے استوار ہو جانے کے بعد شیعہ اور سُنّی کی باہمی عداوت نے نت نئے رنگ، جنگ و جدال

[illegible] بازی اور تبلیغ کے بدلے، مکر و فریب، اختراع و افترا کی بہتات ہو گئی۔
[illegible] انصاف پسند مورخ کو لازم ہے کہ جب وہ شروع زمانہ اسلام کی تصویر کشی
[illegible] نہایت احتیاط سے کام لے۔ اس سے بڑھ کر اور آسان بات کیا
[illegible] عراق والے شام والوں کو جھوٹی تہمت لگائیں اور شام والے عراق
[illegible] خصوصاً اس وقت جب کہ صدیاں گزر چکی ہیں، مدت طولانی ہو چکی ہے
[illegible] واقعات کی چھان بین بیحد دشوار ہے۔
[illegible] لوگ پیغمبر خدا پر تہمت لگائی اور حضرت کی طرف منسوب کر کے جھوٹی
[illegible] گھڑنی اپنے لئے مباح جانتے ہیں وہ شام و عراق والوں کے خلاف
[illegible] گھڑنے میں کون سی دشواری محسوس کر سکتے ہیں۔"

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

[illegible] مهما یکن من شیٔ فالبلاذری لا یذکر ابن السوداء واصحابه
[illegible] من الفتنة ایام عثمان و ایام علی، والطبری فرواته
[illegible] الذین اخذ عنهم المورخون الذین اخذوا عنه فیما
[illegible] یذکرون ابن السوداء و اصحابه فی امر الفتنة ایام
[illegible] وفی العام الاول من ایام علی ثم ینسونهم بعد ذالك
[illegible] بعد ثون و اصحاب الجدال متفقون مع الطبری و اصحابه
[illegible] ذهبوا الیه الا ان المحدثین و اصحاب الجدال یفردون
[illegible] الطبری و اصحابه بشیٔ اخر فیزعمون ان ابن
[illegible]

ولکنک تبحث عن هذا فی کتب التاریخ فلا تجد له ذکراً
لغزوٍ فی ای عام من اعوام الخلافة القصیرة التی ولیها علی
کانت فتنة هولاء الغلاة - ولیس تحریق جماعة من المسلمین
بالنار فی الصدر الاول للاسلام و بین جماعة من اصحاب
النبی و من صلحاء المسلمین بالشیء الذی یغفل عنه المورخون
فلا یذکرونه ولا یثبتونه وانما یهملونه اهمالاً تاماً۔
وکل ما رواه المورخون هو ما ذکره البلاذری فی حدیث
قصیرو ضع الیه من ان قوما ارتدوا بالکوفة فقتلهم
علی وحکم الاسلام فیمن ارتد وامعروف وهو ان
یستتاب فان تاب حقن دمه وان لم یتب قتل فما
غرابة اذا فی ان یقتل علی نفرا ارتدوا ولم یتوبوا، ان صح
هذا الخبر وان کان البلاذری لم یسم احدا ولم یوقت لهذه
الحادثه وقتا، وانما رواها مطلقة اطلاق من لا یطمئن
الیها۔

ترجمہ - جو کچھ بھی جو علامہ بلاذری نے جو حضرت عثمان کے زمانہ کے فتنہ
فساد کے ضمن میں حضرت علی کے عہد خلافت کے تذکرہ کے موقع پر عبد اللہ
بن سبا کا ذکر کیا۔ طبری اور طبری کے وہ راوۃ جن سے طبری نے اس بحث کو
حاصل کیا .... نیز
مورخین جنھوں نے بعد میں طبری سے اس قصہ کو لیا ہے بھی ابن سبا اور اس کے صحابہ

حضرت عثمان کے زمانہ کے فتنہ وفساد کے ضمن میں اور حضرت علیؑ کی خلافت
کے پہلے سال کے تذکرہ میں بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد گول کر جاتے ہیں
گو بھی ابن سبا اور اس کے اصحاب یاد نہیں رہتے۔ محدثین و مناظرین
طبری اور طبری کے خوشہ چینیوں کے ہمنوا ہیں۔ طبری کے بیان کئے ہوئے
سر آنکھوں پر رکھتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ محدثین وارباب مناظرہ طبری کی
کی ہوئی باتوں کے علاوہ اپنی طرف سے بھی ایک نرالی بات اضافہ کر کے بیان کرتے
ہیں وہ منفرد ہیں وہ یہ کہ ابن سبا اور اس کے پیرو حضرت علیؑ کی
ت کے قائل ہو گئے اور علیؑ نے اُن کو آگ میں جلا دیا۔ لیکن اگر آپ
کی کتابوں میں محدثین و مناظرین کے اس چھوڑے ہوئے شگوفے کو
ل کیجئے تو کہیں پتہ بھی نہ ملے۔ ہمیں تو کہیں سے بھی معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت علیؑ
مختصر زمانۂ خلافت میں کس سال ان غالیوں کا فتنہ رونما ہوا۔ شروع زمانہ
اسلام میں لوگوں کو آگ سے جلا دینا پھر وہ بھی اصحاب پیغمبر اور صلحاء مومنین
موجودگی میں ایسی معمولی بات نہیں کہ مورخین اس سے غافل رہتے اور اسے
کتابوں میں ذکر نہ کرتے۔ اور ماہ و سال کی تعیین نہ کرتے بلکہ بالکل ہی
ل سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مورخین کی تمام لمبی چوڑی داستان کا خلاصہ
ری نے مختصر لفظوں میں یہ بیان کیا ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔
حضرت علیؑ نے انھیں قتل کر ڈالا۔ مرتد ہو جانے والوں کے متعلق اسلام نے
ر دیا ہے وہ ہر شخص جانتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتد شخص سے پہلے توبہ

نہیں کی تو قتل کر ڈالا جائے گا۔ لہذا اگر حضرت علیؓ کے زمانہ میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے ہوں۔ اور آپ نے حکم اسلام پر عمل کرتے ہوئے انھیں قتل کر ڈالا ہو تو کون سے تعجب کی بات ہے بشرطیکہ یہ قصہ صحیح بھی ہو اگرچہ بلاذری نے اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے مرتد ہو جانے والوں میں سے کسی کا نام نہیں بتایا اور نہ اس کی صراحت کی کہ یہ واقعہ کب پیش آیا تھا۔ بلاذری نے مطلقاً یہ واقعہ بیان کر دیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود بھی اس واقعہ کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

(الفتنۃ الکبریٰ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مطبوعہ مصر ۱۹۴۷ء صہ ۱۱۶ جلد دوم)

یہی ڈاکٹر طٰہٰ حسین الفتنۃ الکبریٰ جلد اول میں یہ بھی لکھ چکے ہیں ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ "اور میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملہ کو اس حد تک بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں وہ اپنے اوپر بھی انتہائی زیادتی کرتے ہیں۔ اور تاریخ پر بھی۔ سب سے پہلے ہماری نظر تو اس بیان پر پڑتی ہے کہ متقدمین علماء کی بڑی بڑی کتابیں جو بعد کے مصنفین کا ماخذ ہیں ان میں ابن سبا کا کوئی ذکر موجود نہیں نہ تو ابن سعد نے عہد عثمان کے واقعات اور ان سے لوگوں کی برگشتگی و برہمی کے سلسلے میں ابن سبا کا تذکرہ کیا اور نہ علامہ بلاذری نے اپنی کتاب انساب الاشراف میں حالانکہ ہمارے خیال میں بلاذری کی کتاب تمام مصادر و ماخذ میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس میں حضرت عثمان کے عہد کے حالات اور لوگوں کی مخالفت اور اُن سے ناراضگی کا بیان بھی کافی تفصیل سے مذکور ہے۔

صرف علامہ طبری نے ابن سبا کے واقعات کو سیف بن عمر کے حوالے

بیان کیا ہے اور طبری کے بعد جتنے مورخین آئے سبھی نے طبری ہی سے ابن سبا کی خرافات نقل کیے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں ابن سبا کو کوئی اہمیت تھی یا نہیں لیکن ہمیں اس بات کا ضرور یقین ہے کہ بفرض محال اگر اسے کچھ اہمیت حاصل تھی بھی تو یہ اہمیت کچھ وزن نہیں رکھتی تھی۔ اور نہ حضرت عثمان کے زمانے کے مسلمان ایسے سادہ لوح تھے کہ ایک یہودی شخص جو تازہ تازہ مسلمان ہوا وہ اُن کے عقول و معتقدات سے کھیلنے لگتا۔ یہ یہودی پوری طرح مسلمان بھی نہ ہوا تھا کہ فتنہ و فساد پھیلانے اور اطراف و اکناف میں مکروفریب کا جال بچھانے پر کمر بستہ ہو گیا۔

اگر عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ یا معاویہ گورنر شام اس نام نہادی مسلمان کو جو پہلے یہودی تھا اور محض ازراہ فریب مسلمان ہوا گرفتار کیے ہوتے تو یقیناً ایک یا دونوں حضرت عثمان کو اس کی شرارتوں کی اطلاع لکھ بھیجتے اور عامر یا معاویہ یا دونوں ہی اس کی گوشمالی اچھی طرح کر دیتے۔ یا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح گورنر مصر ہی اس کا قصہ پاک کر دینے کے لیے کیا کم تھا۔ اس نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ تک کو ختم کر دیا ہوتا مگر حضرت عثمان کے خوف سے باز رہا۔ لہٰذا جو شخص محمد ابن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ ایسے اشخاص کو نشانہ تشدد و بنانے کے لیے اور بعض روایات کے مطابق عمار یاسر کو بھی جتانے ... کرنے کے لیے حضرت عثمان سے اجازت طلب کر سکتا تھا اس کے لیے ایک یہودی شخص کو کچلنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی تھی۔ اور یہودی بھی ایسا جس نے

ظاہری طور پر مسلمان ہو کر مسلمانوں میں تفرقہ پردازی کا تہیہ کیا اور اُن کے امام بلکہ اُن کے دین تک میں انھیں مشکوک بنا دیا۔

اس سے بڑھ کر آسان بات اور نہیں ہو سکتی تھی کہ حضرت عثمان کے عمال وحکام اس نام نہاد مسلمان ابن سبا کی تلاش وجستجو کرتے اُسے پکڑ کر خوب اذیتیں پہنچاتے۔ حضرت عثمان کے عمال، حکومت کے مخالفین کی تلاش وجستجو انھیں وطن سے نکال باہر کرنے اور معاویہ یا عبدالرحمان بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دینے کے عادی بھی تھے۔

اور سب سے بڑھ کر حیرت انگیز اور تعجب خیز جو بات عبداللہ بن سبا کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن سبا ہی نے جناب ابوذر کو معاویہ پر اعتراضات تعلیم کئے۔ معاویہ کے یہ کہنے پر کہ ان المال مال اللہ مال سب خدا کا مال ہے۔ ابن سبا ہی نے جناب ابوذر کو سکھایا کہ آپ یہ جواب دیجئے کہ انہ مال المسلمین نہیں یہ مسلمانوں کا مال ہے۔

یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جناب ابوذر کی امراؤ اغنیا کی مخالفت اور سونا چاندی ذخیرہ کرنے والوں کو آتش جہنم کی دھمکی اور اُن کی تمام مذمت وتنقیص یہ سب ابن سبا کی تعلیمات کا نتیجہ تھیں ؟

جناب ابوذر پر محدثین نے یہ جو زیادتی کی ہے اپنا جواب نہیں رکھتی۔ ابوذر ایسا جلیل القدر صحابی اور اُسے ایک نو مسلم سکھائے کہ مالداروں پر فقیروں کا بھی حق ہے۔ اور جو لوگ سونا چاندی خزانوں میں جمع کر کے رکھتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے خدا انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیتا ہے۔ نیز یہ کہ

مسلمان دشمنوں پر فتحیاب ہو کر حاصل کریں یا جو مال اہل اسلام بیت المال
زکوٰۃ یا خراج ادا کریں یا کفار ذمی بیت المال میں جو جزیہ یا خراج داخل
سب مسلمانوں کا مال ہے۔ مسلمانوں کو اس کی اطلاع دینا بلکہ فوراً مسلمانو
تقسیم کر دینا واجب ہے۔

اس کے محتاج نہ تھے کہ ایک نومسلم انھیں تعلیم دے انھیں وہ حقائق
ے جو دین اسلام کی ابتدائی چیزیں ہیں۔ ابوذر تمام انصار سے پہلے مسلمان
اور بہت سے مہاجرین سے پہلے اسلام لائے تھے۔ مدت دراز تک پیغمبر کی
صحبت میں رہے قرآن بہت اچھی طرح حفظ کیا۔ پیغمبر کی بےشمار حدیثیں سنیں اور
طریقے پر ان کی روایت کی پیغمبر اور حضرت ابوبکر و عمر کی جو روش احوال و حقوق
متعلق رہی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور حرام و حلال کو جس طرح دیگر صحابہ کرام
پہچانا انھوں نے بھی پہچانا۔ لہٰذا جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا
سے ملا اور اپنے بعض معتقدات ان کے ذہن نشین کیے وہ اپنے نفس پر بھی
کرتے ہیں اور جناب ابوذر پر بھی۔ اور عبداللہ بن سبا کو اس اونچے درجے پر
دیتے ہیں جس کا خود ابن سبا نے بھی کبھی تصور نہ کیا ہوگا۔

راویان حدیث بیان کرتے ہیں کہ شام سے مدینہ واپس آنے کے بعد ایک
ابوذر نے حضرت عثمان سے کہا مسلمانوں کے لیے یہی کافی نہیں کہ بس
زکوٰۃ دے دیں بلکہ ان کو چاہیے کہ حاجتمندوں کو بھی دیں بھوکوں کو کھلائیں
راہ خدا میں اپنا مال خرچ کریں۔ اس وقت کعب الاحبار موجود تھے انھوں نے
گفتگو سن کر کہا کہ جو شخص فرض ادا کر دے بس اتنا ہی اس کیلئے کافی ہے

اس پر حضرت ابوذر غضبناک ہو گئے۔ اور بولے اے یہودی عورت کے فرزند تمہیں
اس سے کیا ربط کیا تم ہمیں ہمارے دین کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ تو جناب ابوذر کو
یہ تک گوارا نہ تھا کہ کعب الاحبار دینی کی باتیں انھیں بتائیں بلکہ مسلمانوں کے مو
میں اپنی رائے سے دخل دیں۔ اور اس پر انھوں نے اپنے عصا سے انھیں مارا بھی
حالانکہ بہ نسبت ابن سبا کے کعب الاحبار کو اسلام لائے مدتیں گزر چکی تھیں۔ انھوں نے
مدینہ ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور صحابہ پیغمبر کے درمیان صبح و شام ان کا اٹھنا
بیٹھنا تھا۔ حضرت عمر اور عثمان کی صحبت میں ہر وقت رہتے تھے۔ برخلاف اس کے
عبداللہ ابن سبا سے اسلام کے بنیادی مسائل اور قرآن کے اصولی احکام سیکھنے کے لیے
تیار ہو گئے۔ پیغمبر کے جلیل القدر صحابی کی یہ بات کتنی حیرت خیز ہے کہ کعب سے
دینی امور میں بحث و تکرار تو انھیں گوارا نہ تھی اور ابن سبا کی باتیں سیکھنی دل پسند تھیں

میرا قوی گمان یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے (اس کے متعلق جو باتیں بیان
کی جاتی ہیں اگر وہ صحیح بھی ہوں) ۔ جو کچھ کہا سو کہا اور جو کچھ کیا سو کیا اس وقت جب
فتنہ رونما اور اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔ اس نے فتنہ کی آگ کو صرف بھڑکایا تھا سلگایا
نہیں تھا۔ اسی طرح میرا قوی گمان ہے کہ امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت
میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی
کی۔ اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ
ہوتا تھا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال کی طرف جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے
اور ناپسندیدہ باتیں جو ان کے متعلق مشہور ہیں ان کے متعلق لوگ شک و شبہ میں
پڑ جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ علی اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں

معلوم شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں پر کتنے غلط الزامات لگائے۔ اور نہ جانے
شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں۔
ہمیں اس مرحلہ پر احتیاط بہت ضروری ہے۔ ہم صدر اول کے مسلمانوں کو
اتنے گئے ہیں بلند و برتر سمجھتے ہیں کہ یمن سے آنیوالا ایک شخص جس کے ماں باپ یہودی
تھے جس کی ماں حبشن تھی جو مدتوں یہودی رہ کر دھوکہ فریب کی خاطر مسلمان ہوا
وہ ان کے دین وانتظام مملکت کا مذاق اڑائے اُن کی عقل و دولت سے کھل کھیلے
اور اپنے مقاصد میں اتنی خاطر خواہ کامیابی ہو کہ سلطنت کا تختہ اُلٹ دے
اور مسلمانوں کو اُن کے خلیفہ سے اتنا برگشتہ کردے کہ وہ اپنے ہاتھوں اُن کے
قتل پر آمادہ ہو جائیں۔ یہ سب باتیں عقل میں نہیں آتیں نہ پرکھنے پر درست قرار
پاتی ہیں۔ نہ ان پر تاریخ کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت
اسلامی زندگی کے حالات ہی کچھ اس کے مقتضی تھے کہ لوگوں کی رائیں مختلف
اور خواہشیں جداگانہ ہوں اور متضاد سیاسی جماعتیں ظہور میں آئیں۔ پرانے زمانہ کے
لوگ جو ارشادات قرآنی و نبوی اور سیرۃ شیخین کے پابند تھے وہ بہت سے ناپسندیدہ
امور رونما ہوتے دیکھتے اور چاہتے تھے کہ ان کا اسی طرح سامنا کیا جائے جس طرح
وہ سامنا کرتے تھے۔ دوراندیشی، تشدد، ضبط نفس اور رعایا پر سختی کے ساتھ۔ اور
نوجوان و نوخیز لڑکے وہ قریش کے ہوں یا دیگر قبائل کے وہ ان نئے حالات کا نئے
طریقوں کے ساتھ استقبال کرتے جس میں لالچ بھی ہوتی۔ سرکشی بھی، اپنی برتری کا
احساس بھی۔ اور لمبی چوڑی آرزوئیں بھی۔ ان کی ہمتیں بھی غیر معمولی طور پر بلند
تھیں۔ اسی وجہ سے ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ تھا۔

بڑھ جانے کی امنگ تھی۔ حضرت حکومت کے عہدوں کے لیے نہیں بلکہ ہر
اور ہر چیز کے لیے۔ نئے حالات تھے ہی ایسے جو جوان و پیر دونوں کو ایک رنگ
میں رنگ دیں۔ ممالک دھڑا دھڑ فتح ہوتے جا رہے تھے ہر جانب سے بے بہا
دولت خراج کے طور پر سمٹ سمٹ کر آ رہی تھی۔ لہٰذا اگر وہ ان ممالک مفتوحہ
کے لیے ان کے اموال خراج سے فائدہ اٹھانے کے لیے باہم مقابلہ کرتے تو کون
تعجب کی بات تھی۔ ابھی تو بہت سے شہر ایسے بھی باقی تھے جو فتح نہیں ہو پائے
تھے۔ ہر قوت سے ان کی کوشش تھی کہ جو ممالک باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ہم فتح کر لیں۔

دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس وقت کے مسلمان دنیا کے طلبگار تھے یا دین کے
دونوں ہی صورتوں میں کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ممالک کی فتح کے لیے بھی اور ایک دوسرے
پر سبقت لیجانے کی کوشش نہ کرتے۔ طالب دنیا تھے تو فاتح بننے کا شرف اور
مال غنیمت ہی کیا کم وجہ کشش تھا اور اگر طالب دین تھے تو جہاد کا ثواب اور غازی
بننے کی فضیلت کیا کم تھی پھر تو یہ تعجب خیز ہے کہ اتنی بڑی سلطنت اور اس
بے پناہ دولت کے انتظام میں اختلاف رونما ہو نہ یہی اچنبھے کی بات ہے کہ انصار
اور دیگر قبائل کے نوخیز نوجوان قریش کے نوجوانوں پر بازی لے جانے کے خواہاں
ہوں، نہ یہ بات تعجب انگیز تھی کہ ان کے دلوں میں غیظ و غضب حزن و اندوہ کا
طوفان برپا ہو، جب وہ یہ دیکھتے ہوں کہ خلیفہ وقت ہماری ترقیوں کی راہ میں
حائل ہیں، وہ بڑے بڑے عہدے صرف قریش اور ان میں بھی خاص کر بنی امیہ کو
دیتے ہیں۔

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضرت عثمان نے

سعد بن ابی وقاص کو معزول کر کے ولید اور سعید بن عاص کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔
ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے عبد اللہ بن عامر کو گورنر بنایا۔ ملک شام پورا معاویہ
کے حوالہ کر دیا۔ اور تقریباً خود مختار اسٹیٹ کی حیثیت دیدی حالانکہ اسی شام میں
کئی عامل مقرر ہوا کرتے تھے۔ جن میں کچھ قریش کے ہوتے کچھ دوسرے قبائل کے
عمرو بن عاص کو معزول کر کے عبد اللہ بن ابی سرح کو گورنر مقرر کیا۔ یہ سب جدید حکام
اور وزراء حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ کوئی مادری بھائی تھا۔ تو کوئی رضاعی
بھائی۔ کوئی ماموں تھا تو کوئی چچا، یا کوئی دور کا رشتہ دار تھا۔ یہ تمام حقائق ایسے
ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ ابن سبا نے لوگوں
کو بہانے بھڑکایا ہو کہ انھوں نے فلاں کو معزول کیا۔ فلاں کو حاکم بنایا۔ ہر زمانہ
کا دستور رہا ہے کہ ملوک و سلاطین نے جب اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دی۔
اپنے عزیزوں کو کلیدی عہدے دیئے تو رعایا میں شورش پیدا ہو گئی۔ احتجاج
کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عثمان کی مسلمان رعایا دنیا سے نرالی نہیں تھی
اس زمانہ کے لوگ جن باتوں کو پسند یا ناپسند کرتے آئے وہی انھوں نے بھی کیا
(الفتنۃ الکبریٰ جلد اوّل عثمان ص ۱۳۲ تا ص ۱۴۲)۔

چوتھا باب

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی خلافت

حضرت ابوبکر و عمر کی تدبیریں شروع ہی سے اس بات کی رہیں کہ خلافت
کا منصب بنی ہاشم کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے۔ اور بنی ہاشم میں پیغمبرؐ کے بعد
سب سے نمایاں ہستی علی ابن ابی طالبؑ کی تھی جنھیں رسولؐ نے خود اپنی آغوش
میں پالا تھا اور وہ تمام علوم و کمالات سموے ہوئے تھے جو خود آنحضرتؐ میں تھے۔ یہی
وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر و عمر کی تمامتر تدبیروں کا نشانہ علیؑ ہی رہے۔ پیغمبرؐ کی آنکھ
بند ہوتے ہی حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح نے طے شدہ پالیسی کے تحت
خلافت پر قبضہ کیا اور ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ وہ مرنے لگے تو حضرت عمر کو خلیفہ نامزد
کر گئے۔ حضرت عمر کا جب انتقال ہوا تو اس وقت قاعدہ سے ابوعبیدہ کو خلیفہ
ہونا چاہئے تھا مگر انھیں موت نے مہلت نہ دی اور وہ پہلے ہی انتقال کر گئے
جس پر حضرت عمر بار بار کفِ افسوس ملتے کہ کاش ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں انھیں
خلیفہ مقرر کر جاتا۔ مجبوراً انھوں نے خلافت کے مسئلہ کو شوریٰ کے حوالے کیا اور
کچھ ایسی ڈپلومیسی کے ساتھ کہ علیؑ تک خلافت پہنچنے بھی نہ پائے اور وہ قتل
کر دیے جائیں۔ (تفصیل اس کی "حضرت امیرالمومنینؑ" حصہ ثانیہ، مطبوعہ
دفتر اصلاح میں ملاحظہ فرمائیں)۔ حضرت عمر کی یہ تمنا تو پوری نہ ہوئی کہ علیؑ

ہو جائیں البتہ ایک حصہ اُن کی تمناؤں کا ضرور پورا ہوا اور وہ جہاں چاہتے
میں خلافت پہنچ گئی اور حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے۔ حضرت عثمان قتل نہ ہوتے
موت سے مرتے تو خدا ہی جانے خلافت کا کیا انتظام ہوتا اور کسے وہ خلیفہ
ہوتے مگر حضرت عثمان کو اپنے خاندان سے جو انتہائی محبت تھی وہ یقینی طور پر
ہے کہ وہ علیؑ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رکھتے۔ وہ تو اتفاق تھا کہ حضرت
کے اندیشے پورے نکلے اور انھوں نے بنی امیہ کو مسلمانوں کی گردن پر مسلط کر دیا
کرام پر خوب خوب مظالم کئے اور نیکو کار مومنین کو اتنا ستایا کہ تنگ آمد
آمد کے مصداق وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ان کا خاتمہ کر دیا۔
رسولؐ کی مٹی اس پچیس ۲۵ برس میں اتنی پلید ہو چکی تھی کہ کسی میں ہمت
ہوئی تھی کہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کی زمام قیادت ہاتھ میں لے حتیٰ کہ وہ
ایسے باا ثر اصحاب جنھوں نے خلافت کی طمع اور دولت و جاہ کی
میں حضرت عثمان کے قتل کے اسباب فراہم کئے۔ اُن کی بھی ہمت
ہوئی تھی کہ آگے بڑھیں اور اپنے کو خلافت کے لئے پیش کریں۔ جہاں
دن حضرت عثمان کی لاش بے غسل و کفن پڑی رہی وہاں خلافت کا
بھی لیت ولعل میں رہا۔ آخر مہاجرین و انصار کے انتہائی شدید تقاضوں
و زاری اور خدا و رسولؐ کے واسطوں سے مجبور ہو کر امیر المومنینؑ کو
کانٹوں بھرا تاج پہننا پڑا اور آپ بجبر و اکراہ مسند نشین خلافت ہوئے اور
کی گذری ہوئی حالت میں بھی آپ نے خلافت اسلامیہ کو ایسی سربلندی

وما زانتك ورفعتها وما رفعتك وهي كانت احوج اليك منك اليها

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۳۴) "خدا کی قسم آپ نے خلافت کو چار چاند لگا دیے، خلافت نے آپ کو کوئی زینت نہیں بخشی، آپ نے خلافت کو سربلند کیا، خلافت کی وجہ سے آپ کی کوئی عزت نہیں ہوئی، خلافت آپ کی بہت زیادہ محتاج تھی آپ کو البتہ اس کی احتیاج نہ تھی۔

بنی امیہ سے نکل کر خلافت بنی ہاشم میں پہنچ جائے یہ چیز بنی امیہ کے کسی طرح بھی برداشت کے قابل نہ تھی۔ وہ اس کے لیے پھر انھیں ہتھکنڈوں پر اتر آئے جن ہتھکنڈوں سے وہ زمانۂ جاہلیت میں کام لیا کرتے اور اپنے حریف بنی ہاشم کو نیچا دکھانے کی کوششیں کرتے تھے۔ انھوں نے سازشیں کیں، ریشہ دوانیاں کیں اور جب موقع ملا تو کھل کر میدانِ جنگ میں دو دو ہاتھ بھی لڑے۔ وہی حالت آج بھی ایسے افراد کی ہے جو اموی فطرت دنیا میں لے کر آئے۔ اور وہی ناگواری جو اگلوں کو تھی وہی ان کے اسلاف میں بھی باقی ہے۔

محمود احمد عباسی صاحب جنھوں نے طے کر لیا ہے کہ تاریخ کو بالکل الٹ کر لکھیں گے اور اب تک جتنے حقائق مسلم الثبوت چلے آرہے ہیں انھیں داستان بنا کر رہیں گے۔ لکھتے ہیں:۔

"حضرت عثمان ذی النورین کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علی سے بیعت خلافت کرنی چاہی آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن العباس نے منع کیا اور متنبہ کیا کہ اگران سبائی بلوائیوں سے آپ کا تعلق رہا تو خونِ عثمان کا الزام آپ پر

بک جائے گا۔ ابن عباس نے کہا تھا "واللہ اگر آپ آج ان لوگوں کے ساتھ بیعت خلافت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تو کل خونِ عثمان کا الزام آپ پر لگا دیں گے۔

مگر افسوس کہ حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا عاقلانہ مشورہ قبول نہ فرمایا اور بیعت لے لی۔ یہ بیعت چونکہ باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان ذی النورین جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی نیز قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اور نہ قصاص کے لئے جانے کا کوئی امکان باقی رہا تھا کیونکہ یہی باغی اور قاتل اور اس گروہ کا بانی سبائی عبداللہ بن سبا مبایعین کے گروہ میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پر اثر انداز رہے اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی۔"

(خلافت معاویہ و یزید ص۲ تا ۳)

پوری عبارت دیکھ جائیے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کا کوئی مسلمان نہیں بلکہ تیرہ سو سال پہلے ابوسفیان و مروان کی اولاد بول رہی ہے۔ ایک سانس میں بہت سی باتیں کہہ گئے ہیں۔ ہم انھیں نمبروار درج کرتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان مظلومانہ شہید ہوئے۔

(۲) مالک اشتر سبائیوں کے لیڈر تھے۔

قبول نہ کیا اور بیعت لے لی۔

(۴) چونکہ آپ کی بیعت باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی اور قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اس لئے اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی۔

پہلی بات کہ حضرت عثمان مظلومانہ شہید ہوئے گذشتہ صفحات سے ثابت ہے سیکڑوں صحابہ کرام کو مارا پیٹا، ہزاروں مسلمانوں کو جلا وطن کیا، ان کے حقوق تلف کئے اور ان کی ایذا رسانی کے مرتکب ہوئے، ان کے عاملوں نے کتنے بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ جب ان مظلومین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور حضرت عثمان اور اُن کے عاملوں کے بڑھتے ہوئے مظالم کے برداشت کی طاقت نہ رہی تو ان مظلومین نے صرف یہ مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیے تاکہ ہم آپ کی جگہ کسی دوسرے کو خلیفہ بنالیں جو ہمارے ساتھ انصاف سے کام لے سکے۔ حضرت عثمان نے بجائے اُن کے ساتھ ہمدردی کرنے کے اُن کے قتل کی تدبیر کی۔ اپنے عاملوں سے اُن کی سرکوبی کے لئے فوجیں طلب کیں۔ حضرت عثمان کے گھر والوں نے خود سے لڑائی کی پہل کر دی۔ تیر برسانے شروع کر دیئے اور ایک آدمی بھی ان مظلومین میں سے قتل کر ڈالا جو حضرت عثمان کے دروازے پر داد فریاد کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ ان تمام واقعات کی تفصیل کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہے۔

(۱) کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص ۲۹ و ص ۴۵ و ص ۹۵، امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص ۳۲ ص ۳۶، معارف ابن قتیبہ ص ۸۴، عقد فرید جلد ۳ ص ۲۹، تاریخ طبری جلد ۵ ص ۹۵ وغیرہ

ابن جلد ۳ صفحہ ؛ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۹۷ ؛ تاریخ ابن کثیر جلد ۷،

خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ ؛ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۸۴ و صفحہ ۸۶ و صفحہ ۸۰)

تاریخ کا طالب علم ان بے شمار کتابوں کی عبارتیں پڑھنے کے بعد خود فیصلہ
کرے کہ حضرت عثمان کی ہلاکت کیا حیثیت رکھتی ہے۔

دوسری بات کہ جناب مالک اشتر سبائیوں کے لیڈر تھے تو واقعاً اگر ابن سبا
نامی شخص موجود بھی ہوتا تو وہ اس کے لیڈر بھی ہوتے ہم ابن سبا کے
وجود پر ابھی تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ محمود احمد عباسی صاحب اور انہیں جیسے
لوگوں کو مالک اشتر سے محض اس لئے عداوت ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کے حقیقی
جاں نثار تھے۔

مصر کے ادیب مورخ استاذ عبد الفتاح عبد المقصود لکھتے ہیں "حقیقت یہ
ہے کہ ابن سبا کی سازش میں اشتر کی شرکت سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس کا
ثبوت تو مالک اشتر کا کردار ہے، اور امیر المومنینؑ کی سیرت ہے۔ اشتر
حضرت عثمان کے قتل میں شریک نہ تھے۔ نہ ان کے دامن پر خون عثمان کی
کوئی چھینٹ ہے۔ اشتر بس ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان کی
پالیسی اور ان کے مقرر کردہ گورنروں کے مظالم کے شاکی تھے جس طرح ہر شہر
اور صوبے کے باشندے اپنے یہاں کے گورنر کی زیادتیوں پر ناراض تھے
اسی طرح اشتر بھی اپنے شہر کے گورنر سعید ابن عاص کے مظالم سے
نالاں تھے جس طرح دیگر شہروں کے مظلوم مسلمان فریاد لے کر بارگاہ خلافت میں پہنچے

سازشی کارروائیوں کا ماہر ہو۔ یہ تو بہادر جوانمرد تھے جو دل میں ہو وہ ...
نہیں چاہیے علانیہ اظہار میں ان کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچا ہو اور غیظ ...
اور ان کے حاشیہ نشینوں کے غیظ و غضب کا نشانہ ہی کیوں نہ بن گئے ہوں ...
انھوں نے اپنے ایک خصوصی خط میں حضرت عثمان کے انتظام مملکت کی ...
اور ان کی سیاست پر کس طرح کھل کر اعتراضات کئے ہیں۔ حضرت عثمان ...
اور ان کے رفقا کے نام ایک خط لکھا جس میں انھیں فرمانبرداری کی تلقین کی ...
خدا سے ڈرایا تھا اور لکھا تھا کہ تم ہی لوگوں نے افتراق و اختلاف کی ابتدا ...
اس کے جواب میں مالک اشتر نے لکھا "مالک حارث کی طرف سے اس ...
جو گمراہ، خطاکار، سنت پیغمبر سے کنارہ کش اور احکام قرآنی کو پس پشت ڈالنے ...
آپ کا خط ہم نے پڑھا آپ اپنے نفس کو اپنے عاملوں کو ظلم و سرکشی اور ...
مومنین کو شہر بدر کرنے سے روکئے۔ ہمیں آپ کی اطاعت میں کوئی عذر ...
آپ نے کہا کہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا آپ کی انھیں بدگمانیوں نے ...
تباہ و برباد کیا آپ جو ظلم و جور کو عدل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں ...
محبت کریں تو اگر آپ اپنی حرکتوں سے باز آئیں توبہ کریں اور ہمارے ...
جو ظلم ڈھائے ہیں، ہمارے صالحین کو جو شہر بدر کیا ہے اور ہمیں ہمارے ...
نکال باہر کیا ہے چھوکروں کو ہم پر حاکم مقرر کیا ہے ان امور کے متعلق ...
استغفار کریں اور ہمارے شہر پر جنھیں ہم چاہتے ہیں حاکم مقرر کردیں ...
لے بھی تیار ہیں۔ آپ اپنے سعید و ولید اور اپنے نمائندوں کو ہم سے ...

(کتاب الانساب جلد ۵ ص ۴۶)

کسی کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ کہاں تو مالک اشتر حضرت عثمان کے
دل میں غداری چھپائے اور ان کی ہلاکت کے لئے سازشیں کرتے پھرتے
اور کہاں ان کو اتنی سچی اور خلوص بھری نصیحت کہ اگر حضرت عثمان ان کی
قبول کر لئے ہوتے تو عظمت اور بڑھ جاتی اور ان کے حالات اور سدھر جاتے
وہ لوگوں کی نظروں میں پسندیدہ اور محبوب بن جاتے ایک شخص جو اپنے دشمن
کرنے کا تہیہ کئے ہوتا ہے وہ اپنے منصوبوں کو چھپاتا اور دشمن کو اور
ڈھیل دیے ہوتا ہے؟ یا برعکس اس کے نصیحت اور خیر خواہی کرتا ہے!
اشتر اس قسم کے آدمی ہی نہ تھے ان کی تو خواہش محض یہ تھی کہ خلیفہ وقت
ہو جائیں۔ تو حکومت بھی ٹھیک ہو جائے۔ اس کے بعد جب ہم ان اسباب کی
میں کرتے ہیں جن کے تحت اشتر عثمان کے مخالف ہوئے اور رفتہ رفتہ ان کے
بن گئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت محض اپنے وطن کی محبت کی
تھی وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ موجودہ گورنر کو ہٹا کر دوسرا گورنر بھیج دیا جائے
کے انتظامات کو بہتر طریقہ پر کر سکے حضرت عثمان نے آخر میں اس درخواست
بھی کر لیا تھا۔ اور سعید کو ہٹا کر ابو موسیٰ کو گورنر مقرر کر دیا تھا اب اس
کے بعد مخالفت کی کوئی وجہ ہی باقی نہ رہ گئی چہ جائیکہ وہ غداری اور
شیں کرتے پھرتے حضرت عثمان اور مالک اشتر میں صلح و صفائی ہونے کا
سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عثمان کے حالات جب بہت پیچیدہ ہو گئے اور
سخت ہو گیا تو انھوں نے مالک اشتر کو بلا کر مشورہ طلب کیا کہ میں کیا
چاہئے اور یہ بلا ہم سے کیسے دور ہو۔ بلوائی مجھے یہاں سے ہٹیں ۔

حضرت عثمان نے پوچھا: "آخر یہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں"۔

اشتر نے صاف صاف کہا "وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات
کرنا ہی پڑے گی"۔

حضرت عثمان نے پوچھا: "وہ باتیں کیا ہیں"؟

"یہ بلوائی کہتے ہیں کہ یا تو آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیے اور
مسئلہ مسلمانوں پر چھوڑ دیجئے وہ جسے چاہیں خلیفہ بنالیں یا ان پر جو زیادتیاں ہوئی ہیں
ان کا بدلہ چکائیے۔ اگر ان دونوں باتوں سے آپ نے انکار کیا تو وہ لوگ آپ سے
جنگ کریں گے"۔

حضرت عثمان نے پوچھا "کیا ان تین باتوں میں سے ایک نہ ایک
ہی پڑے گی"؟

اشتر نے کہا "ہاں کوئی ایک تو بہر حال ماننی پڑے گی"۔

لہذا اگر عثمان مالک اشتر سے بدظن ہوتے تو کبھی مشورہ ہی نہیں لیتے
نیز مشورہ دینے والے یعنی "اشتر" اگر دل میں غداری چھپائے ہوتے تو کبھی
بلوائیوں کی صحیح کیفیت ان سے نہ بیان کرتے۔ بلکہ ان کے منصوبوں کو ان سے
چھپاتے اور حتی الامکان دھوکہ میں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ مالک اشتر متقی و پرہیزگار اور امین و دیانت دار انسان
تھے اور حضرت عثمان کی مخالفت سے غرض محض خدا کی خوشنودی، حضرت علی کی
بھلائی اور مسلمانوں کی بہبود تھی اور یہی ان کے کردار اور سیرت کے شایان بھی تھا
اور امیرالمومنینؑ نے ان پر جو اتنا گہرا اطمینان کیا تو وہ بھی ان کی بلند کرداری اور

(کی) بصیرت کی وجہ سے حضرت کی فراست لوگوں کی نفسیات اور طبائع کو بہت (اچھی طرح) سمجھتی تھی۔ حضرت امیر المومنین جو حضرت محمد مصطفےٰ کے مقرب بارگاہ اور (سب سے) بڑھ کر ان کے چہیتے تھے۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ کے بعد خصائل و عادات کے (سب) سے بڑھ کر پاک پاکیزہ طاہر و مطہر تھے کیا اُن کے متعلق کسی کو وہم و گمان (ہو) سکتا ہے کہ وہ ایک غدار شخص کو اپنا مقرب بارگاہ بنائیں اور سب سے بڑھ کر اپنا (محرم) سمجھیں۔ مالک اشتر کی شہادت کی خبر سُن کر حضرت امیر المومنین نے ان کے متعلق کہا (کہ) کان الاشتر لی کما کنت لرسول اللہ۔ اشتر میرے لئے ایسے ہی تھے جیسا میں رسول اللہ (کے لئے) تھا۔"

اصل بات یہ ہے کہ جتنی روایتیں مالک اشتر کے دامن کو داغدار بناتی ہیں وہ (کذب و) وہم کی پیداوار ہیں یا پھر ایسے عقل کی تخلیق ہیں جو افترا و بہتان کی دلدادہ اور (جھوٹ) جھوٹ کی عادی ہیں۔ اور ان تمام روایتوں کی غرض و غایت یہ ہے کہ اشتر کی (عظمت و منزلت) تھی وہ گھٹ جائے۔ بنی امیہ کی فطرت سے یہ چیز کوئی بعید نہیں۔

(الامام علی ابن ابی طالب جلد سوم)

(تیسری) اور چوتھی بات کہ حضرت امیر المومنین نے ابن عباس کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور بیعت لے لی اور یہ کہ اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے (انکار) کیا اس لئے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی ایسا کذب صریح اور بہتان و افترا ہے (جس) کی جرات عباسی صاحب ہی ایسے انسان سے ممکن تھی جنہوں نے یہ طے کر لیا (ہے کہ) تمام تاریخ و حدیث کی کتابوں پر پانی پھیر دیں گے اور وہی بات کہیں گے جو ان کا جی چاہتا ہے چاہے دروغ و کذب افترا و حیا کی

ہم دو تین شاہد یہاں پیش کئے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین جنھوں نے بے لاگ اور غیر جانبداری کے دعوے کے ساتھ الفتنۃ الکبریٰ لکھی ہے اور خود محمود احمد عباسی صاحب نے بھی اس کی عبارت سے اپنی کتاب میں فائدہ اٹھایا ہے لکھتے ہیں:۔

وقد رای المھاجرون والانصار ان لابد مما لیس منہ بد وادرک کل منھم الامر بینہ و بین نفسہ و بینہ و بین من استطاع ان یلقی من اصحابہ فاذا ھم یمیلون الی علی و یوثرونہ علی صاحبیہ وکذالک اقبلوا علی علی یعرضون علیہ الامامۃ و یلحون علیہ فی قبولھا والثائرون یویدونھم فی ذالک وحاول علی ان یمتنع فلم یجد الی الامتناع سبیلا۔ وما یردہ عن العبول وقد رفض الخلافۃ حین قدمھا الیہ

مہاجرین و انصار نے دیکھا کہ اب خلافت کا مسئلہ طے کئے بغیر چارہ نہیں ان میں سے ہر شخص نے اپنی جگہ سوچا اور صحابہ سے بھی جن سے ملاقات ہوئی رائے مشورہ کیا پتہ چلا کہ وہ سب حضرت علیؓ کی طرف مائل ہیں اور ان کے دونوں صاحبوں (طلحہ و زبیر) پر انھیں ترجیح دیتے ہیں۔ صحابہ کرام علیؓ کے پاس آئے اور ان کے سامنے امامت (خلافت) پیش کی اور اصرار کیا کہ آپ ضرور خلافت قبول کر لیجئے۔ بلوائی بھی اس میں ان کے ساتھ تھے علیؓ نے چاہا کہ کنارہ کش رہیں مگر اس کی کوئی سبیل نہیں پائی۔ اب خلافت قبول کرنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی تھی جس وقت جو انھوں نے ان کے سامنے

...ون وهو لاء المهاجرون والانصار يعرضونها عليه ويريدون ان يبايعوه كما بايعوا الخلفاء من ...

خلافت کو پیش کیا تھا علیؑ نے انکار کر دیا تھا اور اب مہاجرین و انصار پیش کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ علی کی اسی طرح بیعت کریں جس طرح اس سے پہلے کے خلفاء کی بیعت کر چکے تھے۔ علیؓ نے خلافت قبول کر لی۔

(الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم علی و بنوہ ص۹)

اس کے بعد لکھتے ہیں :-

علیؓ نے خلافت قبول کر لی اور بیعت لینے کے لئے منبر رسولؐ پر بیٹھے جیسا کہ پہلے کے خلفاء بیٹھ چکے تھے لوگ آئے اور انھوں نے آکر بیعت کی لیکن ... نے بیعت کرنے سے انکار کیا علیؓ نے اُن سے اصرار نہیں کیا اور ... کو اجازت دی کہ وہ انھیں مجبور کریں انھیں لوگوں میں سے سعد بن ... وقاص ہیں جو ممبران شوریٰ میں سے تھے انھوں نے بیعت کرنے سے انکار کیا ... علیؑ سے کہا آپ کو میری طرف سے کوئی تردد نہ ہونا چاہئے۔ علیؑ نے ... انہیں ان کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ انھیں میں سے عبداللہ بن عمر ہیں ... انہوں نے بھی بیعت سے انکار کیا۔ علیؑ نے ان سے ضامن مانگا کہ ایذا رسانی ... کوشش نہ کریں گے۔ انھوں نے اس سے بھی انکار کیا آپ نے فرمایا ... علمتک الا سیئی الخلق صغیرا و کبیرا بچپنے میں بھی میں نے تمہیں ... خلق ہی دیکھا اور بڑے ہو کر بھی تمہارا اخلاق بھی کہا اے۔ پھر آپ نے کہا انھیں ...

بیعت سے انکار کیا علیؑ نے انھیں مجبور نہیں کیا اور نہ کسی کو اجازت دی کہ ان سے بُرا سلوک کرے ص ۱۰۱۶

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

ولکنه مع ذالك لم یطلب الخلافة ولم ینصب نفسه للبیعة الا حین استکره علی ذالك استکراها وحین هدده بعض الذین ثاروا بعثمان بان یبدءوا به فیلحقوه بصاحبه المقتول وحین فزع الیه المهاجرون والانصار من اهل المدینة یلحون علیه فی ان یتولی امور المسلمین لیخرجهم من هذه الفتنة المظلمة ۔

لیکن علی باوجود ان سب باتوں کے خلافت کے طلبگار نہ ہوئے اور خلافت قبول کرنے پر آمادہ بھی ہوئے تو اس وقت جب بہت شدت کے ساتھ آپ مجبور کئے گئے اور جب بعض بلوائیوں نے دھمکیاں دیں کہ ہم آپ کو بھی قتل کر کے عثمان کے پاس پہنچا دیں گے اور اس وقت جبکہ تمام مہاجرین و انصار نے آپ سے فریاد کی سب کا شدید اصرار تھا کہ مسلمانوں کے امور کی نگرانی پر خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجئے تاکہ اس تاریک فتنہ سے ہم لوگ نکل سکیں ۔

اس کے بعد لکھتے ہیں :-

لیکن پھر آپ نے جب خلافت قبول کر لی تو پیغمبر کے کسی صحابی کو بھی بیعت پر مجبور نہیں کیا جن لوگوں نے خوشی خاطر بیعت کی اُن کی بیعت لی اور جس نے بیعت نہ کرنی چاہی اسے چھوڑ دیا۔ سعد بن ابی وقاص کو چھوڑ دیا عبداللہ بن عمر کو چھوڑ دیا اسامہ بن زید کو چھوڑ دیا انصار کے کچھ لوگوں کو چھوڑ دیا جن کے سرگروہ

محمد بن مسلمہ تھے آپ نے صرف دو شخصوں کی بیعت پر زور دیا ایک طلحہ دوسرے زبیر
آپ کو خطرہ تھا کہ یہ بیعت کرکے بعد میں کہیں فتنہ و فساد برپا نہ کریں کیونکہ یہ دونوں
قتل عثمان میں اہم پارٹ ادا کر چکے تھے اور قاتلین عثمان میں انھیں بڑا اثر و نفوذ
حاصل تھا اس لئے ان دونوں کے مجبور کیے جانے پر آپ راضی رہے جیسا کہ اکثر
مورخین لکھتے ہیں -

وا کا داعتقد نا انهما لم
يكرها كما زعما و زعم
كثير من الرواة و انما
اقبلا على البيعة راضين
ثم بدا لهما بعد ذالك
حين رأيا من الخليفة
ما لم يكونا ينظران -

اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ دونوں طلحہ و زبیر
بیعت کے لئے مجبور نہیں کئے گئے جیسا کہ
ان دونوں نے بعد میں دعویٰ کیا اور جیسا کہ
بہت سے راویان حدیث کہتے ہیں بحقیقت
یہ دونوں خود ہی خوشی خوشی بیعت کے لئے
آئے پھر جب انھوں نے دیکھا کہ خلیفہ
(علیؑ) ہماری امیدوں کو خاک میں
ملائے دے رہے ہیں تو ان کی رائے
بدل گئی -

انھیں بڑی توقع تھی کہ علیؑ ہم دونوں کے بہت زیادہ محتاج ہیں ہم میں
سے ایک کو بصرہ میں قوت حاصل ہے دوسرے کو کوفہ میں اور انھیں دونوں
شہروں کوفہ و بصرہ کے لوگ قتل عثمان میں شریک تھے اور لوگوں کا خیال
تھا کہ کوفہ و بصرہ والے قتل عثمان میں محض انھیں کے بھڑکانے سے شریک
[illegible] حاصل تھی - لہذا یہ دونوں

سوچا کرتے کہ علیؑ ہماری قدر و منزلت پہچانیں گے اور سمجھیں گے کہ ہم دونوں بصرہ و کوفہ کے لوگوں میں کتنا اقتدار حاصل ہے لہذا ہماری اہمیت کو دیکھتے ہوئے اپنی حکومت میں شریک کرلیں گے اس طرح خلافت تین حصوں میں ہوگی جسے مجلس شوریٰ کے یہ تینوں افراد بانٹ لیں گے۔ علیؑ کے لئے حجاز و مصر اور دیگر علاقوں کی حکومت ہوگی نیز اور جو ممالک مفتوح ہوں یا شمالی افریقہ پر جتنا قبضہ حاصل ہو زبیر کے لئے بصرہ اور آس پاس کے مواضعات ہوں گے اور طلحہ کے لئے کوفہ اور قریبی مواضعات۔ (الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص۲۱ تا ص۲۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

وکانت بیعۃ علی بالخلافۃ عقب قتل عثمان فی اوائل ذی الحجۃ سنۃ ۳۵ فبایعہ المهاجرون والانصار وکل من حضر وکتب بیعتہ الی الآفاق فاذعنوا کلھم الامعاویۃ فی اھل الشام۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۸ ص۵۸۹)	حضرت علیؑ کی بیعت عثمان کے قتل ہونے کے فوراً بعد ہی اوائل ذی الحجہ میں ہوئی آپ کی بیعت تمام مہاجرین و انصار اور ہر اس شخص نے کی جو مدینہ میں اس وقت موجود تھا اور آپ کی بیعت کی اطلاع تمام اسلامی ممالک میں گئی۔ ہر مقام کے مسلمانوں نے آپ کی اطاعت بطیب خاطر قبول کی سوا معاویہ کے۔

ناظرین ہمام صاحب شاہجہانپوری سے ناواقف نہ ہوں گے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے ہم اُن کی کتاب علیؑ اور اُن کی خلافت پر سرفراز کی گئی قسط میں تبصرہ

"حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مفسدین کا ایک گروہ حضرت علی
کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ آپ ہماری بیعت قبول
فرمالیں۔ مگر حضرت علیؑ نے بیعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے
بعد مہاجرین و انصار نے حضرت علیؑ کو مجبور کیا اور کہا کہ اس وقت
آپ سے بہتر ہم میں اور کوئی نہیں ہے۔ مگر حضرت علیؑ نے پھر وہی
جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے۔ اور فرمایا کہ "میں امیر ہونے سے
وزیر ہونا پسند کرتا ہوں تم لوگ جسے خلیفہ منتخب کروگے میں اس کے
ہاتھ پر بیعت کروں گا" (ابن اثیر جلد سوم)

آخر لوگوں کے بار بار اصرار اور خصوصاً اصحاب رسول اللہ کے مجبور کرنے
سے آپ نے کانٹوں کا یہ تاج زیب سر کرنا منظور فرمالیا۔ ایک روایت کے مطابق
جس میں شک و شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ رسول اللہ کے صحابہ حضرت علیؑ
کی خدمت میں آتے اور بار بار کہتے تھے کہ ہم بغیر امام کے نہیں رہ سکتے۔
حضرت علیؑ جواب دیتے کہ میں ان حالات میں مداخلت نہیں کرتا۔ تم جسے
چاہو خلیفہ بنالو میں بھی اس سے اتفاق کرلوں گا۔ صحابہ کرام جواب
دیتے ہمیں آپ سے زیادہ کوئی شخص اس امر کا مستحق نہیں نظر آتا۔ اور نہ ہم
کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔ (کفایت الطالب)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت پر مدینہ کے اصحاب
و انصار کا اتفاق نہیں ہوا تھا انہیں صرف مفسدوں نے بنایا تھا ان

روایات اس خیال کی مخالفت کرتی ہیں چنانچہ یہ امر سطور بالا سے اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا۔ ذیل میں ایک غیر مسلم مورخ کی رائے درج کی جاتی ہے اس سے کم از کم اس خیال کی تائید ضرور ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کو اہل مدینہ کا مکمل تعاون بیعت کے معاملہ میں حاصل تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"خاص مدینہ کے لوگ بھی علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اس لئے کہ جس وقت نبی (اکرم صلعم) نے مکہ سے ہجرت کی۔ اہل مدینہ اسی وقت کے معاون اور خیر خواہ تھے اور آخر تک جبکہ حضرت علیؑ کی بیعت کا سوال اٹھا، اسی خیال پر قائم رہے اس لئے بمقابلہ دوسرے لوگوں کے علیؑ کے خیر خواہوں اور مددگاروں کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی۔"

(تمدن اسلام از جرجی زیدان)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس سے بھی زیادہ واضح اور غیر مبہم رائے ظاہر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"اہل علم کی اکثریت کا بیان ہے کہ مدینہ کے تمام انصار و مہاجرین نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی اور حضرت علیؑ کی خلافت انھیں کی بیعت سے قائم ہوئی تھی (اس کا ثبوت یہ ہے کہ) حضرت علیؑ نے شام والوں کو جو خطوط لکھے تھے ان میں اس امر کا ذکر موجود ہے۔"

(ازالۃ الخفاء)

بہر حال اہل مدینہ خصوصاً جید صحابہ اور بیشتر انصار و مہاجرین کے اصرار سے مجبور ہو کر حضرت علیؑ نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لینا قبول کیا۔ اور

حالات بے حد نازک تھے دارالخلافت میں ہر طرف بدامنی اور انتشار تھا باغیوں و مفسدوں کا زور تھا۔ امتِ اسلام کئی روز سے بغیر خلیفہ کے یتیموں جیسی زندگی گذار رہی تھی۔ آخر یہ سوچ کر کہ اگر یہ صورتِ حال دیر تک قائم رہی تو معلوم نہیں اس اُمت کا کیا حشر ہو گا اور وہ وسیع سلطنت جس کی بنیاد میں ہزاروں صحابہ و عاشقانِ رسول اللہؐ نے اپنا خون دیا تھا کس حالت کو پہنچے گی۔ حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے حضرت طلحہ نے، ان کے بعد حضرت زبیر نے پھر دوسرے صحابہ اور عام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری مطابق ۲۳ جون ۶۵۶ء کو جمعہ کے روز پیش آیا۔
(کفایت الطالب اعلیؓ اور اُن کی خلافت مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ص ۱۴۹)

عباسی صاحب کو بڑا صدمہ اس بات کا بھی ہے کہ حضرت عثمان کا انتقام کیوں نہیں لیا گیا۔ یہ رونا وہ کئی جگہ روئے ہیں اور بار بار اس کی تکرار کی ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ خود اُن کے قلم سے یہ فقرہ نکل گیا ہے کہ "نہ قصاص لے جانے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا"۔ جب خود انھیں یہ تسلیم ہے کہ قصاص لے جانے کا کوئی امکان باقی نہ تھا تو پھر امیرالمومنینؑ قصاص لیتے بھی تو کس طرح لیتے۔ مدینہ میں اس وقت اُن مظلوم مسلمانوں کا تسلط تھا جو اطراف عالم سے حضرت عثمان اور اُن کے عمال کے مظالم کی دادخواہی کے لئے آئے ہوئے تھے یہاں ان سے مدینہ کے باشندے مہاجرین و انصار بھی مل گئے۔ کوئی علاقہ ایسا کوئی بچے جو رہی۔ ان لوگوں نے امکانی کوشش کی کہ حضرت عثمان جب اپنے

کوئی ایک دو دن نہیں رہا بلکہ دو تین مہینے اس کا سلسلہ جاری رہا کم سے کم مدت جو مورخین نے بتائی ہے وہ ۴۰ دن ہے۔ اس تمام عرصہ میں یہ مظلوم مسلمان حضرت عثمان سے بار بار منت سماجت کرتے کہ ہماری دادخواہی کیجئے۔ ایک ایک صحابی کے پاس جاتے اور اُن کو شفیع بناتے۔ ابتداء میں اکثر صحابہ نے واسطہ بننا منظور بھی کیا کئی مرتبہ حضرت علیؑ اُن کے اور فریادیوں کے درمیان واسطے بنے کئی مرتبہ محمد ابن مسلمہ انصاری واسطہ بنے جب سب اپنی کوششیں کر کے تھک چکے اور حضرت عثمان اپنی ضد سے باز نہ آئے تو مجبوراً علیؑ بھی اپنے گھر بیٹھ رہے اور محمد ابن مسلمہ انصاری بھی۔ محمد ابن مسلمہ انصاری نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں اب ہرگز آپ کے بیچ میں نہ پڑوں گا کیونکہ میں نے ان لوگوں کو ضمانت دی تھی کہ آپ اپنی حرکتوں سے باز رہیں گے مگر آپ رتّی برابر بھی باز نہ رہے۔

(تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ)

اسی عرصہ میں حضرت عثمان کے خاندان والے یعنی بنی امیہ چھپکے چھپکے لڑائی کی تیاری کرتے رہے اور آخر موقع پا کر لڑائی شروع بھی کر دی ایک صحابی نیار جو حضرت عثمان سے محض اُن کی شکایات کی دادخواہی کرنا چاہتے تھے حضرت عثمان کے گھر والوں کے ہاتھوں مارے گئے جب حضرت عثمان سے مطالبہ کیا گیا کہ قاتل ہمارے حوالے کیا جائے تو اس کا جواب تیروں کی بارش سے دیا گیا۔ عمرو بن حزم انصاری نے جن کا گھر حضرت عثمان کے گھر سے ملا تھا اپنے مکان کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ طالبان انتقام اُن کے گھر سے ہو کر حضرت عثمان کی چھت پر چڑھ کر آ گئے۔ دروازے پر لوگوں کو اس کی اس وقت خبر ہوئی جب

یا کام کر چکے تھے۔ کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عثمان قتل ہوئے تو کس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ خود نائلہ بنت فرافصہ حضرت عثمان کی بیوی جو حضرت عثمان کے مرتے دم پاس ہی موجود تھیں وہ بھی نہ کسی کا نام لے کر بتا سکیں اور نہ کسی کی پہچان ہی بتا سکیں۔ جب قاتل کوئی ایک نہ ہو بلکہ ہزاروں ہوں پھر یعنی شہادت بھی نہ ہو کہ کس نے قتل کیا تو آخر قصاص لیا جاتا تو کس سے لیا جاتا۔ یہ بھی کہنا صحیح نہیں کہ امیرالمومنینؑ نے اس کی کوشش نہیں کی۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں :-

لوگوں نے علیؑ سے کہا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا چاہئے۔ علیؑ نے ان کی عرضداشت کو غور سے سُنا اور اُن کی تائید کی لیکن اسی کے ساتھ اصل صورت حالات بھی اُن کے سامنے پیش کی۔ بیعت کے بعد حکومت اُن کی طرف منتقل ہو گئی تھی اس میں کوئی شک نہیں لیکن حقیقتاً اقتدار ابھی بلوائیوں کے ہاتھ میں تھا وہ یوں مدینہ پر چھائے ہوئے تھے جیسا مارشل لا کے دنوں میں فوج شہر پر قبضہ کئے ہوتی ہے۔ وہ باشندگان مدینہ کے ساتھ جو سلوک چاہتے کر سکتے تھے نہ تو خلیفۂ وقت کو کوئی قدرت تھی نہ اصحاب پیغمبر کو لہٰذا بھلائی اسی میں تھی کہ ڈھیل دی جائے اور اس وقت تک تحمل سے کام لیا جائے جب تک معاملات استوار نہ ہو جائیں اور فی الواقع خلیفہ کا اقتدار قائم نہ ہو جائے پھر اس کے بعد معاملہ پر نظر کی جاتی اور خدا و رسول اور کتاب و سنت کے مطابق حکم جاری کیا جاتا۔ علیؑ نے جو رائے ظاہر کی اس پر اصحاب پیغمبر بھی راضی ہے لیکن بلوائی جو تھے اُن کا نظریہ یہ تھا کہ انھوں نے ظالم خلیفہ کو قتل کیا ہے

اس کا انتقام کیا امام کے لئے مناسب نہیں کہ اُن کے عوض میں کسی کو قتل کریں لیکن اس کے باوجود بھی علیؑ نے ارادہ کیا کہ قتل عثمان کی تحقیق کریں لیکن تفتیش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ممکن نہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد ابن ابی بکر بھی قتل عثمان میں شریک تھے۔ یہ محمد ابن ابی بکر رسولؐ کے خلیفہ کے صاحبزادے عائشہ ام المومنین کے بھائی اور علیؑ کے پروردہ تھے۔ ابی بکر کے مرنے کے بعد علیؑ نے ان کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ علیؑ نے محمد سے پوچھا کہ کیا تم نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ محمد نے انکار کیا۔ نائلہ بنت فرافصہ زوجہ عثمان نے اُن کی تائید کی اور کہا کہ یہ قتل میں شریک نہیں تھے لیکن بلوائیوں کو جیسے ہی اس پوچھ گچھ کی خبر ملی انھوں نے ناراضی و برہمی کا مظاہرہ کرنا شروع کیا مجبوراً علیؑ نے وہی راہ مناسب سمجھی جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں انھوں نے بھی انتظار کیا اور اُن کے ساتھ مدینہ کے تمام صحابہ نے بھی انتظار کرنا مناسب سمجھا

(الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص...)

اس کے بعد ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں:۔

"تمھیں یاد ہوگا کہ حضرت عثمان کو بھی اپنی خلافت کے ابتدا میں ایسے ہی مشکل مسئلے کا سامنا کرنا پڑا جیسا علیؑ کو۔ عثمان کی پہلی مشکل عبید اللہ بن عمر کا معاملہ تھا جنھوں نے ہرمزان کو قتل کر دیا تھا اس شبہ میں کہ وہ اُن کے باپ کے قتل میں شریک تھا مگر ان کا یہ قتل کرنا بغیر ثبوت و گواہ کے تھا اور نہ ان لوگوں نے ان کے قتل کا فیصلہ دیا تھا جنھیں یہ فیصلہ کرنے کا حق تھا۔ مسلمان اس معاملہ میں دو گروہوں میں بٹ گئے تھے

ک فریق کا خیال تھا کہ عبیداللہ بن عمر پر حد جاری کرنا ضروری ہے انھیں
یں سے علیؑ بھی تھے ۔ دوسرا فریق اس بات کو بہت اہمیت دے رہا تھا کہ
عثمان اپنی خلافت کی ابتدا خلیفہ عمر کے بیٹے کو قتل کر کے کریں ۔ حضرت عثمان
نے عبیداللہ کو معاف کر دیا کیونکہ اس کا کوئی رشتہ دار طالب قصاص نہیں تھا
س بنا پر خلیفہ ہی اس کے ولی تھے اور اُن کا خیال تھا کہ ہمیں حق ہے
کہ معاف کر دیں لیکن علیؑ نے اُن کے اس حق کو منظور نہیں کیا اور بہت سے
مسلمانوں نے بھی اس وقت عثمان کے فیصلے کو منظور نہیں کیا بلکہ ظلم صریح ۔
خون رائگاں جانے دینا اور خدا کے حق میں کوتاہی کرنا قرار دیا یہی وجہ تھی کہ
علیؑ اپنی خلافت کے بعد کہا کرتے کہ اگر میں اس فاسق پر قابو پا گیا تو ہرمزان
کے بدلے میں قتل کر کے رہوں گا ۔

تو حضرت عثمان کو بھی اس کا سامنا کرنا پڑا کہ ایک خلیفہ کے فرزند نے
ایک مسلمان کو جو ناحق متہم تھا قتل کر دیا اور اس کو حضرت عثمان نے معاف
کر دیا اور لوگوں نے اس معافی میں اختلاف کیا ۔

اور علیؑ کو بھی ایک دوسرے خلیفہ کے فرزند کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی متہم
تھا قتل میں اور قتل بھی کس کا خلیفہ کا قتل کسی غریب و پردیسی کا نہیں لیکن
وہاں عثمان نے عبیداللہ کو معاف کر دیا تھا یہاں علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو معاف
نہیں کیا بلکہ معاملہ کی پوری چھان بین کی یہاں تک کہ یہ امر واضح و روشن

حق یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر نے اپنے ہاتھ سے عثمان کو قتل نہیں کیا لیکن وہ لوگوں کے ساتھ دیوار پھاند کر اُن کے گھر میں ضرور گھسے تھے۔ اس طرح تھوڑا یا بہت قتل عثمان میں اُن کا بھی حصہ تھا۔ لیکن وہ لوگ جنھوں نے اس ہنگامہ میں شرکت کی وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے قوت بھی بہت تھی اور دبدبہ و ہیبت بھی اُن کی زیادہ تھی۔ نئے امام کے لئے قدرت ہی نہ تھی کہ اُن پر قابو پائے یا اُن سے قصاص لے سکے۔

پھر معاملات کچھ اس طرح پیش آتے گئے جس نے حضرت عثمان کے قتل کی گتھی کو اور اُلجھا دیا اور اُلجھن برابر بڑھتی گئی جیسا تم آگے چل کر دیکھو گے

(الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص۔۔۔)

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ محمود عباسی صاحب کے پیش نظر ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب بھی رہی ہے انھوں نے اپنی رسوائے عالم کتاب میں اس کے حوالے بھی دیئے ہیں مگر اُن کی عصبیت نے ان عبارتوں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اُن کا جی وہی چاہتا ہے جو اس وقت معاویہ اور اُن کی پارٹی کا جی چاہتا تھا کہ علی قصاص کی آواز بلند کریں اور اُن کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے اور خود انھیں کی جان کے لالے پڑ جائیں۔

بقول علامہ نیاز فتحپوری "مطالبہ قصاص تو صرف بہانا تھا اصل مدعا تو یہ تھا کہ علیؑ کے خلاف شورش برپا کر کے اُن کی خلافت کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔

حضرت امیرالمومنینؑ کے قصاص عثمان لینے میں بے بسی اور مجبوری کو تمام

ے لکھا ہے خود عباسی صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ قصاص
ی تھا۔ مگر ایک وجہ اور بھی قصاص نہ لینے کی تھی جسے نہ کہنا ہی مناسب
و جاتے بھی تھے کہ نہ کہیں مگر مجبوراً عباسی صاحب کی تسکین کے لئے
ے ہیں۔ ہم شروع میں پچاسوں مورخین کی عبارتوں سے اکابر صحابہ و مہاجرین
ی خفگی و برہمی اور اُن کے قتل پر رضامندی بیان کر چکے ہیں یہی اکابر صحابہ
حل و عقد تھے سواد اعظم کے نظریہ کے مطابق انھیں کو خلافت کے معاملات
ے کا حق تھا یہی حضرات آج کل کی اصطلاح میں پارلیامنٹ کے ممبران تھے انھیں
ے و مشورہ سے ملکی نظم و نسق کا انصرام ہوتا تھا اور یہ تمام کے تمام بالواسطہ یا
طہ اُن کے قتل میں شریک تھے۔ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ جس طرح قاتل
ے اسی طرح جس کی تحریک سے قتل وقوع میں آیا ہو وہ بھی مجرم اور سزا
ول ہے چاہے وہ ایک ہوں یا کئی۔ بے شمار نظیریں اس کی ملتی ہیں کہ قتل ایک
ں ہوا مگر حاکم نے پھانسی کی سزا اسے بھی دی جس کے ہاتھوں قتل عمل میں آیا
نھیں بھی جن کے اشاروں سے قاتل نے یہ اقدام کیا۔ اس صورت میں ہر
انسان سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی کو کن کن لوگوں پر ہاتھ ڈالنا پڑتا وہ ہستیاں
ی محترم اور صاحب عزت و وجاہت تھیں اور علیؑ کے لئے ممکن بھی تھا یا نہیں؟

پانچواں باب

جنگ جمل وصفین اور ان کے حقیقی اسباب

جنگ جمل وصفین کے تذکرہ میں بھی عباسی صاحب نے اپنے منصوبے کے
تحت اصل واقعات کو مسخ کرکے پیش کیا مگر ہر فقرہ میں اسی عبداللہ بن سبا اور اس
ہیروؤں کا رونا ہے۔ حضرت عثمانؓ قتل بھی ہوئے تو اسی عبداللہ بن سبا کی وجہ سے
حضرت علیؓ خلیفہ بھی ہوئے تو اسی کی وجہ سے اور جنگ جمل وصفین بھی ہوئیں تو
اسی کی وجہ سے۔ ہم گذشتہ صفحات میں عبداللہ بن سبا کے متعلق جو حقائق پیش کر چکے
ہیں اُن کے بعد عباسی صاحب کی یہ ساری عمارت خود بخود منہدم ہوجاتی ہے
اور اُن کی کتاب پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں رہتی پھر بھی دیانت کا تقاضہ ہے
کہ جنگ جمل وصفین کے اسباب بھی سرسری طور پر ذکر کردیے جائیں تاکہ صحیح
صحیح رخ سامنے آسکے۔

ہر سوسائٹی، جماعت اور انجمن کے کچھ سربرآوردہ افراد ہوا کرتے ہیں
وہی اس کے نقیب داعی اور اصلی کارکن ہوتے ہیں یہی حال ہر ہنگامہ اور فتنہ
فساد کا بھی ہوتا ہے اس کے بھی کچھ خاص کرتا دھرتا لوگ ہوتے ہیں۔ وہی لی
ان ہنگاموں کی تخم ریزی کرتے ہیں اور سیدھے سادے عوام کو سبز باغ دکھا
بڑی سے بڑی قانونی نافرمانیوں پر تیار کردیتے ہیں۔ وہ فتنہ وفساد جس کی

امیرالمومنینؑ کے تخت نشین ہوتے ہی ہو گئی اس کے سرغنوں کے نام بھی
مشہور ہو گئے تھے۔ ایک معاویہ بن ابی سفیان دوسرے طلحہ تیسرے زبیر
حضرات اکابر صحابہ تھے چوتھے حضرت عائشہ جو پیغمبر کی بیوی تھیں۔
نے اس فتنہ و فساد کی تخم ریزی کی اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت
حضرت امیرالمومنینؑ سے اُن کی مخالفت کی ظاہری وجہ حضرت
مقام کا مطالبہ تھا لیکن حقیقی اسباب جو اِن حضرات کی مخالفت کے
وہ کچھ اور تھے، ہمیں بھی معلوم ہے۔ اور دوسروں کو بھی کہ معاویہ
خلافت کی ہوا و ہوس تھی انھیں بنی امیہ کی پشت پناہی بھی حاصل تھی
پہلے تو خلافت کے متمنی رہے اور اسی تمنا و آرزو کے سبب حضرت
ان سے اسی سرگرمیاں ظہور میں آئیں لیکن جب منصوبے درہم برہم ہو گئے
کے قتل ہونے کے بعد بھی خلافت انھیں نہیں ملی اعلیؑ خلیفہ ہو گئے
نے اسی کو غنیمت جانا کہ بصرہ اور کوفہ کی گورنری ہاتھ آجائے کہ وہاں کی
پیٹ بھرنے کے لئے کافی تھی اور وہاں رہ کر خلیفہ کی راہوں میں روڑے
سکتے تھے۔

مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی لکھتے ہیں:-

"بیعت کے بعد طلحہ و زبیر نے کوفہ اور بصرہ کی گورنریاں طلب کیں حضرت نے
انکار کیا تو مکہ جانے کی اجازت چاہی حضرت اُن کے ارادوں سے واقف
تھے مگر آزادی میں خلل ڈالنا نہیں چاہتے تھے اجازت دے دی۔

عثمان کے خون کا دعویٰ کیا جائے۔ حضرت علیؑ کو خلافت سے بے دخل کر دیا جائے اور یہ دونوں باری باری خلیفہ بنیں۔ معاویہ نے یقین دلایا تھا کہ ان کی بیعت کر لیں گے اور ہر قسم کی مدد دیں گے یہ بھی معاویہ ہی کا مشورہ تھا کہ مکہ جائیں جہاں یمن کا عثمانی گورنر ملے گا اور مالی مدد پیش کرے گا حضرت عائشہ پہلے سے مکہ میں موجود تھیں اور حضرت علیؑ سے ان کا رنج بہت پرانا تھا۔ معاویہ نے لکھا کہ انھیں بھی ملا لیا جائے۔ بنی امیہ کے اور لوگ بھی مکہ میں ہیں وہ بھی ساتھ دیں گے پھر سب مل کر عراق جائیں اور اس پر قبضہ کر لیں کہ بہت بڑا اور طاقتور مرکز ہے۔

معاویہ چاہتے تھے کہ طلحہ و زبیر امیر المومنینؑ سے ٹکرا جائیں فریقین میں سے ایک ختم ہو جائے گا اور جسے فتح ہو گی وہ بھی کمزور پڑ جائے گا اور معاویہ کو اپنی سلطنت قائم کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

(ترجمہ نہج البلاغہ شائع کردہ غلام علی اینڈ سنز لاہور صفحہ [illegible] دوسرا ایڈیشن)

حضرت عائشہ کو کس بات کا رنج تھا امیر المومنینؑ سے اس کے متعلق ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:-

"میرا اعتقاد یہ ہے کہ عائشہ دوسری ہی وجہ سے علیؑ سے متنفر تھیں ایک بات تو ایسی ہے جس میں علیؑ کا کوئی اختیار ہی نہ تھا اور وہ یہ کہ علیؑ کی شادی دختر پیغمبر فاطمہ زہراؑ سے ہوئی اور خداوند عالم نے ان ہی فاطمہؑ سے علیؑ کو حسنؑ و حسینؑ ایسے فرزند عنایت کئے اس طرح علیؑ پیغمبرؐ کی باقی رہنے والی ذریت اور اولاد کے باپ ہوئے اور عائشہ کو رسول اللہؐ سے کوئی بچہ نہ ہوا!

کہ پیغمبر کی آخری عمر میں ماریہ قبطیہ مادر ابراہیم کے بطن سے بچہ ہوچکا
تھا بس یہی بانجھ پنا اُن کے لئے سوہان روح تھا۔ تھیں پیغمبر کی سب سے
زیادہ چہیتی بیوی مگر اولاد نہ ہوئی ۔

دوسری بات یہ کہ علی نے اسماء خثعمیہ زوجہ ابی بکر سے اُن کے
مرنے پر شادی کرلی یہی اسماء محمد ابن ابی بکر کی ماں تھیں وہ محمد جو علیؑ
کی آغوش میں پلے بڑھے ، پس ان تمام وجوہ و اسباب سے عائشہ
علیؑ پر غضبناک تھیں "

(الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم ص ۲۹)

استاذ عبدالفتاح عبدالمقصود جن کی کتاب سے ڈاکٹر طٰہ حسین نے بھی
فائدہ اٹھایا ہے لکھتے ہیں :-

"سچی بات یہ ہے کہ آج کے دن عثمان کی حمایت کی اُن کے پاس
کوئی معقول دلیل نہ تھی سوا علیؑ کی دشمنی و عداوت کے یہ عداوت ہزار
دلیلوں کی ایک دلیل تھی وہ ہمیشہ ہی اُن سے ناراض رہیں اُن کے شعور
و احساس میں علیؑ کی نفرت ہمیشہ جاگزیں رہی وہ پہلے عورت تھیں بعد
میں عائشہ ، اُن کی خصلتیں بھی عورتوں جیسی تھیں اور طبیعت بھی عورت
کی۔ اُن کے احساسات شعور کے تابع تھے اور جو جوش و ہیجان اندر ہی
اندر برپا تھا اس پر انھیں کوئی قابو حاصل نہ تھا ، وہ جب پہلے ہی سے
علیؑ کی عداوت سینے میں سمیٹے بیٹھی تھیں ...... اس کے علاوہ حضرت

ہر عورت ماں بننے کی تمنا و آرزو میں بے چین رہتی ہے برابر آس لگی رہتی ہے کہ گود ہری ہو اور شوہر سے، سسرال والوں سے سرخروئی نصیب ہو مگر قضا و قدر نے اُن کے خوبصورت خوابوں کی تعبیر نہ دی جب تک اُن کے شوہر زندہ رہے وہ بانجھ ہی رہیں، اُن کے مقدر ہی میں نہ ہوا کہ زوجیت کو اولاد کے ذریعہ نبوت کے رشتہ سے استوار کر سکیں۔ کتنا کتنا انھوں نے چاہا کہ پیغمبر کو ایک بچہ پیش کریں جو ان کے خون اور پیغمبر کے صلب سے ہوتا، اور پیغمبر کی پدرانہ محبت و عطوفت اسے نہال کیا کرتی اور خود پوتے پروتوں میں مدتوں زندہ رہتیں لیکن اس نعمت سے وہ یکسر محروم رہیں، اس محرومی نے انھیں انتہائی محزون بنا دیا۔ میرا خیال ہے کہ اس منزل پر اُن کے شعور و احساسات حسرت کے مشابہ تھے۔ وہ اپنی آنکھیں اٹھا کر دیکھتیں انھیں نظر آتا کہ اُن کے شوہر اپنی بیٹی کو محبتوں کا خزانہ دیے دیتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ یہ خصوصی نعمت خدیجہ کے نصیب کی تھی وہ مرنے کے بعد بھی پیغمبر کی ذریت میں قیامت تک زندہ رہیں۔ خدیجہ پیغمبر کی پہلی رفیقۂ حیات جو چوتھائی صدی تک پیغمبر کی شریک زندگی رہیں، اس پورے عرصے میں انھوں نے ایک مرتبہ بھی پیغمبر کو ناراضی کا موقع نہ آنے دیا۔ پیغمبر نے ان سے اس وقت شادی کی جب پیغمبر کا عنفوان شباب تھا اور خدیجہ جوانی کی منزل طے کر کے بڑھاپے کی حدوں سے قریب ہو رہی تھیں مگر پیغمبر نے کسی دوسری بیوی کی ضرورت محسوس نہ کی اور خدیجہ کے مرنے کے بعد بھی کوئی عورت پیغمبر کو اتنا خوش

ہو سکی جتنا خدیجہ نے لیا۔ خدیجہ نے ادھیڑ عمر کی عورت ہونے کے باوجود

پیغمبر کی وہ محبت حاصل کر لی جو عائشہ نے کم سنی و دوشیزگی کے باوجود نہ حاصل

کی۔ خدیجہ نے ادھیڑ عمر کی ہونے کے باوجود پیغمبر کو بچہ پیش کیا اور عائشہ

قاصر رہیں۔ خدیجہ مرنے کے بعد بھی پیغمبر کے دل کی گہرائیوں میں متمکن رہیں

پیغمبر اُٹھتے بیٹھتے عزت و احترام کے لفظوں سے خدیجہ کو یاد کیا کرتے۔

عائشہ سنتیں اور محسوس کرتیں کہ خدیجہ دنیا میں نہ ہونے کے باوجود ہمارے

شوہر کی محبت کے بہت بڑے حصے پر قابض ہیں۔ خود حضرت عائشہ نے

اپنے جذبات و خیالات کی ترجمانی کی ہے ما غُرت علی احد من نساء

النبی ما غرت علی خدیجہ جتنا میں نے خدیجہ پر رشک کیا اتنا پیغمبر کی

کسی دوسری بیوی پر نہیں حالانکہ خدیجہ کو میں نے دیکھا بھی نہیں تھا...

تو خدیجہ مرنے کے بعد بھی باقی تھیں، وہ قلب و دماغ میں پیغمبر کے

اسی طرح رچی بسی تھیں جس طرح کل وہ پیغمبر کی دنیا میں تھیں۔ عائشہ

ہمیشہ خدیجہ سے ہراساں رہیں۔ سال پر سال گذرتے رہے مگر اُن کے دل

سے خوف نہ گیا نہ اُن کی سوکن خدیجہ کی تصویر اُن کی آنکھوں سے دُور

ہو سکی، زمانہ نے بھی خدیجہ ہی کا ساتھ دیا اور انھیں کو زندگی کی طرح

پلٹاتا رہا اور اُن کے نواسے نواسیوں کی شکل میں اسی طرح دُہرا کر لایا جیسا

بیٹی کی شکل میں پہلی مرتبہ دُہرا چکا تھا۔ یہ مختلف تصویریں حسنؑ و حسینؑ،

زینبؑ و امّ کلثومؑ کے رُوپ میں عائشہ کے سامنے ہر دن آتیں اور اُن کے

عائشہ کی نگاہیں جب پیغمبرؐ پر پڑتی ہوں گی وہ پیغمبرؐ کو اپنے نواسے کے ساتھ کھیلتے اور اُن کے ساتھ پیغمبرؐ کی وہ بھرپور چاہت وہ فریفتگی دیکھتی ہوں گی تو کون بتا سکتا ہے کہ اُن کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔

اللہ ہی جانے اُن کا وہی سوتاپا اور خدیجہ سے اُن کی جلن آج کے دن خدیجہ کے چہیتوں کے لئے جاگ اُٹھی تھی یا اولاد سے محرومی کی حسرت اس نوبت کو پہنچ گئی تھی یا یہ علیؑ کی دشمنی تھی وہ علیؑ کہ بس انہی سے اُن کے شوہر محمد مصطفےٰؐ کی نسل ہمیشہ کے لئے باقی رہی۔

(الامام علی ابن ابی طالب جلد دوم طبع مصر دوسرا ایڈیشن)

یہ عداوت تو حضرت عائشہ کے دل میں پہلے سے تھی اس پر غضب یہ ہوا کہ حضرت عثمان کی ہلاکت کے بعد وہ جو چاہتی تھیں وہ نہ ہوا اور خلافت علیؑ کے قدموں تک پہنچ گئی۔ مورخین کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ نے دشمنان عثمان کی ہمت افزائی کی اور انھیں برانگیختہ کیا تو اُن کا مقصود یہ تھا کہ حضرت عثمان معزول کر دیے جائیں اور اگر معزول نہ ہو سکیں تو قتل کر دیے جائیں اور پھر طلحہ بن عبداللہ خلیفہ مقرر ہوں تاکہ خلافت حضرت عائشہ کے خاندان میں پلٹ آئے۔ یہ مورخین اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کے عہد حکومت میں جب بنی امیہ کی جاہلی عصبیت پلٹ آئی تو حضرت عثمان بنی امیہ کی آنکھ بند کر کے طرفداری کرنے لگے اور بنی امیہ خلافت و حکومت کو اپنا موروثی حق سمجھنے لگے تو اس کے نتیجے میں قریش کے دیگر قبیلوں کی رگ عصبیت بھی پھڑکی اور وہ بھی زمانۂ جاہلیت کی باہمی رقابت پر اُتر آئے۔ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ اور طلحہ کی متحدہ کوششیں تھیں کہ

بات پھر بنی تیم میں پلٹ آئے کہ ابوبکر اور طلحہ دونوں بنی تیم سے تعلق رکھتے تھے۔
کی دلیل یہ تھی کہ اول خلیفہ حضرت ابوبکر تیمی تھے پھر حضرت عمر نے مرتے وقت
چھ آدمیوں کی کمیٹی مقرر کی تھی اور کہا تھا کہ یہی چھ آدمی خلافت کے حق دار ہیں
ان میں سے ایک طلحہ بھی تھے۔
غالباً اسی لئے انھوں نے عین ہنگامہ کے دوران حج بھی کیا تاکہ راستہ میں
جس قافلہ سے ملاقات ہو پھر مکہ پہنچ کر حاجیوں کے ہجوم میں وہ طلحہ کی خلافت
کی دعوت دیں چنانچہ اُن کی زبان سے طلحہ کے متعلق یہ فقرے بار بار سُنے بھی گئے
ایہ ذالاصبع آہا انگلیوں والے ایہ اباشبل واہ اے ابوشبل ایہ یا ابن عم
کیا کہنا تمھارا اے چچا کے بیٹے لکانی انظر الیٰ اصبعہ وھو یبایع لہ میں گویا اپنی
آنکھوں سے اُن کی انگلیوں کو دیکھ رہی ہوں اور اُن کی بیعت کی جا رہی ہے
ایہ ذا اصبع للہ ابوك واہ کیا کہنا تمھارا اے انگلیوں والے خدا تمھارا بھلا کرے
(کسی جنگ میں طلحہ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں) اما انہم وجدوا طلحہ
لھا کفوا بے شک ان لوگوں نے طلحہ کو خلافت کے لئے سر بسر موزوں پایا۔
مگر تھوڑی دُور آگے چل کر جب خبر ملی کہ مہاجرین و انصار سب نے
مل کر علی کو خلیفہ منتخب کر لیا تو آپ کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور آپ
بجائے اظہار مسرت کے ٹھنڈی سانسیں بھرتیں قیس بن حازم بیان کرتا ہے کہ
اس خبر کو پا کر کہنے لگیں "کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑتا" پھر آپ نے اپنی
سواری کو مکہ پلٹانے کا حکم دیا، میں نے دانستہ پھر انھیں دیکھا کہ بار بار گویا اپنے
نفس سے مخاطب ہو کر کہتی جاتیں قتلوا ابن عفان مظلوما (لوگوں نے

عثمان کو مظلوم قتل کیا۔ میں نے عرض کیا مادرِ گرامی ابھی ابھی میں نے آپ کو کہتے سُنا خدا عثمان کو غارت کرے، یہ بھی میں دیکھ چکا ہوں کہ آپ سب سے زیادہ اُن کی دشمن تھیں۔ عائشہ نے کہا ہاں بات تو ایسی ہی ہے۔ مگر پھر میں نے اُن کے معاملہ میں غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ لوگوں نے اُن سے توبہ کرائی جب وہ توبہ کر کے مثل چاندی کے پاک و صاف ہو گئے تو قتل کر ڈالا۔"

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ مکہ سے واپسی میں جناب عائشہ جب مقام سرف میں پہنچیں تو وہاں عبد ابن ام کلاب سے ملاقات ہوئی جو اُنکا نانیہالی رشتہ دار تھا جناب عائشہ نے ان سے پوچھا

"کیوں کیا خبر ہے؟"

عبد ابن ام کلاب لوگوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا اور قتل کرنے کے بعد آٹھ دن تک ٹھہرے رہے۔

عائشہ۔ اس کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا؟

عبد ابن ام کلاب تمام اہل مدینہ نے متفق ہو کر بہترین راستہ پیدا کر لیا یعنی حضرت علیؑ (کی خلافت) پر اتفاق کیا۔

عائشہ۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو خدا کرے آسمان زمین پر پھٹ پڑے واپس لے چلو مجھے واپس لے چلو۔

چنانچہ آپ مکہ واپس ہوئیں یہ کہتی ہوئی قتل واللہ عثمان مظلوما عثمان بخدا مظلومی کی حالت میں مارے گئے، خدا کی قسم میں ان کا انتقام لوں گی۔ عبد بن ام کلاب نے پوچھا " یہ کیا؟ خدا کی قسم آپ ہی نے سب سے

ہے اُن کی مٹی پلید کی آپ ہی کہا کرتیں اقتلوا نعثلاً فقد کفر نعثل کو مار ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے۔

عائشہ۔ لوگوں نے توبہ کرا کے مار ڈالا، یوں کہنے کو میں نے بھی کہا تھا اور لوگوں نے بھی کہا لیکن اب میری آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے۔

عبد ابن ام کلاب۔ مادرِ گرامی بہت پھُس پھُسی معذرت ہے۔ اس کے بعد عبد نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا:-

"اے بادھیا ایں ہمہ آوردہ تست۔ آپ ہی نے حضرت عثمان کے قتل کا حکم دیا، آپ ہی نے کہا کہ عثمان کافر ہو گئے ہم نے آپ کی اطاعت کی اور انھیں مار ڈالا۔ ہمارے نزدیک عثمان کا قاتل وہی ہے جس نے اُن کے قتل کا حکم دیا۔

(تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ و ۱۳۹ و ۱۴۲ و ۱۳۵)

طلحہ و زبیر کی عداوت

طلحہ و زبیر کی امیر المومنینؑ سے عداوت کوئی زیادہ تعجب خیز نہیں جس دن سے کہ حضرت عمر نے عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمی منتخب کر کے شوریٰ کی تجویز کی اور طلحہ و زبیر کو اس شوریٰ کا ممبر مقرر کیا اُس دن سے ان دونوں کے دل میں خلافت کی امیدیں دوڑ رہی تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ طلحہ و زبیر بالکل ایک نہ تھے بلکہ ہر ایک کے مقاصد جداگانہ تھے۔ طلحہ سقیفہ ہی کے دن سے حضرت ابوبکر کے مخصوص طرفداروں میں تھے کیونکہ طلحہ بھی تیمی تھے اور ابوبکر بھی تیمی اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ مرنے کے وقت جب حضرت ابوبکر نے عمر کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تو طلحہ اُن کے پاس موجود تھا

بھرے ہوئے آئے اور بہت سخت لب و لہجہ میں اُن کے اس فعل کی مخالفت کی کہ آپ عمر کو خلیفہ بنائے جارہے ہیں حالانکہ دوسرے لوگ اُن سے زیادہ اہل موجود ہیں۔ رہ گئے زبیر تو یہ قصی کے خاندان سے تھے اور ماں کی طرف سے بنی ہاشم میں بھی محسوب ہوتے تھے ان کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں جو حضرت محمد مصطفےٰؐ اور امیر المومنینؑ کی پھوپھی تھیں اسی وجہ سے وہ بنی ہاشم ہی کی ایک فرد سمجھے جاتے تھے یا کم سے کم بنی ہاشم کے طرفداروں میں سے تھے۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ جب سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت ہوئی تو زبیر علیؑ کا حق چھننے پر بے حد غضبناک ہوئے، انھوں نے تلوار بھی کھینچ لی تھی۔ یہ زبیر ابوسفیان اور مہاجرین کے کچھ افراد کے ساتھ جناب عباس اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے اور اُن سے درخواست کی کہ آپ خلافت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئیے چاہے تلوار سے کام ہی کیوں نہ لینا پڑے مگر آپ نے فتنہ کے خوف سے انکار کر دیا پھر زبیر نے ابوبکر کی بیعت کی بھی تو بادل ناخواستہ، انھوں نے اولاً انکار کر دیا تھا اور جناب معصومہ کے گھر میں بیٹھ رہے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر تلوار ہاتھ میں لئے آئے اور تلوار کے زور سے ان لوگوں کو مجبور کر کے ابوبکر کے پاس لے گئے۔ حضرت امیر المومنینؑ بھی فرمایا کرتے تھے ما زال الزبیر منا حتی کبر ابنہ عبد اللہ فاقصاہ وہ ہم ہی میں سے تھے یہاں تک کہ اُن کا بیٹا عبد اللہ بڑا ہوا اور اس نے زبیر کو ہم سے دور کر دیا۔ عبد اللہ بن زبیر کی ماں حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت عائشہ کی بہن اسماء تھیں، حضرت عائشہ نے عبد اللہ کی پرورش کی اور اسی رعایت سے حضرت عائشہ کی کنیت ام عبد اللہ کہی جاتی ہے۔

اس بنا پر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ ہی نے عبد اللہ کے دل
میں امیر المومنینؑ کی عداوت ڈالی اور بغض و عناد کی تخم ریزی کی، اسی سبب سے کہ
عبد اللہ نے اپنے باپ زبیر کو امیر المومنین سے برگشتہ کیا اور پھر شوریٰ کے موقع پر
زبیر کے دل میں خلافت کی طمع پیدا ہی ہو چکی تھی دونوں چیزوں نے انھیں امیر المومنین
کا مخالف بنا دیا۔

طلحہ و زبیر دونوں حضرت عثمان کے شدید دشمن تھے انھیں یہ بات نہایت
ناگوار تھی کہ حضرت عثمان نے ساری مملکت کا نظم و نسق بنی امیہ کے سپرد کر رکھا ہے
انھوں نے بارہا حضرت عثمان پر اعتراضات کیے اور جب فتنہ و فساد کی آگ
پوری طرح بھڑک اٹھی تو بلوائیوں کے لیڈر بن گئے اور انھیں قتل عثمان پر اپنی
پوری امکانی طاقت سے برانگیختہ کرنے لگے چنانچہ محدثین ہی کا بیان ہے کہ حضرت
عثمان جن دنوں محصور تھے تو کہا کرتے ویلی علی ابن الحضرمیۃ اعطیتہ کذا
و کذا بھارا ذھبا وھو یروم دمی یحرض الناس علی نفسی اللھم لا تمتعہ
ولقہ عواقب بغیہ ابن حضرمیہ (طلحہ) کا ستیاناس ہو میں نے انھیں
اتنا سونا دیا اور وہی لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہیں خدا وندا میری جان
لینے سے انھیں فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دے اور انھیں ان کی سرکشی کے
نتائج میں مبتلا کر۔

مورخین کا بیان ہے کہ بروز قتل عثمان طلحہ چہرے پر نقاب ڈالے لوگوں کی
نظروں سے چھپ چھپ کر حضرت عثمان کی طرف تیر پھینکتے تھے۔ مورخین ہی نے

طلحہ انھیں قبیلۂ انصار کے کسی شخص کے گھر میں لے گئے، انھیں چھت پر چڑھایا اور اس چھت کے ذریعہ محاصرین حضرت عثمان کے گھر میں پھاندے اور وہاں جاکر اُن کا کام تمام کر دیا۔

زبیر چیلے تو گھر میں بیٹھے رہے لیکن جب بلوائیوں کے بعض سرکردہ افراد اُن کے پاس آئے انھیں زبیر بھڑکایا کرتے تھے کہ تم لوگ عثمان کو معزول کر دو یا قتل کر ڈالو یہی اُن کے ساتھ باہر نکلے اور بآواز بلند کہنے لگے اقتلوا عثمان فقد بدل دینکم عثمان کو قتل کر ڈالو کہ انھوں نے تمھارے دین کو بدل ڈالا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ تو عثمان کی حمایت میں اُن کے دروازے پر محاصرین سے لڑ رہے ہیں۔ زبیر نے کہا مجھے عثمان کا قتل کیا جانا ذرا بھی ناگوار نہیں ہے چاہے ابتدا میرے فرزند ہی سے کیوں نہ ہو، بلاشبہ بروز قیامت پُل صراط پر عثمان ایک مردار ہوں گے۔

ان تمام روایات کی تائید ایک تو اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے محاصرہ کے دنوں میں حضرت امیرالمومنین سے برابر مدد چاہی انھیں ہر موقع پر یاد کیا لیکن طلحہ و زبیر سے قطعی امداد کی درخواست نہیں کی یہ قطعی ثبوت ہے کہ حضرت عثمان کو امیرالمومنینؑ کے اخلاص اور بے لوثی اور طلحہ و زبیر کی بد باطنی اور خبث نیت کا یقین کامل تھا۔ دوسرے یوں کہ بروز جنگ جمل مروان نے طلحہ کو تیر مار کر ہلاک کیا اور یہ کہہ کر تیر چلایا کہ میں عثمان کا بدلہ لے رہا ہوں کیونکہ یہی قاتل ہیں وہ تو کہئے زبیر پہلے ہی راہ فرار اختیار کر چکے تھے ورنہ اگر وہ بھی ہوتے اور مروان کو موقع مل جاتا تو انھیں بھی طلحہ کی طرح موت کے گھاٹ اُتارتا۔ تیسرے یوں کہ جب حضرت امیرالمومنین کو معلوم ہوا کہ طلحہ و زبیر بیعت توڑ کے اور خون عثمان کے انتقام کا نعرہ بلند کر کے لوگوں کو

خلاف صف بستہ کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا

واللہ ما انکروا علی منکرا — خدا کی قسم انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں
ولا جعلوا بینی و بینھم نصفاً وانھم — لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان
لیطلبون حقاھم ترکوہ و دماھم — انصاف برتا وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے
سفکوہ — ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس
(نہج البلاغہ جلد اول) — خون کا عوض چاہتے ہیں جسے خود انھوں نے
بہایا ہے۔

امیرالمومنینؑ کا ارشاد گرامی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ طلحہ و زبیر مخالفین عثمان
میں سب سے پیش پیش اور اُن کے خلاف محاذ قائم کرنے والوں کے لیڈر تھے۔
بظاہر تو وہ اُن کی حرکتوں کو برا کہتے مگر دل میں یہ تھا کہ عثمان خلافت سے دست کش
ہوں چاہے لوگ انھیں معزول کر دیں یا یہ مار ہی ڈالے جائیں اور یہ خلافت
ان کے ہاتھ لگ جائے۔ یہاں تک تو یہ دونوں ایک نقطہ پر متحد تھے لیکن ان کے بعد
خلافت کس کے ہاتھ آئے اس میں اُن کے خیالات جدا گانہ تھے کیونکہ دونوں ہی
خلافت کے لئے خلافت کے خواہشمند تھے اور اس اختلاف نیت کا مظاہرہ
جنگ جمل جاتے وقت کئی کئی مرتبہ ہوا جسے ہم نے سوانح عمری حضرت امیرالمومنینؑ
کی پہلی جلد میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔
مشہور ہے کہ غرض مرض ہے لہٰذا قتل عثمان کے بعد جب خلافت امیرالمومنینؑ
... گویا امیرالمومنین کے سوا اور کے ...

چنانچہ امیرالمومنین ارشاد فرماتے ہیں:-

اقبلتم الی اقبال العوذ المطافیل الی اولادها تقولون البیعة البیعة قبضت کفی فبسطتموها ونازعتکم یدی فجاذبتموها۔

(نہج البلاغہ جلد اول)

تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جیسے نئی بیائی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے اپنی جانب پھیلایا! میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھینا چاہا! مگر تم نے انھیں اپنی طرف گھسیٹا خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے۔

مختصر یہ کہ طلحہ و زبیر دونوں اپنی اپنی ذات کے لئے طلبگار خلافت تھے لیکن جب خلافت نہ مل سکی تو ان کی کوششیں اس کے لئے رہیں کہ کوفہ و بصرہ کی حکومت ہی مل جائے لیکن جب اس میں بھی ناکامی ہوئی تو یہ سرکشی پر تل گئے اور مطالبہ خون عثمان کے بہانے آپ کی جان لینے پر تل گئے۔

معاویہ کی عداوت

رہ گئی معاویہ کی دشمنی اور عداوت امیرالمومنین سے تو اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی شاہ محمد علی حیدر کاکوروی اپنی کتاب سیرۃ علویہ میں لکھتے ہیں:-

"اگرچہ یہ دونوں باپ بیٹے (معاویہ و ابوسفیان) فتح مکہ میں ایمان لائے مگر آنحضرت کی صحبت کم نصیب ہوئی۔ نفس ایمان لانے سے اصلاح نہیں ہوا کرتی صحبت اور تعلیم سے اخلاق ذمیمہ تبدیل بہ اخلاق حسنہ ہوجایا کرتے ہیں

یہاں یہ صورت بالکل مفقود تھی۔ حکومت اسلام حاصل ہوتے ہی عرب کے قدیم

احساسات حسد و حقد و کینہ و بغض وغیرہ جو اس وقت جوہر انسانیت سمجھے جاتے

تھے متقاضی ظہور ہوئے مگر اسلام کے ترفع و شیخین کے وجود کے سبب دبے رہے۔

ان کے بعد سے جو کیفیات دبے ہوئے تھے وہ پھر ابھرنا شروع ہوئے۔ جناب امیرؑ

آنحضرتؐ کے محبوب ترین اصحاب میں سے تھے آنحضرتؐ سے نسبت ولایت بھی

رکھتے تھے۔ قرابت و محبت و فضل و شجاعت وغیرہ میں اپنے زمانہ میں بے بدل

تھے۔ آنحضرتؐ کے کمالات ظاہری و باطنی کا بہترین نمونہ اور مرتبہ ولایت محمدی

کے حامل تھے ان وجہوں سے یہ ضروری تھا کہ جس طرح آنحضرتؐ کو ابوسفیان نے

تکلیفیں پہنچائیں اسی طرح ان کے بیٹے معاویہ نے آنحضرتؐ کے محبوب خاص

و ولد بنوی جناب امیرؑ کو بھی تکلیفیں پہنچائیں اور الولد سرٌ لابیہ کا مصداق

بنے فرق یہ تھا کہ ابوسفیان نے بحالت کفر تکلیفیں پہنچائیں اور انھوں نے

بحالت اسلام جو ہر حالت میں سے اس سے زیادہ سخت معلوم ہوتی ہیں۔

استقلال حکومت میں کوئی کوشش اٹھا نہ رہی جو نہ کی گئی ہو شجر حکومت صحابہ و

تابعین خصوصاً اہلبیت نبوی کے خون سے سینچ کر تر و تازہ کیا گیا حکومت معاویہ

میں جناب امیرؑ و حضرت امام حسنؑ کا وجود مثل کانٹے کے نظروں میں کھٹکتا تھا۔

جناب امیرؑ کی حکومت درہم برہم کرنے اور شکوک میں اضافہ کرنے کے لئے

تمام تدابیر مکر و فریب عمل میں لائے گئے۔ یہ تمام حالات صفحۂ تاریخ پر آفتاب کی

طرح روشن ہیں۔ ناظرین وا[illegible] خود ملاحظہ فرمائیں گے ... [illegible] کے

حضور در بارہ بیعت و اطاعت خطوط لکھے گر یہ مطلب نہ ہونا تھا نہ ہوئے اس میں شک نہیں کہ
یہ اور تمام بنی امیہ بڑے جوڑ توڑ کے لوگ تھے ہر مکر و حیلہ سے اپنا کام نکالتے یہ بالکل
دنیا کے آدمی تھے مدبر بہت بڑے تھے پالیسی اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ برخلاف
اُن کے بنی ہاشم کا یہ حال تھا کہ ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے اپنے حق کے لئے لڑتے
تھے تدبیر و سیاست اور پالیسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ خاندان آنحضرتؐ میں ہونے کا
بڑا فخر تھا جوڑ توڑ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ خیال تھا کہ بوجہ قرابت آنحضرتؐ
لوگ ہمارا خیال کریں گے۔ آنحضرتؐ کی طرح ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے اس
زمانہ میں ابوسفیان و دیگر حضرات قریش آنحضرتؐ کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے تھے ہر
ممکن تدبیر و مکر و فریب عمل میں لاتے چونکہ اس زمانے میں سلسلہ وحی جاری تھا
ہر ہر بات کی اطلاع بذریعہ حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کو ہو جاتی تھی جس کی بنا پر
آنحضرتؐ اسکے دفعیہ میں مصروف ہو جاتے۔ آنحضرتؐ کے بعد سلسلہ وحی مسدود ہو چکا تھا
بنی امیہ کی قدیم چالبازیاں اور مکر و فریب کی تدبیریں چل جاتیں۔ جناب امیرؑ کا فروغ
اسی بنا سے ظاہر ہو کہ انھوں نے اپنی خدا داد شجاعت سے غزوات نبویہ میں کفار کو بہت قتل
کیا تھا ان مقتولین کے اعزا جو بعد کو اسلام لائے تھے لیکن کینہ پروری اور بغض عداوت
جو اہل عرب کی طبیعت میں تھا وہ ان میں بدستور قائم رہا۔ آنحضرتؐ کی صحبت بہت کم
نصیب ہوئی تھی چونکہ آنحضرتؐ کے آخر زمانے میں ابتدائی زمانہ کا ایسا اخلاص
نہ تھا اور بعد آنحضرتؐ خلفاء کے زمانے میں اموال اور حکومتوں کی کثرت تھی ان
لوگوں نے بطور خاص طور پر محدود کر لیا تھا۔ اہل بیت نبوی عموماً اور جناب امیرؑ خصوصاً
بوجہ کمال خصوصیت و قرابت و ولایت آنحضرتؐ ان امور کیلئے مخصوص کر لئے گئے

اور ہونا بھی چاہیے تھا تاکہ آنحضرتؐ کے حالات اور کیفیات سے پوری پوری
مناسبت پیدا ہو جائے جو بغیر اس ابتلا کے ممکن نہ تھا۔"

(سیرۃ علویہ حصہ اوّل ص ۲۷۷ تا ص ۲۷۹)

عیسائی ادیب و مورخ عبد المسیح انطاکی مدیر جریدۃ العمران لکھتا ہے :-
"حضرت عمر کے زمانے سے شام کی حکومت اُن کے قبضے میں تھی اس وجہ سے
اُن کی ہمت بھی بلند تھی اور اختیارات بھی وسیع۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت کے
تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ چالاک اور مکر و فریب سے بھرپور انسان تھے اور
انھیں نے بنی امیہ کے دلوں میں اقتدار کی ہوس اور اُن کے دماغوں میں زمانۂ جاہلیت
کے کھوئے ہوئے وقار کو پلٹانے کی فکر پیدا کی۔ شام کی حکومت نے ان کے لیے موقع
بھی فراہم کر دیا اور حضرت عمر کے زمانے ہی میں انھوں نے اتنی اہمیت حاصل کر لی
کہ حضرت عمر بھی اُن سے دب گئے۔ حضرت عمر اپنے عمال پر جتنا تشدد برتتے تھے
وہ دنیا جانتی ہے ذرا بھی کسی کی کوئی بات انھیں ناگوار گذرتی تو بیک جنبش قلم اسے
معزول کر دیتے حالانکہ کسی عامل کسی گورنر نے بھی اتنا پیر نہیں پھیلایا ہوگا جتنا معاویہ
نے پھیلایا اور نہ اتنی من مانی حرکتیں کی ہوں گی جتنی معاویہ نے کیں۔ حضرت عمر جس
سختی سے اپنے عمال پر نگرانی رکھتے انھیں نہ تو عشرت پسندی کسی کی گوارا تھی نہ
یہ منظور تھا کہ مال و دولت کوئی ذخیرہ کر کے رکھے۔ معاویہ نے یہ سب کچھ کیا اور حضرت
عمر خاموشی سے دیکھا کئے اس سے ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ حضرت عمر کا دل

معاویہ ہی کے ڈر سے انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ اگر میں کسی ایک کو خلیفہ نامزد کرتا ہوں اور وہ کوئی ایک عثمان کے علاوہ دوسرا شخص ہوا تو معاویہ فساد برپا کر دیں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر کا خلافت کو شوریٰ کے سپرد کرنا ہی ان تمام فسادات کا باعث ہوا انھیں نے خلافت ہتھیانے کی شکل آسان کر دی اور راستہ بتلا دیا کہ کامیابی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے نہ وہ عثمان کو شوریٰ کا ایک ممبر قرار دیتے اور نہ بنی امیہ کے دل میں اس کا لالچ پیدا ہوتا۔ ہمیں تو یقین کامل ہے کہ شوریٰ کے موقع پر عبدالرحمان بن عوف وغیرہ نے عثمان کو جو کامیاب بنایا اور اُن کی خلافت پر اتفاق کیا وہ صرف معاویہ کے خوف اور اُن کے اثر واقتدار کے اندیشہ سے اور حضرت عثمان نے تمام امور مملکت جو بنی امیہ نے سپرد کر دیے وہ بھی معاویہ ہی کے دباؤ سے ....

ایک سبب تو یہ تھا معاویہ کی عداوت وعناد کا یعنی خلافت کی حرص وہوس لگی تھی اُن کی شخصی اور ذاتی طور پر عداوت تو یہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں معاویہ سے بڑھ کر امیر المومنینؑ کا دشمن اور کون ہو سکتا ہے علیؑ ہی کے ہاتھوں معاویہ کا بھائی حنظلہ اُن کا ماموں ولید اُن کا نانا عتبہ غزوات میں موت کے گھاٹ اترے۔ عرب کے لوگوں کو اپنے عزیز ترین افراد کے قاتلوں سے جو بغض وکینہ ہوتا تھا وہ ظاہر ہے۔ معاویہ بھی عرب کے بسنے والے تھے اور عرب والوں ہی کے عادات وخصائل کے حامل لہذا اگر انھیں اپنے قریب ترین اعزہ کے قاتل سے بغض وعداوت ہو تو کیا تعجب؟ لہذا کیونکر ممکن تھا کہ وہ علیؑ کے ساتھ بھلائی کرتے آگے بڑھ کر انھیں ... ... ہو کر علیؑ سے ٹکر لینے اور اُن کی خلافت کو متزلزل کرنے پر بھی ... ...

چھٹا باب

خلافت امیر المومنینؓ اور فتوحات

عباسی صاحب نے امیر المومنین کی سیاست پر جا بجا اعتراضات کیے
اور سطر سطر پر اس کا طعنہ دیا ہے کہ آپ کا عہد خلافت فتوحات سے یکسر خالی
رہے ہم ان کے چند جملے یہاں نقل کر کے ان پر تبصرہ کرتے ہیں پھر اس پر تفصیلی
بحث کریں گے۔

"...... جب سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے
بیعت خلافت کرنی چاہی آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس نے منع کیا اور
سمجھایا کہ اگر ان سبائی بلوائیوں سے آپ کا تعلق رہا تو خون عثمان کا الزام آپ پر
آ جائے گا۔"

"شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک موقع پر ازالۃ الخفاء میں اس امر کا لکھا
... ہوئے کہ آنحضرتؐ در بسیارے از احادیث متواترہ مروی بطریق متعدد و بیان
... نمود کہ امت بر حضرت مرتضیٰ جمع نہ شود" لکھا ہے کہ خلافت حضرت مرتضیٰ کیلئے
... ہوئی کیونکہ اہل حل و عقد نے اپنے اجتہاد سے اور مسلمانوں کی غرض سے
... سے بیعت نہیں کی" ...... شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

وان کثیرا من المسلمین | بہت سے مسلمانوں کی کثیر تعداد ...

اما النصف واما اقل اوکثر لم بیا یعوہ ولم یبا یعوہ سعد بن ابی وقاص ولا ابن عمر ولا غیرھما ۔

یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ نے ان کی بیعت نہیں کی حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابن عمر نے بیعت نہیں کی اور اسی طرح اور دوسرے صحابہ نے ۔

(۳) بخلاف حضرات خلفاء ثلثہ جن کی بیعت پر تمام امت مجتمع تھی اتحاد و اتفاق تھا کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں بڑے بڑے ملک فتح ہوئے مگر حضرت علی کے زمانہ میں نہ کوئی جہاد ہوا نہ کوئی ملک و شہر فتح ہوئے نہ ملت اُن کی بیعت پر مجتمع ہوئی آپس ہی میں تلوار چلتی رہی ۔

یہ تین عبارتیں ہم نے شروع کتاب سے نقل کی ہیں اور تینوں عباسی صاحب کی انتہائی تاریخی بددیانتی اور بدترین علمی خیانت کا ثبوت ہیں اور پوری کتاب ان کی انھیں قسم کی بددیانتیوں کا مجموعہ ہے پہلی بات کہ عبداللہ بن عباس نے حضرت علی کو خلافت قبول کرنے سے منع کیا صریحی جھوٹ ہے ۔ عبداللہ بن عباس نے ہرگز خلافت قبول کرنے سے منع نہیں کیا ۔ حق حقدار کی طرف پلٹ رہا تھا وہ سابقہ ادوار میں تباہی و بربادی کے بعد ہی سہی عبداللہ بن عباس اس سے روک کیسے سکتے تھے بلکہ نہیں بھی ۔ دیگر صحابہ کرام کے ساتھ علی کی صلاحیتوں کا پورا علم تھا وہ یقین رکھتے تھے کہ وہی مسلمانوں کی حالت سدھارنے پر قدرت رکھتے ہیں اور اگر بفرض محال روکا بھی تھا تو خلافت قبول کرنے سے نہیں بلکہ معاویہ سے تعرض کرنے سے ۔ جہاں مغیرہ بن شعبہ اور دوسرے دو چار آدمیوں نے مشورہ دیا تھا کہ فی الحال معاویہ کو ڈھیل دیجئے اور جب حالات سازگار ہو جائیں تب

معاویہ کو حکومت سے معزول کیجیے گا وہاں عبداللہ بن عباس نے بھی بگڑی ہوئی
حالت کو دیکھ کر مشورہ دیا کہ ابھی تعرض مناسب نہیں ہم اس موقع پر ڈاکٹر طٰہٰ حسین
کی عبارت پیش کرتے ہیں ناظرین کو خود اندازہ ہوجائیگا کہ حقیقت کیا ہے۔ ڈاکٹر
طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

فقد يحدثنا البلاذري بان
المغيرة بن شعبة اشار على علي
ان يثبت معاوية على الشام
وولى الطلحة والزبير مصري
العراق ليستقيم له الامر وان
عبدالله بن عباس عارض
هذا الراى بان البصرة والكوفة
هما عين المال ومهد الفئ
فاذا وليهما هذان الشيخان
ضيقا على الخليفة المقيم
بالمدينة وبان ولاية معاوية
الشام تضر عليا اكثر مما تنفعه
فسمع على لراى ابن عباس ولم
يقبل مشورة المغيرة بن شعبة۔

بلاذری بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ
نے علی کو مشورہ دیا کہ معاویہ کو شام پر باقی
رکھا جائے اور طلحہ و زبیر کو عراق کے دونوں
شہر کوفہ بصرہ پر حاکم مقرر کردیا جائے تاکہ
علی کے لیے حالات استوار ہوجائیں اور
عبداللہ بن عباس نے اس رائے کی
مخالفت کی کہ بصرہ و کوفہ ہی اصل آمدنی
اور خراج جمع ہونے کی جگہ ہیں۔ اگر ان دونوں
شیخ طلحہ و زبیر کو یہاں کا حاکم مقرر کردیا گیا
تو مدینہ میں مقیم خلیفہ (علی) کی جان ضیق میں
کردیں گے اور معاویہ کی حکومت شام میں شاید
فائدہ نہ پہنچائیگی جتنا علی کو نقصان پہنچائیگی
علی نے ابن عباس کا مشورہ قبول کیا اور مغیرہ
بن شعبہ کے مشورہ کو قبول نہیں کیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

"لیکن کچھ دوسرے مورخین اس قصہ کو اور طرح بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے علی کے علم و دانش کا امتحان کرنا چاہا چنانچہ انھوں نے مشورہ دیا کہ عثمان کے عمال کو پہلے سال اُن کی حکومت پر باقی رکھا جائے انھیں میں معاویہ بھی تھے یہاں تک کہ لوگ استوار ہو جائیں اور مملکت کے ہر حصہ کے مسلمانوں کی اطاعت کی اطلاع آجائے پھر جیسا چاہیں گے ویسا تغیر کر دیں گے۔ علی نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کیا کیونکہ وہ دینی معاملات میں مکر و فریب ناپسند کرتے تھے پھر دوسرے دن بھی مغیرہ آئے اور علی کو بتایا کہ اب میری رائے بدل گئی آپ کی جو رائے ہے وہی ٹھیک ہے۔ مغیرہ علی کے پاس سے نکل کر باہر جا ہی رہے تھے کہ ابن عباس آگئے انھوں نے علی سے پوچھا کہ مغیرہ کیا کہتے تھے علی نے دونوں دن کی بات ذکر کی کہ کل یہ کہہ گئے تھے اور آج یہ کہہ گئے ہیں ابن عباس نے کہا کل تو مغیرہ نے خیر خواہی کی تھی مگر آج دھوکا دے گئے ہیں۔ پھر ابن عباس نے اصرار کیا کم سے کم معاویہ کو ضرور اُن کی حکومت پر باقی رکھئے مگر علی نے دینی معاملات میں مکر و فریب کے خوف سے انکار کر دیا" الفتنۃ الکبریٰ جلد دوم صد ۲۴

یہ ہے اصل حقیقت جسے عباسی صاحب نے مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

عباسی صاحب اپنے کو عباسی کہتے ہیں مگر بنی امیہ کی محبت اُن کے دل میں اس طرح جی بسی ہے کہ اپنے مورث اعلیٰ پر اتہام تراشی میں بھی انھیں باک نہ ہوا اور ابو سفیانی کی ہو۔

دوسری عبارت جو شاہ ولی اللہ صاحب کی لکھی ہے وہ بھی عباسی صاحب کی بدنیتی اور مکر و فریب کی کھلی ہوئی مثال ہے شاہ صاحب نے پیغمبر خدا کی جو پیشگوئی نقل کی ہے وہ اس زمانہ سے متعلق نہ تھی بلکہ اپنے انتقال کے فوری بعد سے متعلق تھی اس کی واضح مثال پیغمبر کی یہ حدیث ہے۔

ان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوه هادیا مهدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم۔ (مشکوٰۃ جلد ۸ ص ۱۳۴، مسند احمد جلد ا ص ۱۰۹)

اگر تم لوگ علی کو اپنا حاکم اور پیشوا تسلیم کر لو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے مگر میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں پیغمبر کی ہیں۔ ہم نے نمونہ کے طور پر صرف ایک حدیث ذکر کرنے پر اکتفا کی۔

علاوہ اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جب آنحضرت نے مدینہ میں تشریف لا کر تنظیم جماعت مسلمین کی طرف توجہ مبذول کی اور مدینہ کی غیر اسلامی جماعتوں سے ایک سردار قوم کی حیثیت سے معاہدہ کرنے بھی شروع کر دیئے تو اس خیال نے یقین کی صورت اختیار کر لی کہ آنحضرت ایک اسلامی حکومت کا قیام کر رہے ہیں یا یہ کہ دنیا میں حکومت الہیہ کا قیام بھی آپ کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ مورخین و محققین کی رائے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال قبل بعثت ہی سے پیدا ہو چلا تھا پیشین گوئیوں سے خصوصاً آنحضرت کے سفر شام میں عیسائی راہب بحیرا کی اس پیشین گوئی سے پیدا ہو گیا تھا کہ یہ ساری دنیا کا سیاسی سردار ہے۔

[illegible] (... طبع ندوۃ المصنفین)

کفارانِ مکہ نے بھی جو یورشیں کیں اُن میں مدینہ کو ایک اسلامی حکومت تصور
کرکے اسکے محاصرہ کی کوشش کی آنحضرت کا باہر جنگ پر جاتے وقت مدینہ پر
اپنی طرف سے حاکم مقرر کرنا صاف بتا رہا ہے کہ واقعات کی رو کدھر جاری ہے
اندریں صورت اسی وقت سے ہر ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ
آنحضرت کے بعد اس حکومت کا کوئی وارث ہوگا بالکل فطری اور یقینی امر تھا یہ خیال
پیدا ہوا اور بہت جلد قوت پکڑ گیا یہاں تک کہ آخرکار اس نے صحابہ رسول کو
دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جناب رسول خدا کے وقتاً فوقتاً ارشادات اور اعلا…
فضائل جو حضرت علی کے متعلق آپ ابتدائے نبوت سے کرتے آئے تھے انھوں
مطلقاً شک کیلئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی خصوصاً غدیر خم کے اعلان نے تو مہر
ڈال دی سب لوگوں کا خیال ان ارشادات کی وجہ سے اس طرف گیا کہ ا…
نبوت و خلافت کا اجتماع ایک خاندان میں ہو کر بنی ہاشم میں حکومت مستقل ہو جائیگی
وہ لوگ جو نبوت کی شان کو سمجھے ہوئے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ نبی کے اقوال
خود غرضی و خاندان پروری پر مبنی نہیں ہو سکتے اس امکان کو بہت خوشی اور
اطمینان کے ساتھ دیکھتے تھے لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جو نبی کو اپنی جیسی
کمزوریوں والا انسان سمجھتے تھے انھوں نے ان ارشادات کی بنا خاندانی…
محبت پر رکھی انکے دلوں میں قبیلہ و رشک و حسد کے خیالات پیدا ہوئے اور
صورت فوراً ہمت و جرأت والے لوگوں کے دلوں میں حکومت پر قبضہ کرنے
خیالات موجزن ہونے لگے اور انھوں نے ان لوگوں کو ایک جماعت میں منظم
کوشش شروع کر دی اور اس طرح حضرت علی کے خلاف ایک نہایت خف…

مخالف جماعت پیدا ہو گئی .... تقرب رسول تو ایک وجہ حسد تھی ہی
قرابت رسول ایک ایسا مسئلہ تھا جو ہر وقت لوگوں کے پیش نظر رہنے لگا تھا.....
واقعہ تو یہ ہے کہ جناب رسول خدا کے صحابہ میں ایک جماعت حضرت علی کے خلاف
تھی اور وہ چاہتی تھی کہ حضرت علیؑ خلیفہ نہ ہوں اس جماعت کی بزرگی کا اعتراف خود حضرت
عمر نے اپنے مکالموں میں صریحاً کیا ہے (البلاغ المبین مصنفہ آغا سلطان مرزا دہلوی)

مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں "علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمرؓ کے
بعض مکالمے کی صورت میں نقل کیے ہیں ہم ان کو اس موقع پر اس لیے درج کرتے ہیں
کہ ان سے حضرت عمرؓ کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہو گا مکالمہ عبداللہ بن عباس سے
ہے جو حضرت علی کے ہم قبیلہ اور طرفدار تھے۔

حضرت عمرؓ۔ تمہارے باپ رسول اللہؐ کے چچا اور تم رسول اللہؐ کے چچیرے بھائی ہو پھر
تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیوں نہ ہوئی؟

عبداللہ بن عباس۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرؓ۔ لیکن میں جانتا ہوں تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عباس۔ کیوں؟

حضرت عمرؓ۔ وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں
آجائیں شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن خدا کی
قسم یہ بات نہیں ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب بات ہو نہیں سکتی تھی
اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کوئی مفید
نہ ہوتا ......"

پیغمبر خدا علیم و خبیر تھے وہ ان تمام سازشوں سے بخوبی واقف تھے جو اندر ہی اندر حکومت ہتھیانے کے لیے کی جا رہی تھیں۔ آپ کی ساری پیشین گوئیاں حضرت عمر اور ان کی جماعت کی انھیں خفیہ ریشہ دوانیوں کی طرف تھیں۔ پیغمبر خدا تو پیغمبر تھے یہ چیز تو ایسی کھلی ہوئی ہے کہ عام فہم لوگ بھی سمجھتے ہیں۔ بیروت کا مشہور مورخ

(حاشیہ بقیہ صابق)

کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حضرت عمر۔ کیوں عبد اللہ بن عباس تمہاری نسبت میں بعض باتیں سنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں

عبد اللہ بن عباس ۔ وہ کیا باتیں ہیں۔

حضرت عمر۔ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسد اور ظلم چھین لی۔

عبد اللہ بن عباس۔ ظلم کی نسبت میں کچھ کہہ نہیں سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسد تو اس کا کیا تعجب ہے ابلیس نے آدم پر حسد کیا ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہیں پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے؟

حضرت عمر۔ افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

عبد اللہ بن عباس۔ ایسی بات نہ کہیے رسول اللہ بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمر۔ اس تذکرے کو جانے دو۔

عبد اللہ بن عباس۔ بہت مناسب۔

الفاروق جلد اول صفحہ ۲۰۴ و صفحہ ۲۰۵ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۰ و ۳۲ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۵ و ۲۵۱۔

نظر رکھتا ہے۔

بعض مستشرقین جن میں فرانسیسی مستشرق "لامنس" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اس نظریہ کے حامی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت ایک خاص گروہ کی کوشش کی مرہون ہے جو رسول اللہ صلعم کی وفات کے معاً بعد پیدا ہو گیا۔ یہ گروہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح پر مشتمل تھا۔ لامنس اپنے نظریہ کی تائید میں بعض واقعات بھی پیش کرتا ہے۔

اس نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب ان تینوں حضرات کے باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے اسی لیے حضرت ابوبکر نے اپنے بعد حضرت عمر کو خلیفہ بنایا اور اگر ابو عبیدہ حضرت عمر کے زمانہ میں انتقال نہ کر جاتے تو حضرت عمر اپنے بعد انہی کو خلیفہ نامزد کرتے اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب کے موقع پر ان تینوں میں اس قسم کا سمجھوتہ ہو چکا تھا۔

(خلفائے محمد عمر ابوالنصر، مترجم محمد احمد پانی پتی شائع کردہ ادارہ فروغ اردو لاہور صفحہ ۳۰)

لامنس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ

"اس سازش میں عائشہ شریک تھیں جو محمدؐ کی بیوی اور ابوبکر کی بیٹی تھیں اور ذکاوت، فطانت اور سیاسی سوجھ بوجھ میں بہت کم لوگ ان کا مقابلہ کر سکتے تھے انہوں نے اپنے ساتھ محمدؐ کی ایک بیوی حفصہ کو بھی ملا لیا۔ جب محمدؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو یہ دونوں رسول خداؐ کے

لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ خلفائے محمد ص ۱۴۵

مشہور مصنف ابن سعید اپنی کتاب نشأۃ الدولۃ الاسلامیہ میں اس نظریہ کی تائید کرتا ہے کہ سقیفہ بن ساعدہ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق کو خلافت کا حاصل ہو جانا مہاجرین کے ایک گروہ کی سازش کا نتیجہ تھا۔ الخلفائے شہود حالات عمر ص ۱۱ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے بھی امہات الامہ میں اس سازش کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے جسے ہم خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں۔ اسی سازش کی بنا پر پیغمبر نے امیر المومنین کو وصیت کی کہ بعد از من طرد ہائے بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ میرے بعد تم پر بڑے بڑے ظلم ہوں گے چاہئے کہ اس وقت تم دل تنگ نہ ہو بلکہ صبر کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگ دنیا کو اختیار کر رہے ہیں تو چاہیئے کہ تم آخرت ہی اختیار کیے رہو۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۱۱

اور انھیں خفیہ تیاریوں کے بنا پر پیغمبر نے جہاں اپنے اصحاب کے متعلق گمراہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کیا وہاں علی کی خلافت تسلیم کرنے پر بھی۔ بات کہاں کی تھی اور عباسی صاحب نے چپکا کہاں دی۔

(۳) یہیں سے عباسی صاحب کے اس دعوے کی بھی قلعی کھل جاتی ہے کہ خلفائے ثلثہ کی بیعت پر تمام امت مجتمع تھی اور اتحاد و اتفاق تھا۔ کیسا اتحاد اور کیسا اتفاق خود حضرت عمر کا قول صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا ابوبکر کی بیعت جھپٹا جھپٹی میں ہوئی خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں لکھا ہے۔

ان الفلتة الامر الذی یحصل فجاءة من غیر تردد ولا تدبر هکذا کانت بیعة ابی بکر لان الامر لم یکن فیھا شوری بین المسلمین وانما وقعت بغتة لم تمخض فیھا الاراء و لم یتناظر فیھا الرجال وکانت کالشی المستلب المنتھب فتہ ے

وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہوجائے چنانچہ ابوبکر کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ اچانک ہوئی جس میں نہ رائیں دیکھی گئیں نہ مردوں نے اس میں غور و خوض کیا بلکہ اس طرح ہوئی جیسے کوئی چھینی اچکی اور غصب کی ہوئی چیز ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں معنی قولہ کانت فلتة انھا وقعت من غیر مشورة مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کے لئے کے ہوگئی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۸ ص ۳۶۵

انہ لم یکن مع ابی بکر حینئذ من المھاجرین الا عمر و ابو عبیدة اس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت ابوبکر کی بیعت سوا حضرت عمر و ابو عبیدہ کے کسی نے نہیں کی۔ فتح الباری پارہ ۲۸ ص ۳۶۹

یہی حال حضرت عمر اور عثمان کی بیعت کا بھی تھا۔ ہمیں واقعات تفصیل سے لکھنا یہاں مقصود نہیں ورنہ ہم دکھاتے کہ حضرت عمر و ابوبکر نے اپنی حکومت منوانے کے لئے شریعت اسلامیہ کی کیسی کیسی دھجیاں اڑائیں اور کس قدر بے شمار مسلمانوں کا خون بہایا کتنی آبادیوں کو جلوا کر پھنکوا دیا۔ ہم تاریخ طبری سے حضرت ابوبکر کے

صرف ایک خط کا فقرہ نقل کیے دیتے ہیں۔

من ابی بکر خلیفه رسول الله الی من بلغه کتابی هذا من عامة وخاصة اقام علی اسلامه او رجع عنه انی بعثت الیکم فلانا فی جیش و من ابی امرت ان یقاتله علی ذالک ثم لا یبقی علی احد منهم قدر علیه و ان یحرقهم بالنار و یقتلهم کل قتلة وان یسبی النساء والذراری

(تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۲۰)

یہ خط ابوبکر خلیفہ رسول کی طرف سے ہر عام و خاص کی طرف خواہ وہ اسلام پر قائم ہو یا اس سے پھر گیا ہو۔ میں فلاں شخص کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں اور اس فوج کو میں نے حکم دیا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص میرا حکم نہیں مانے اس سے ضرور لڑے اور جو شخص قابو میں آجائے اس پر وہ ہرگز رحم نہ کرے ان سب کو آگ میں جلائے ان کو اچھی طرح قتل کرے اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنائے۔

حضرت عمر کی بیعت بھی کچھ اسی قسم کے تشدد و استبداد کا نمونہ تھی جب حضرت ابوبکر نے مرتے وقت حضرت عمر کے حق میں نوشتہ لکھا تو مسلمانوں کی کل جماعتیں خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار بے چین ہو گئی تھیں اور ان لوگوں نے اس پر صبر کرنا گوارا نہیں کیا بلکہ فریادیں کیں استغاثے بلند کیے حضرت ابوبکر کو خدا اور روز قیامت کی بازپرس سے بہت ڈرایا اور اس کی کوشش کی کہ کسی طرح عمر حضرت ابوبکر کی جگہ پر معین نہ کیے جائیں۔ مندرجہ ذیل روایت سے اس انتشار کا پتہ چلتا ہے۔

"مہاجرین و انصار کو جب خبر ملی کہ حضرت عمر خلیفہ بنا دیے گئے

تو وہ سب کے سب دوڑے ہوئے حضرت ابو بکر کے ہاں آئے اور فریاد کرنے لگے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمر کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے حالانکہ تم ان کو خوب پہچانتے ہو اور ان کے ان سب برائی (فتنہ و فساد ظلم و ستم خونریزی او رغا کی وغیرہ اسے بھی اچھی طرح واقف ہو جو تمہارے زمانہ میں وہ کرتے تھے پھر جب تم انکو خلیفہ بنا کر چلے جاؤ گے تو وہ کیا کچھ نہیں کر ڈالیں گے یا تم اللہ سے ملوگے اور وہ تم سے اس کی باز پرس کرے گا تو اس کا کیا جواب دو گے؟

(کتاب الامامۃ والسیاسۃ صـ۳۲)

غرض حضرت ابو بکر کی خلافت ہو۔ یا حضرت عمر کی سب ایک سوچی سمجھی اسکیم اور گہری سازش کا نتیجہ تھیں جو سچے مسلمان تھے جن کے دلوں میں اسلام کا درد تھا وہ ابو بکر کی خلافت پر بھی چیخے اور عمر کی خلافت پر بھی مگر جب سازشی جماعت فتنہ و فساد کا تہیہ کیے بیٹھی ہو قتل و غارت تباہی و بربادی بھی جس کے منصوبہ میں شامل ہوں تو جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے گلے پر خنجر کی دھار محسوس کرنے کے بعد تاب مقاومت سب کی جواب دے جاتی ہے۔

اللہ اکبر کتنا فرق تھا حضرت ابو بکر دعمر میں اور جو چیز امیر المومنین کی جرأت نفس بلندی کردار کی آئینہ تھی اُسے عباسی صاحب کی اموی فطرت منقصت قرار دے رہی ہے۔

یہ حضرت ابو بکر و عمر کی فطرت تھی کہ جنھوں نے ان کی بیعت میں تامل کیا اور وہ ہزاروں تھے انھیں قتل کیا اُن کے گھر جلائے اُن کی عورتوں کو لونڈی بنایا اور یہ حضرت امیر المومنین کی شرافت تھی کہ سعد بن ابی وقاص نے بیعت میں

حمل کرتے ہیں امیر المومنین خندہ پیشانی سے انھیں نظر انداز کرتے ہیں عبد اللہ بن عمر بیعت سے انکار کرتے ہیں آپ انھیں چھوڑ دیتے ہیں اور اُن کے ضامن بھی بن جاتے ہیں۔

امیر المومنین کے عہد میں فتوحات نہ ہونے کے اسباب

حضرت علی کی مسند نشینی کے وقت ملک کی اندرونی و بیرونی حالت

ہر ایک حکمراں اپنے سابق جانشین سے ملک کی حکومت کے ساتھ اس کی اندرونی و بیرونی صورت و حالت کو بھی ورثہ میں پاتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار اس کے سابق جانشین کی سیاست کے نتائج پر ہوتا ہے۔ نپولین کبھی نپولین اعظم نہ ہوتا اگر فرانس کے انقلاب نے اس کے لیے فتوحات کے سامان مہیا کر دیے ہوتے۔ سکندر کبھی دنیا کے فاتحان میں سے نہ ہوتا اگر اس کے باپ فیلقوس نے ملک کی حالت کو پر سکون و پر امن نہ بنا دیا ہوتا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ ایک حکمراں کی سیاست کے نتائج اس کے جانشین کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں جو ملک کی حالت ہو گئی تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ اُس زمانہ کے فتنہ و فساد کا ذکر تاریخ کی ہر کتاب میں پایا جاتا ہے۔ اور اس فتنہ و فساد کی تصویر حدیث کی ہر ایک کتاب میں ملتی ہے۔ آنحضرت نے جو اس زمانہ کی تصویر کھینچی ہے وہ کتاب الفتن کے عنوان کے نیچے کتب احادیث میں موجود ہے آپ فرماتے ہیں کہ تھوڑا ہی میرے بعد فتنہ پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ اسی طرح اسلام کے

ے میں سے فوج در فوج خارج ہوں گے جس طرح وہ فوج در فوج اُس میں دا
خل ہوئے تھے، لوگ اس طرح اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح کمان سے
خارج ہوتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا، صبح کو ایک شخص مومن ہے تو شام کو کافر ہے
اور شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر جمہور اسلام کا خیال ہے کہ یہ حالت حضرت عثمان
شہادت کے زمانہ کا نقشہ ہے، ہم اُن کے اس خیال کو اپنی بحث کی تائید میں پیش
کر کے کہتے ہیں کہ جب علی مرتضےٰؑ نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اس وقت
لوگوں کا یہ اسلام رہ گیا تھا اور ایسا اندرونی فتنہ و فساد برپا تھا۔ ایسی صورت
میں بانی اسلام کے جانشین اور حکومت الٰہیہ کے سردار کی کیا سیاست ہونی چاہیے
تھی۔ ان لوگوں کو از سر نو اصلی مسلمان بنانے کی کوشش کرنا یا بیرونی ممالک کو
فتح کر کے اُن میں ایسے مسلم نما کافروں کو بھر دینا۔ یہ تو اُن لوگوں کے مذہب کی
حالت تھی۔ اُن کی بزدلی نامردی، عیش پسندی کا آئینہ حضرت عثمان کا واقعہ ہے
باہر کے لوگوں نے آن کر اُن کو اُن کے گھر میں محصور کر لیا۔ چالیس دن تک محصور
رہے اور تو اور بنو امیہ تک مقابلہ کے لیے نہ کھڑے ہوئے۔ اب بھی اگر مدد کی تو
مشکل کشا ہی نے کی۔[1]

تاریخ عالم کا یہ پہلا اور غالباً آخری واقعہ ہے کہ ایک ہر دلعزیز حاکم وقت
اپنی دار السلطنت میں اپنی پارٹی کی موجودگی میں چالیس دن تک اپنے گھر میں

---

[1] حضرت علی کا حضرت عثمان کی مدد کرنا تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ جلد پنجم
صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۵۵، محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک جلد ۲ ۔۔۔ صفحہ ۲۰۔
۔۔۔ شمس التواریخ ۔۔۔ صفحہ ۔۔۔ باب ۔۔۔ صفحہ ۱۰۔

محصور رہتا ہے اور اس کی پارٹی اس کو بچانے کے لیے کوئی موثر طریقہ اختیار نہیں کرتی۔ حضرت عثمان نے اپنی حالت اور اپنے محاصرہ کی اطلاع لوگوں تک پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ مکہ میں اطراف عرب میں شام میں کوفہ میں بصرہ میں اپنی مدد و حمایت کی طلب کے لیے قاصد روانہ کیے[1]۔ موسم حج تھا۔ مکہ میں اجتماع مسلمین تھا۔ حضرت عثمان نے ایک طویل مراسلہ اُن کے پاس بھیجا جو سب کے سامنے پڑھا گیا[2]۔ امیر معاویہ کو بھی حالات کا پورا پتہ تھا۔ گورنران کی میٹنگ میں وہ شامل بھی ہوئے۔ لیکن حضرت عثمان کو کچھ صلاح و مشورہ دیکر وہ شام کی طرف چلتے بنے[3]۔ اخلاق کی پستی کی حد یہیں ختم نہیں ہوتی۔ ابھی ایک درجہ اور باقی ہے۔ بعد واقعہ عثمان یہی مروان اور یہی معاویہ اور یہی بنو امیہ اپنے اپنے کونوں سے نکل آئے اور اب اُس عثمان کے خون کا دعویٰ کرتے ہیں جس کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا اور نہ بچایا اور اس علی کے خلاف کرتے ہیں جو تن تنہا حضرت عثمان کو بچانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ خدا و مذہب کو چھوڑ کر دنیاوی حکومت کے لیے جو دوڑ دھوپ کی جاتی ہے بدقسمتی سے اُس کا نام بھی سیاست ہی رکھا ہوا ہے لیکن اس سیاست کے مقابلہ

---

[1] حضرت عثمان کا لوگوں سے مدد طلب کرنا۔ محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۵۔ تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۵۳

[2] موسم حج میں حضرت عثمان کا فرمان طلب امداد مکہ میں حاجیوں کے اوپر پڑھا گیا۔ محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۹، ۱۴۳

[3] حضرت معاویہ کا بغیر مدد کرنے کے شام کو واپس چلے جانا۔ تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۴۰۔ محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۰۷

یاست سے کرنا اور مقابلہ ہی نہیں کرنا بلکہ اُسے کامیاب اور علی کی سیاست
یاب قرار دینا یا تو ظلم صریح ہے یا جہل مرکب۔

ت علی کو کیسے لوگوں سے سابقہ پڑا

ان لوگوں کی کیفیت کچھ تو ہم نے
اوپر بیان کی اور کچھ اس وقت
ن کریں گے جب فتنہ و فسادات کے اسباب و علل اور جنگ جمل و جنگ
ین کا تذکرہ کریں گے۔ قبل اس کے کہ ہم حضرت علی کی سیاست پر تنقید کیا
یں اور اپنی رائے ظاہر کریں کہ وہ سیاست صحیح تھی یا غلط مناسب
م ہوتا ہے کہ ہم بتا دیں کہ وہ سیاست کیا تھی۔ حضرت علی کے بہت سے خطوط
گر کتب تواریخ و سیر میں پائے جاتے ہیں لیکن ان سب کو محمد بن احمد
قب بالشریف الرضی رحمہ اللہ نے ایک جگہ جمع کر کے اس مجموعہ کا نام
البلاغہ رکھا ہے۔ جناب شریف الرضی کا زمانہ ۳۵۹ سنہ ہجری لغایت
سنہ ہجری تھا۔ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ نہج البلاغہ پہلے صفحہ سے آخر
حہ تک کلام امیر المومنین علیہ السلام ہے۔ ہم نے بہت اچھی طرح اس امر کو
کتاب البلاغ المبین میں ثابت کیا ہے یہاں اس کے دوہرانے کی
ضرورت نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص جناب امیر کی شخصیت اور ان کی
یاست کو معلوم کرنا چاہتا ہے اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ نہج البلاغہ کا مطالعہ
وع سے آخر تک امعان نظر سے کرے۔ نہج البلاغہ کو پڑھنے کے بغیر جناب
یر کی معرفت کا دعویٰ ایک بیہودہ دعا ہے جس کو کوئی اہل علم و معرفت سننے
لیے بھی تیار نہ ہوگا۔

جب جناب امیر نے لوگوں کی بے دینی اور اُن کا سرعت کے ساتھ کفر کی جانب بڑھنا دیکھا تو آپ نے صحیح طور سے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ غیر ملکوں کو فتح کر کے اُن کے باشندوں کو مسلمان بنایا جاوے بہتر یہ ہے کہ ان مسلمان نما کافروں کو صحیح اسلام کے دائرہ میں لایا جاوے۔ آپ نے ہر ایک امر کو ملتوی کر کے فیصلہ کیا کہ اول رعایا کی تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ رعایا کا مطمح نظر بدل کر آپ کے نظریہ کے مطابق ہو جاوے۔ لہٰذا آپ نے اپنی رعایا کے لیے ایک درس عام جاری کر دیا، اور اس درس گاہ کے خود مدرس مقرر ہوئے۔

حقیقتاً آپ کے یہ خطبے معرفت الٰہی کے خزانے ہیں جن میں اسرار و نکات کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں۔ ان میں صفات الٰہی و معنی توحید کی تشریح اس طرح کی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ کیفیت ابتدائے خلق و صفت سماوات اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ گویا یہ آپ کے مشاہدات میں سے تھے ابتدائے خلق کے متعلق جو سائنس نے اب تک معلوم کیا ہے اس کی تصدیق آپ کے خطبات کرتے ہیں۔ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح تو ضرور لکھی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی کامل شرح نہج البلاغہ کی لکھی ہی نہیں جا سکی۔ نہج البلاغہ ایک دریائے علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے جناب رسول خدا کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب۔

یہ تو رعایا کے تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق کے لیے تھا۔ ان کے نظم و نسق سے بھی آپ غافل نہ تھے۔ ہر ایک عامل کے ہر ایک قول و فعل پر آپ کی نگاہ رہتی تھی۔ جہاں کوئی چوکا وہیں اس کو تازیانۂ تادیب لگا۔ جو ہدایات حضرت علیؑ نے

ے عمال کو وقتاً فوقتاً دی ہیں وہ آج تک درسگاہ سیاسیات کے بہترین سبق ہیں

عث بن قیس حاکم آذربائیجان کو لکھا کہ "حقیقت یہ ہے کہ تیری حکومت تیرے

سطے طعمہ اور کھانے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک امانت ہے جس کا بار تیری گردن

ے "قثم ابن عباس عامل مکہ کو آپ نے لکھا "حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ

ائی حج کو لوگوں کے لیے قائم رکھ اور انھیں خدا کے انعام و عذاب کے دنوں کو

د دلا۔ وہ صبح و شام ان کی ہدایت کے واسطے اجلاس کر۔ طالبان فتویٰ کو فتویٰ

ے۔ نادان کو تعلیم کر۔ عالم کے ساتھ مذاکرہ کر۔ لوگوں کی طرف جانے کے لیے تیرا قاصد

تیری زبان ہو۔ اپنے نفس کے سوا کسی کو دربان نہ مقرر کر۔ کسی صاحب حاجت کو

س حاجت کے سبب سے اپنی ملاقات سے محروم نہ کر۔ کیونکہ اگر ابتدا ہی میں سائل

تیرے دروازوں سے نکال دیا گیا پھر اگر تو اس کی حاجت پوری بھی کر دے گا تو بھی

تجھے نیکی کے ساتھ نہیں یاد کیا جائیگا۔ خدا کا مال جو تیرے پاس جمع ہوا ہے اس پر

ظر کر صاحبان عیال اور بھوکے لوگ جو تیرے سامنے موجود ہیں اس مال کو ان پر

تقسیم کر دے اس مال کو فقر و احتیاج کے مقامات میں پہنچا۔ اور جو کچھ اس صرف سے

یادہ ہو اُسے ہمارے پاس بھیجدے تاکہ اس مال کو ہم ان لوگوں پر تقسیم کر دیں جو

ہماری نگاہوں میں موجود ہیں۔ اور اہل مکہ کو حکم دیدے کہ وہ مکے میں رہنے والوں سے

سی قسم کا محصول یا اجرت نہ لیں۔ کیونکہ حسب فرمان خداوند جلیل مکہ میں عاکف

و باد کی برابر ہیں۔"

عثمان ابن حنیف عامل بصرہ کو اہل بصرہ کی ایک جماعت نے دعوت طعام

[illegible] حمد و نعت کے بعد

اے حنیف تجھے معلوم ہونا چاہئے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ گروہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے تیری کھانے کی دعوت کی تو نہایت سرعت کے ساتھ وہاں پہنچا تیرے لیے وہاں قسم قسم کے نفیس نفیس کھانے چنے گئے۔ اور عمدہ عمدہ شربت کے پیالے پیش کیے گئے۔ لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ تو اس گروہ کی دعوت طعام قبول کریگا جن کے محتاج لوگ دعوت سے محروم ہوں اور جن کے مالدار دعوت میں طلب کے جائیں۔ کیا اچھی بات فرمائی ہے۔ ہر زمانے کے لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دیتی ہے۔

اور تو اور حضرت عبداللہ ابن عباس اپنے ابن عم کو آپ نے کیسے تہدید آمیز خطوط لکھے ہیں۔

اما بعد فقد بلغنی عنک امر ان کنت فعلتہ فقد اسخطت ربک وعصیت امامک و اخربت امانتک بلغنی انک جردت الارض فاخذت ما تحت قدمیک واکلت ما تحت یدیک فارفع الی حسابک واعلم ان حساب اللہ اعظم من حساب الناس۔

مجھے ایک ایسے امر کی خبر پہنچی ہے کہ اگر تم نے وہ کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا۔ اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کی اہانت کی۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے زمین کو خراب کر دیا۔ جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا وہ لے لیا اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا کھا لیا۔ لہٰذا تم اپنا حساب میرے سامنے پیش کرو اور یہ جان لو کہ خدا کا محاسبہ انسان کے محاسبہ سے عظیم تر ہوگا۔

(۲) اما بعد فانی کنت اشرکتک

(۲) میں نے تم کو اپنا شریک امانت بنایا تھا

انتی وجعلتك شعاری
تی ولم یکن رجل من اهلی
ق منك فی نفسی لمواسا تی و
رتی واداء الامانة الیّ۔ فلما
ت الزمان علی ابن عمك
ب والعدو قد حرب وامانة
س قد خزیت وهذه الامة
نكت وشغرت قلبت لابن
ظهر المجن ففارقته مع المفارقین
ذلته مع الخاذلین وخنته
الخائنین فلا ابن عمك
یت ولا الامانة ادیت وکانك
تكن الله ترید بجهادك و
نك لم تكن علی بینة من
ك وکانك انما كنت تكید
ذه الامة عن دنیاهم و
ی غرتهم عن فیئهم فلما
کنتك الشدة فی خیانة
امة اسرعت الکرة وعاجلت

امانت میں مخصوص لوگوں میں رکھا تھا۔ اور میرے
اقارب میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس پر مجھکو
تم سے زیادہ بھروسہ رہا ہو کہ وہ میری ہمدردی
کرے گا۔ اور میرا بوجھ بٹائے گا۔ اور میری امانت
مجھ کو ادا کر دے گا۔ مگر جب تم نے دیکھا کہ تمہارے
بھائی پر زمانہ سخت آگیا ہے دشمن اس سے
برسر جنگ ہے اور امانت داری کا احترام باقی
نہیں رہا ہے اور یہ امت بیباک اور خیر سے
خالی ہو گئی ہے تو تم نے بھی سپر کا رخ پلٹ دیا
اور ساتھ چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے بھی اس کا
ساتھ چھوڑ دیا۔ اور دوسرے خائنوں کے طرح تم نے
بھی اس کی خیانت کی پس نہ تم نے اپنے بھائی
کے ساتھ کوئی ہمدردی کی اور نہ اس کی امانت کو
ادا کیا گویا اپنے سابقہ جہادوں سے خدا کی
رضا کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ اور گویا تم اپنے
رب کی طرف سے کھلی دلیلوں پر قائم نہ تھے۔ بلکہ
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو اس کی دنیا کے
معاملہ میں فریب دے رہے تھے اور اس کو
مال غنیمت کی طرف سے غفلت میں ڈالنا چاہتے تھے

کوئی خوف دلائے یا اس پر ظلم کرے یا سخت گیری کو کام میں لائے پھر جو کچھ سونا چاندی وہ تجھے
عطا کرے اسے لے لے۔ اگر اس کے پاس گائے بکریاں یا اونٹ ہوں تو ہرگز بغیر اذن مالک
انکے گلے میں داخل ہو کیونکہ انکے بیشتر حصے کا تو وہی مالک ہے جب تو انکے نزدیک جائے تو تسلط
و غلبہ حاصل کر لینے والے کے مانند ان میں نہ داخل ہو۔ انکے مالک کے ساتھ ظلم و ستم سے نہ
پیش آ۔ ان چوپایوں کو ادھر ادھر رمیدہ نہ کر۔ انھیں فریاد بلند کرنے کے لیے آمادہ نہ کر
مالک کو ان کے بارے میں بدحال و رنجیدہ نہ کر اس مال کے دو حصے کر دے اور
مالک کو اختیار دے کہ جس حصہ کو چاہے پسند کرے۔ جب اس نے ایک حصہ اختیار
کر لیا تو ہرگز اس اختیار پر اس سے معترض نہ ہو پھر باقی جو کچھ رہے اس کے دو حصے
کر۔ پھر مالک ہی کو پسند کرنے کا اختیار دے اور ہرگز اس کے پسند کرنے پر معترض
نہ ہو۔ برابر یہی عمل بجا لا حتی کہ اس کے مال میں سے وہ شے باقی رہ جائے جس میں
خداوند تعالیٰ کا حق پورا ہو سکتا ہے۔ اس وقت حق خداوندی پر قبضہ کرے۔ اگر
مالک تیری اس تقسیم کو باطل سمجھے تو پھر اس مال کو مخلوط کر دے اور پھر وہی عمل کر
جو پہلے کر چکا ہے (نہج البلاغۃ الجزء الثانی صفحہ ۲۹)

اسی طرح آپ نے عمال خراج کو خداوند تعالیٰ سے ڈرا کر صبر و انصاف و رافت
کی تلقین فرمائی اور ہدایت کی کہ لوگوں کو طلب خراج کی بابت محبوس نہ کرو۔ ادائی
خراج کیلئے انھیں اس قدر مضطر نہ کرو کہ وہ اپنے گرمی و جاڑے کے لباسوں کو
اور غلاموں کو بیچ کر خراج ادا کریں۔ اور ادائی خراج کے لیے اپنے چوپاؤں کو بیچ ڈالیں
درہم کے ادا کرنے کے لیے کسی کو تازیانہ نہ مارو۔ کسی شخص کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔
خواہ نماز گزار مسلمان کا ہو یا کافر ذمی کا۔ لشکروں کو حسن سیرت کے حصول کا حکم دو۔

(نہج البلاغۃ الجزء الثانی صفحہ [illegible])

ك البلاد فاتق الله واردد	اور انھیں مجاہدین کے ذریعے اس نے ان شہروں
لى هؤلاء القوم اموالهم فانك	کی حفاظت کی ہے۔ پس خدا سے ڈر اور اس قوم کو
ن لم تفعل ثم امكنني الله	اس کے اموال واپس کر دے اور اگر تو نے ایسا
منك لاعذرن الى الله فيك	نہ کیا اور خدا نے مجھ کو تجھ پر قابو دیا تو میں تیری بابت
ولاضربنك بسيفي الذي	کو خدا کے سامنے عذر بناؤں گا اور تجھے وہی تلوار
ما ضربت به احدا الا دخل النار	ماروں گا جو میں نے جس کو ماری وہ جہنم میں داخل
و والله لو ان الحسن والحسين	ہوا۔ اور بخدا اگر حسن و حسین بھی ایسا ہی کام کرتے
فعلا مثل الذی فعلت ما كانت لهما	جو تو نے کیا ہے تو ان کے لیے بھی میرے نزدیک
عندی هوادة ولا ظفرا منی بارادة	کسی طرح نرمی کی گنجائش نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ
حتی اخذ الحق منهما وازيل الباطل	میں ان سے وہ حق لیکر رہتا اور باطل کو دور
عن مظلمتها۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۔۔)	کر چھوڑتا۔

ایک افسر فوج کو آپ نے یہ ہدایت کی :۔ اس خدا سے خوف کر جس سے تو ضرور ملاقات کرے گا اور سوائے اس کے تیرا اور کوئی منتہی نہیں۔ و م اس ہی کے ساتھ مقابلہ کرنا جو تم سے لڑے۔ سردی کے موسم میں صبح و عصر کے وقت سفر کرو۔ اور دوپہر کے وقت لوگوں کو قیلولہ کی فرصت دو۔ حرکت کرنے میں آرام و آسائش کا خیال رکھو اور اول شب میں سفر نہ کر...... اس اول شب میں اپنے بدن کو راحت دے اور پچھلی پشت کو آرام پہنچا۔ جبکہ تو صبح کے چھپنے سے واقف ہو گیا یا صبح طالع ہونے کو ہوئی تو اس وقت برکت خداوندی پر بھروسہ کر کے سفر کر۔ جب تو دشمن سے ملاقی ہو تو اپنے لشکر کے وسط میں کھڑا ہو جا اور دشمن سے اس شخص کے مانند قریب نہ ہو

جو لڑائی کے ساتھ آویزش کا ارادہ کر رہا ہے۔ نہ دشمن سے اس شخص کے مانند دوری اختیار
کر جو لڑائی سے خوف کھا کر دور رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میرا حکم تیرے پاس آئے۔ دیکھو
دشمنوں سے جو تم کو نفرت ہے وہ تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ حق کی طرف بلانے
اور عذر و حجت تمام کرنے سے پہلے تم ان سے لڑ پڑو۔ (نہج البلاغہ۔ الجزء الثانی صفحہ ۱۲)

مندرجہ بالا حکم معقل ابن قیس ریاحی کو دیا گیا تھا جو امیر معاویہ سے لڑنے
کے لیے سردار مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ایک اور امیر لشکر کو آپ نے نصیحت
فرمائی تھی "جب تم دشمن کے مقابل پہنچ جاؤ یا وہ تمہارے برابر آجائے تو تم کو چاہیے
کہ تمہارے لشکروں کا مقام بلندیوں کے نزدیک ہو یا دامن کوہ میں یا دریا کے
کنارے پر تاکہ دشمن تمہاری نگاہوں کے سامنے رہے اور البتہ تمہاری جنگ ایک
دستہ یا دو دستہ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اور پہاڑوں کے قلعوں اور ٹیلوں کی بلندیوں پر
اپنے لیے نگہبانوں کو مقرر کر دو تاکہ دشمن کسی خوف یا امن کے مقام سے تمہاری طرف
نہ آسکے۔ خوب یاد رکھو کہ ہراول جماعت یعنی فوج کے آگے کا ایک دستہ ان کی آنکھیں
ہیں۔ اور ان دستوں کی آنکھیں ان کے ہراول ہیں۔ تم تفرقہ سے حذر کرتے رہنا
جب کہیں اترو تو سب کے ساتھ ہی اترو اور جب کوچ کرو تو سب مل کر جب
کسی مقام پر تمہیں رات ہو جائے تو اپنے نیزوں کو دائرے کی شکل میں بنا لو خواب
کا ذائقہ چکھو مگر نہایت ہی کم یا بطور کلی کے پانی کے جو حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

(نہج البلاغہ الجزء الثانی صفحہ ۱۵، ۲۰)

جنگ صفین کے شروع ہونے سے پہلے آپ نے اپنی فوج کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب تک
وہ ابتدا نہ کریں تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا کیونکہ بحمد اللہ تم فریق حجت پر قائم ہو۔

تم انھیں چھوڑ دینا حتی کہ وہ ابتدا کریں۔ یہ ایک دوسری حجت و برہان تمہارے ہاتھ آئے گی جب بحکم خدا انھیں ہزیمت نصیب ہو جائے تو بھی کسی پیٹھ پھرانے والے سے جنگ نہ کرنا کسی عیب دار یا برہنہ کو آزار نہ پہنچانا نہ زخمی کی طرف حملہ نہ کرنا۔ عورتوں کو اذیت پہنچا کر انھیں ہیجان و غیظ و غضب میں نہ لانا اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب و شتم کریں

(نہج البلاغہ الجزء الثانی ص)

صدقات کے عمال کو جو ہدایات آپ نے دی ہیں وہ ہر ایک زمانہ کے حکام کا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ حکومت الٰہیہ کے حکام ظلم کے شائبہ کو بھی روا نہیں رکھتے

آپ فرماتے ہیں۔

خدائے ڈرنے کا جو راستہ ہے اسی پہ چلتے رہو۔ وہ خدا جس کا کوئی شریک نہیں کسی مسلمان کو حزن و اندوہ میں نہ ڈال نہ ایسی حالت میں کسی پر گزر کر کہ وہ تیرے گزرنے کو مکروہ سمجھے اس کے مال میں جو خداوند تعالیٰ کا حق ہے اس سے زیادہ نہ لے۔ اگر تو کسی قبیلے کے پاس پہنچے تو ان کے چشمہ پر اتر بغیر اس کے کہ تو ان کے گھروں میں داخل ہو پھر نہایت تسکین و وقار کے ساتھ ان کے پاس جا۔ حتی کہ تو ان کے درمیان میں قائم ہو جائے اب انھیں سلام کر۔ ان کی تعظیم میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کر۔ بعدہٗ ان سے کہہ کہ بندگان خدا! مجھے خدا کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے اموال میں جو کچھ خدا کا حق ہے اسے حاصل کروں کیا تمہارے اموال میں خدا تعالیٰ کا کچھ حق ہے؟ اگر ہے تو اسے ولی خدا کے پاس پہنچا دو۔ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے نہ الجھو۔ اگر کوئی اقرار کرنے والا تیرے سامنے اقرار کرے۔ تو اس کے ساتھ روانہ ہو بغیر اس کے کہ تو اسے ڈرائے یا

الوثبة واختطفت ما قدرت
عليه من اموالهم المصونة
لاراملهم وايتامهم اختطاف
الذئب الازل دامية المعزى
الكسيرة فحملته الى الحجاز
رحيب الصدر بحمله غير
متأثم من اخذه كانك لا ابا
لغيرك حدرت الى اهلك
تراثا من ابيك وامك
فسبحان الله اما تؤمن بالمعاد
اوما تخاف نقاش الحساب
ايها المعدود كان عندنا من
ذوى الالباب كيف تسيغ شرابا
وطعاما وانت تعلم انك تاكل
حراما وتشرب حراما وتبتاع
الاماء وتنكح النساء من مال
اليتامى والمساكين والمومنين
والمجاهدين الذين افاء الله عليهم
هذه الاموال واحرز بهم

نیت رکھتے تھے۔ پس جب امت کے مال میں
خیانت کرنے کی قدرت تم کو حاصل ہو گئی تو
تم نے بہت جلدی سے اس پر حملہ کر دیا۔ اور
اس طرف دوڑ پڑے اور جہاں تک تم سے
ہو سکا ان کے وہ اموال جو بیواؤں اور یتیموں
کے لیے محفوظ تھے لے بھاگے جس طرح تیز بھیڑیا
زخمی بکریوں کو اُچک لے جاتا ہے۔ اور تم خوش
خوش اس مال کو حجاز کی طرف لے گئے اور اس
دست برد کرنے کے لیے گنہگار ہونے کا کچھ بھی
دھیان نہ کیا۔ گویا تم اپنے ماں باپ کی میراث
اپنے اہل و عیال کی طرف لے گئے۔ سبحان اللہ
کیا تم معاد پر مطلق ایمان نہیں رکھتے۔ اور اس
دن کے مناقشہ کا تمہیں بالکل خیال نہیں اے
وہ شخص جو اس سے پہلے ہمارے نزدیک اہل عقل
میں شمار کیا جاتا تھا۔ آخر تجھے کھانا پینا کس طرح
گوارا ہوتا ہے درانحالیکہ تو جانتا ہے کہ تیرا کھانا
پینا سب حرام ہے۔ تو لونڈیاں خریدتا ہے اور
عورتوں سے نکاح کرتا ہے ایتام و مساکین و
مومنین کے اس مال سے جو خدا نے ان کو عطا کیا ہے

حکام لشکر کو ایک طویل ہدایت نامہ لکھا جس میں پہلی ہدایت یہ تھی کہ والی وحاکم کو
[ب]ات لازم ہے کہ وہ عزت جو اُسے حاصل ہے اور وہ غنا اور وسعت جو اس کے
[س]اتھ مختص ہے یہ امور اسے رعیت کی طرف سے بے پرواہ غافل نہ کریں۔ وہ نعمتیں
[خ]داوند عالم نے اسے عطا فرمائی ہیں۔ بندگان خدا کو اپنا مقرب بنا کر اپنے بھائیوں
[کے] ساتھ الطاف ومہربانی سے کام لے کر ان نعمات کو زیادہ کرنا چاہیئے۔

(نہج البلاغہ الجزءالثانی صـ۱۴۲)

جب کسی گاؤں کے لوگوں کی زمینوں پر سے آپ کی فوجیں گزرتی تھیں تو آپ
سرداران فوج کو ہدایت فرماتے تھے کہ اپنی افواج کو قابو میں رکھیں۔ ان کے آنے سے
[گا]ؤں والوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ غرور وتمکنت سے اُن سے گفتگو نہ کریں
[بغ]یر پوری قیمت دیے ہوئے کوئی چیز نہ لیں۔ ظلم کا شائبہ تک ان کے افعال واقوال
[می]ں نہ ہو۔ اور ساتھ ہی ان ہدایات کی اطلاع اہل قریہ کو بھی دے دیتے تھے۔ اور
[فر]ماتے تھے کہ اگر میری فوج ان ہدایات پر عمل نہ کرے تو تم مجھ کو براہ راست اطلاع
کرنا۔ یہ وہ انصاف عام کا طریقہ ہے جو اس بیسویں صدی میں بھی کسی کے لوگ عمل میں
نہیں لاتے۔ بلکہ وہ جو ہدایات اپنی فوج کو دیتے ہیں وہ تو خفیہ ہی رکھا کرتے ہیں۔

اس قسم کی بیسوں مثالیں اور ہدایات نقل کی جا سکتی ہیں ان سے صاف
عیاں ہے کہ آپ کا مقصد اولین یہ تھا کہ جناب رسول خدا اسلام کے
اصول وقواعد کے ماتحت حکومت الٰہیہ قائم کی جائے۔ جس میں اولاد وحکام کے
افعال واقوال واحکام محض خوف الٰہی ومعاد پر قائم ہوں۔ غرضکہ آپ حکومت
کو مذہب حقیقی کے ماتحت کرنا چاہتے تھے۔ برعکس اس کے موجودہ دور کی سیاست

یہ ہے کہ مذہب حکومت کے ماتحت رہے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم ایک دوسرے سے علیحدہ و منفرد رہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ امور مذہبی کس طرح امور سلطنت میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور یہی اختلاف نظریہ ہے کہ جس کی وجہ سے یورپین مورخین حضرت علیؑ کی سیاست کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دراصل اسلام کا نظریہ وہی ہے جو جناب علیؑ کا تھا۔ اور یہی اصول جناب رسول خدا کا تھا۔ جنہوں نے اصول و قواعد اسلام کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ چنانچہ سید ابوالحسن ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبد العزیز اموی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ دین و سیاست کا اجتماع نہیں ہو سکتا" صہ ۳۵

اسی کتاب کے صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں:- "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک اہم مقصد حکومت الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظام سیاست و اخلاق و معاشرت جاری کرنا تھا"

حضرت علیؑ کے جو فرامین و ہدایات ہم نے اوپر بیان کئے اُن سے صاف عیاں ہے کہ حضرت علیؑ کی سیاست کا مقصد اولین اور آپ کی حیات کا مقصد اعظم یہی تھا۔ علامہ جرجی زیدان اپنی کتاب تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں:

اما علی فکان آیۃ فی الزھد والتقوی کثیرۃ وکان شدید التمسک بالاسلام من القول

لیکن حضرت علیؑ کے زہد و تقویٰ کی بہت سی مثالیں ہیں وہ اسلام سے اپنے قول و فعل میں بہت ہی شدت کے ساتھ تمسک

...فعل لا یعرف الدھاء ولا ...ن الی الحیلة فی شأن من ...شئون وانما ھمه الدین و ...دته فی اعماله الصدق ...لحق

کرنے والے تھے وہ کید و مکرسے واقف ہی نہ تھے اور کسی حالت میں حیلہ بازی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے تھے۔ دین ہی ان کا مطمح نظر و فکر تھا اور ان کے افعال صدق و حق ہی کی بنا پر ہوتے تھے۔

مولوی نیاز فتحپوری اپنی کتاب تاریخ الدولتین کے صفحہ ۳۰۹ پر لکھتے ہیں

"حضرت علی ابن ابی طالب کے زہد و ورع خلوص و تقویٰ کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ آپ نہایت پرجوش قلب رکھتے تھے۔ اور اپنے افعال و اقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت بینی و ڈپلومیسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ آپ کے تمام حرکات و افعال خالص مذہبی ہوتے تھے۔ اور ان میں کسی اور خیال کا اثر شامل نہ ہوتا تھا"

اب ہم تصویر کے دوسرے رخ کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت علیؑ کے زمانے کے فتنہ و فساد اور فتوحات بیرونی کی سستی رفتار جو نتیجہ ظاہر ہیں ان کا منتہائے نظر ہو رہیں فلسفہ و اعتقادات میں حضرت علیؑ کی سیاست میں نقص نکالتے ہیں۔ ان کی بحث صاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حاکم کا مقصد توسیع و استحکام حکومت و اضافہ دولت و ثروت ہوتا ہے حضرت علیؑ بھی حاکم تھے لہذا ان کا منتہائے نظر بھی یہی ہونا چاہیے تھا اور تھا چونکہ ان کی سیاست ان کے ... تھی ... جب ... اپنی اس بحث کیلئے

قیام و استحکام نہیں پاتے تو محض سطحی نظر ڈال کر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے چند غلطیاں کیں یعنی (۱) توسیع مملکت کی طرف توجہ نہیں کی (۲) معاویہ سے خواہ مخواہ لڑائی مول لی۔ اس کو ابھی چھیڑنا نہ چاہیئے تھا۔ (۳) طلحہ و زبیر نے حکومت کوفہ و بصرہ مانگی تھی وہ دے دیتے انکار کر کے ان کو دشمن بنا لیا۔ (۴) قاتلان عثمانؓ کو سزا دے کر سب کو راضی کر لیتے۔

اس نظریہ کی کمزوریاں ظاہر ہیں۔ کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ (۱) ان حالات میں فتوحات ملکی ممکن تھیں۔ اور مفید ہوتیں (۲) اگر حضرت علیؑ معاویہ کو نہ چھیڑتے تو وہ یعنی معاویہ بھی خاموش رہتے (۳) طلحہ و زبیر کوفہ و بصرہ لے کر اس پر قناعت کرتے اور علیؑ کے دلی دوست بن جاتے۔ خلافت لینے کی کوشش نہ کرتے (۴) وہ لوگ خلوص دل سے قصاص خون عثمان کے طالب تھے۔ اور اگر قاتلان عثمان کو پھانسی مل جاتی تو کوفہ و شام و بصرہ حضرت علی کے دوست ہو جاتے اور یہ بھی ثابت نہیں کیا کہ قاتلان عثمان معلوم ہو چکے تھے۔ اب ہم ان امور پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں ہماری بحث کا سلسلہ یہ ہوگا۔ (الف) فتنہ و فساد (ب) طلحہ و زبیر (ج) امیر معاویہ اور (د) قاتلان عثمان (ہ) فتوحات ملکی۔

(الف) فتنہ و فساد

حضرت علی کے زمانہ کے فتنہ و فساد کی ذمہ داری حضرت علیؑ پر عاید کرنا اور ان فسادات کو حضرت علیؑ کی سیاست کے غلط نتیجہ بتانا جناب رسول خداؐ کی تکذیب کرنا ہے۔ کیونکہ جناب رسولخداؐ فرمایا کرتے تھے۔

یا علی انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی

یعنی اے علی تم صحیح تاویل قرآن کے لیے لڑو گے۔ جس طرح میں تنزیل قرآن کے لیے

ریلہ ۔ لڑا ہوں لے

ثابت ہوا کہ وہ لڑائیاں حضرت علیؑ کی غلط سیاست کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ آپ کے
غین کی غلط تاویل قرآن ان کا باعث تھی۔ یہ بحث مسلمانوں کے لیے تھی۔ اب
غیرمسلمین کے لیے بحث کرتے ہیں۔

جناب رسول خداؐ کے زمانہ سے ہی جب سے کہ حکومت کی ابتدا مدینہ میں آکر
ہوئی حضرت علیؑ کے خلاف ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس کا مقصد و مدعا بقول
حضرت عمر یہ تھا کہ نبوت و حکومت ایک خاندان میں جمع نہ ہوں لے جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مخالف جماعت کی موجودگی سے واقف تھے اکثر
اس کا خیال فرما کر بہت روتے تھے اور حضرت علیؑ سے کہا کرتے تھے کہ ۔۔

لے علی علیہ السلام تاویل قرآن پر لڑ رہے تھے۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم۔ ینابیع المودۃ
مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری صفحہ ۵۵، ۲۰۹، ۲۳۳ | احمد بن حنبل مسند الجزء الثالث
صفحہ ۳۳ حاکم ۔ مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۲۳ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث صفحہ ۱۵،
محب الدین الطبری ۔ ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع الفصل السادس صفحہ ۱۹۱
۱۹ ابن حجر مکی صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الثانی الحدیث التاسع عشر صفحہ ۷۴۔
لے حضرت عمر کا قول کہ لوگوں کا مقصد تھا کہ نبوت و حکومت ایک خاندان میں نہ ہو اس لیے
انھوں نے علیؑ کو حکومت سے باز رکھا۔ محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس
صفحہ ۳۰ لغایت ۳۲ ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل الجزء الثالث صفحہ ۲۴، ۲۵ ۔ مولوی شبلی الفاروق
مطبوعہ آگرہ حصہ اول صفحہ ۔ فتوحات ابن ابی الحدید۔ نہج البلاغہ الجزء الثالث صفحہ ۱۰۷۔

ضغائن فی صدور قوم لا یبدونها لک الا من بعدی۔

اے علیؑ لوگوں کے دلوں میں تیری طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ (کبھی فرماتے تھے)

یا علی ان الامۃ ستغدر بک من بعدی وانت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی۔ ۲ه

(اور کبھی فرماتے تھے۔) اے علی میرے بعد تمہارے ساتھ یہ امت دغا کرے گی تم میری ملت پر زندہ رہو گے اور میری ملت پر قتل کیے جاؤ گے۔

عجیب لطیفہ ہے۔ جناب رسول خداؐ تو بار بار فرماتے ہیں کہ ان فتنہ و فساد والی لڑائیوں میں علیؑ حق پر ہوں گے اور اسلام کے لیے لڑیں گے۔ لیکن مسلمان مورخین کہتے ہیں کہ نہیں یہ سب فتنہ فساد لڑائیاں حضرت علیؑ کی غلط سیاست کا نتیجہ تھیں خیر یہ کلمہ معترضہ تھا۔ اس جماعت مخالفین علی میں اور جماعت منافقین میں ایک جزو مشترک تھا۔ اور وہ بغض علی تھا۔ زمانہ حیات رسول میں حب علیؑ علامت مومن اور بغض علیؑ علامت منافق تھی۔ جناب رسولخدا آنحضرت علیؑ سے فرمایا کرتے تھے۔

۱ه ضغائن فی صدور قوم ها بالفاظ شبلنجی۔ نور الابصار صفحہ ۱۰۷، ۱۰۳
شیخ سلیمان حنفی اعظم۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۴، ۲، ۷، ۲، ۱۳۵، ۱۲۰ شیخ یوسف بن اسمٰعیل
شرف المؤبد صفحہ ۴۰، ۹۸۰ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۴۰۸ حدیث ۶۱۵۵
محب الدین الطبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل الثامن صفحہ ۲۱۰
۲ه الامۃ ستغدر بک من بعدی۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۷
حدیث ۲۵۶۲ الحاکم۔ مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۴۰، ۱۴۲ میرزا محمد بدخشانی نزل الابرار صفحہ ۲۹

لا یحبک الا مومن ولا یبغضک — اے علی تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا
منافق [1] — اور تم سے کوئی بغض نہیں کرے گا بجز منافق۔

حضرت ابوذر، حضرت جابر ابن عبداللہ اور دیگر صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے۔

ما کنا نعرف المنافقین — زمانہ رسول میں ہم منافقین کو صرف
فی عہد رسول اللہ الا — بغض علی ابن ابی طالب ہی سے شناخت
ببغضہم علیا۔ [2] — کرتے تھے۔

---

[1] لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۵۰۱ حدیث ۶۶۴۶، ۲۶۴۷، ۲۶۴۸ سبط ابن الجوزی تذکرۃ خواص الامۃ الباب الثانی صفحہ ۱۷ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر۔ روضۃ الندیہ صفحہ ۵، شیخ عبدالحق محدث اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۷۰، ۳، ۱، مشکوٰۃ المصابیح۔ مطبع مجتبائی صفحہ ۵۶۳، ۵۶۴۔ شبلنجی۔ نور الابصار صفحہ ۷۳۔ بغوی۔ مصابیح السنۃ الجزء الثانی صفحہ ۲۷۵ ابن حجر عسقلانی فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۵۸ شمس الدین الجزری۔ اسنی المطالب صفحہ ، امام احمد حنبل مسند الجزء الاول صفحہ ۱۲۰۔

[2] ما کنا نعرف المنافقین علی عہد رسول الا ببغضہم علیا علی المتقی کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۳۹۰ حدیث ۵۹۵۳ الحاکم۔ مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱۔ ترمذی ۲۹۹ ب ۲۰۔ شبلنجی۔ نور الابصار صفحہ ۷۱، ۷۲، ۷۳۔ ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الثامن صفحہ ۷۳، حدیث الثالث و الثلاثون صفحہ ۷۵ حدیث مسلم ۱۲۰ صفحہ ۷۲، محب الدین الطبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع فصل التاسع مجمع الزوائد فصل السادس صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶ ابن عبد البر۔ الاستیعاب الجزء الثانی صفحہ ۴۶۴، ۴۶۶

جب اس مخالف جماعت کو آنحضرت کی رحلت کے بعد حضرت علی کے خلاف منافقین کی جماعت کی حمایت کی ضرورت ہوئی تو جماعت اول الذکر نے جماعت آخر الذکر کو اپنے دامن عاطفت کے نیچے چھپا لیا۔ جب ہی تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت کے زمانہ حیات میں تو منافقین کا بہت ذکر آتا ہے۔ آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی منافقین کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ یہ کیا وجہ تھی جس نے یہ انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ وہی سیاسی ضرورت تھی جس نے مخالفین علی کو منافقین کے ساتھ شیر و شکر ہو جانے پر مجبور کیا۔ حضرات شیعہ و سنی تو خواہ مخواہ حضرات ابوبکر و عمر کی شخصیتوں کے متعلق آپس میں سر پھٹول کرتے ہیں۔ بات تو کچھ ادھر ہی تھی حضرت علی کی تخت نشینی کے وقت اس مخالف جماعت کی اکثریت جس کی تعداد میں ایک مدت مدید کی موافق فضا نے کافی اضافہ کر دیا تھا۔ تمام مملکت اسلامی پر چھائی ہوئی تھی۔ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر یہ مخالف اکثریت اتنی عظیم الشان تھی تو اس کی موجودگی میں حضرت علی کو حکومت مل ہی کیونکر گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان کے واقعہ نے سب کے دلوں میں خوف و ہراس و اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اور مسند خلافت کانٹوں کا بستر دکھائی دیتا تھا۔ کسی میں اتنی جرات نہ ہوئی کہ اس کو قبول کر لیتا۔ یہ مخالف جماعت بالکل مبہوت ہوگئی اور سکتہ کا سا عالم ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی اور ذرا ذرا ہوش آیا تو حضرت علی کو مسند خلافت پر دیکھا۔

احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول صفحہ ۷۷، ۸۴، ۱۲۰، ۱۴۰، الجزء الثانی صفحہ ۳۵۰، ۳۵۹، ۴۰۰، الجزء السادس صفحہ ۵۲۲ سبط ابن الجوزی۔ تذکرۃ خواص الامۃ الباب الثانی صفحہ ۱۷ شیخ سلیمان بلخی الحنفی۔ ینابیع المودۃ الباب السادس صفحہ ۲۳، ۲۴ اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۴۴ جلال الدین سیوطی۔ کتاب الدر المنثور الجزء السادس صفحہ ۶۶ سورہ محمد

یہ وہ نظارہ تھا جس کو دیکھ کر انھیں کمال افسوس ہوا۔ اور اپنی ساری عمر کی کوشش کو اس طرح ضائع ہوتا ہوا دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا اور از سر نو فتنہ و فساد پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے اس کا وہ نتیجہ ہوا جو ہوا۔ اس جماعت نے بہت سے ذرائع حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کرنے کے لیے اختیار کیے ان میں سے پچیس ذرائع کا ذکر ہم نے اپنی کتاب البلاغ المبین میں کیا ہے اور ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ ابن ابی الحدید نے اپنے شیخ ابو جعفر الاسکافی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اہل بصرہ تمام کے تمام حضرت علی سے بغض رکھتے تھے۔ اہل کوفہ و اہل مدینہ کی اکثریت آپ کی دشمن تھی۔ اہل مکہ تمام کے تمام قطعی طور سے حضرت علی سے بغض رکھتے تھے۔ اور تمام قریش آپ کے خلاف تھے۔ الغرض جمہور امت آپ کے خلاف ہو گئی تھی۔

(دیکھو ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۳۷۳)

اور یہ کیوں ایسا تھا علامہ ابن ابی الحدید اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔

ان سبب افتراق الناس عنہ کان لعدلہ وقسمتہ بالسویہ۔	یعنی لوگوں کے حضرت علیؑ کے خلاف ہونے کی وجہ یہ تھی۔ وہ امیر و غریب شریف و وضیع صاحب رسوخ و گوشہ نشین سب کے ساتھ عدل کرتے تھے اور آپ کی تقسیم عطا و عطایا مساوی و عادلانہ تھی۔
شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۱۸۰ و الجزء الثانی ص۱۹۷	

فتنہ و فساد و حکومت کی کمزوری اس صورت حالات کا لازمی نتیجہ تھی۔ تو اگر اس کو حضرت علی کی سیاسی غلطی سمجھئے تو یوں کہنا پڑے گا کہ حضرت علیؑ نے اس رعایا میں عدل و انصاف کا دستور رائج کرنے میں غلطی کی۔

حضرت علی کے زمانہ کے فتنہ و فساد کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ حضرت علی کی مخالف جماعت نے منصب و حقیقت نبوت کے متعلق ایک غلط عقیدہ ایجاد کر کے لوگوں میں شائع کر دیا اور لوگوں نے اس غلط عقیدہ کی پیروی کی۔ حضرت علی کے مخالف وہ جماعت تھی جس کی نظریں اس حکومت پر لگی ہوئی تھیں جو جناب رسول خدا کو خداوند تعالیٰ نے عطا کی تھی۔ وہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ جناب رسول خدا حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت کے بیشمار اقوال و افعال تھے جن سے یہ بات صاف طرح ہویدا تھی۔ لہذا ان لوگوں نے عقیدہ ایجاد کیا اور لوگوں میں پھیلایا کہ جو حکم جناب رسول خدا منصب نبوت کے متعلق دیتے ہیں وہ تو خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور قابل اطاعت ہے۔ لیکن جو حکم رسول خدا کا اس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ وہ منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتا۔ ہماری مرضی ہے۔ ہم اس کی اطاعت کریں یا نہ کریں ان بزرگواروں کی رائے میں جانشینی کے متعلق جو احکام تھے وہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے۔ منصب نبوت سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا چنانچہ مولوی شبلی فرماتے ہیں

"نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے بعضوں نے زیادہ سختی کی تو حضرت معاشرت کی باتوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ تشریعی و مذہبی نہیں ہوتے اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمر نے صاف و واضح کر دیا ہے کسی نے نہیں کیا۔"

(الفاروق۔ مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۸ء حصہ دوم صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵)

اس عبارت اور اس عقیدہ پر تنقیدی نظر ہم نہیں ڈالنا چاہتے۔ لیکن یہ کہے
بغیر نہیں رہ سکتے کہ منصب نبوت کا دائرہ کس کی پرکار سے کھینچا جائے گا۔ اس
عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرتی امور تو قطعاً اس دائرہ کے باہر ہیں۔ اسی
عبارت میں آگے چل کر حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ خراج کی تشخیص اور جزیہ کی
تعین بھی منصب نبوت کے اندر نہیں ہے یہ دونوں امور حکومت سے تعلق رکھتے ہیں حضرت
شبلی کے نزدیک حکومت بھی دائرہ نبوت سے باہر ہوئی ممکن ہے ایسا ہی ہو جیسا کہ
علامہ شبلی فرماتے ہیں لیکن ان کی بحث ہم کو بہت خاردار جھاڑیوں میں لے جاتی ہے
معاشرتی امور تو منصب نبوت سے باہر ہیں۔ اکل و شرب معاشرتی امور ہیں لہذا اکل و
شرب دائرہ نبوت سے باہر ہوئے حکومت دائرہ نبوت سے باہر ہے لہذا جہاد جس کے
ذریعہ سے حکومت حاصل ہوئی دائرہ نبوت سے باہر ہے۔ اس بحث کو مد نظر رکھ کر کہنا
پڑے گا کہ جو احکام ان امور کے متعلق ہیں وہ منصب نبوت میں نہیں آتے کسی کی غلطی
سے وہ قرآن شریف میں داخل ہو گئے ہیں۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ ہر صورت یہ عقیدہ اس
جماعت کا تھا جو حضرت علی کے خلاف تھی لہذا نہایت اطمینان قلب کے ساتھ
وہ بستر مرگ رسول پر کہہ سکتے تھے کہ یہ شخص تحریر وصیت کا ارادہ ظاہر کرنے میں ہذیان
بک رہا ہے[1]۔ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ وہ تحریر جناب رسول خدا اپنے جانشین کے متعلق

---

[1] قصہ قرطاس و ہذیان رسول (معاذ اللہ) صحیح بخاری۔ سات جگہ کتاب الجہاد و السیر،
کتاب الاعتصام، کتاب العلم کتاب الخمس و باب مرض النبی، کتاب المرضی۔ صحیح مسلم۔ مطبوعہ
مصر الجزو الخامس، کتاب الوصیۃ صفحہ ۷۵، ۷۶۔ مسند امام احمد حنبل الجزو الاول صفحہ ۳۳۶ و ۳۵۵
مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الفتن فی وفات النبی صفحہ ۵۴۰۔ ابن سعد۔ طبقات الکبریٰ۔ ج ۲ ق ۲

کرنا چاہتے تھے[1]۔ علامہ شہرستانی کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو امت محمدیہ میں پیدا ہوا۔ علامہ آمدی بھی شرح مواقف میں یہی رائے ظاہر کرتے ہیں یہی اختلافات واعتقادات حضرت علی کے زمانہ میں فتنہ وفسادات کا باعث ہوئے۔ ان اختلافات وفسادات کی اصلی وجوہات پر نظر نہ ڈالنا اور ان سب کو حضرت علیؑ کی سیاست وطریقہ حکومت کے سر تھوپنا اُن ناانصافیوں کی زنجیر کی ایک کڑی ہے جو امت محمدیہ نے حضرت علی کے ساتھ ان کی حیات میں اور بعد ممات روا رکھیں۔

(ب) معاملہ طلحہ وزبیر

معترضین کہتے ہیں کہ علی کو چاہئے تھا کہ کوفہ وبصرہ طلحہ وزبیر کو دے کر ان کو اپنا کر لیتے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ علی کے حقیقی اور دلی طرفدار ہو جاتے ہرگز نہیں۔ وہ خود کہتے تھے کہ ہم نے تو علی کی بیعت طوعاً وکرہاً کی ہے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا[2]۔ ان بزرگواروں کی جبلت خصلت وعادت تو وہ تھی جو حضرت عمر نے تجویز شوریٰ کے وقت بیان کی تھی۔ یہ بزرگوار بہت مغرور وخودسر تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم نے علی کو تخت پر بٹھایا ہے لہٰذا علی کا فرض ہے کہ جو ہم چاہیں وہ ہم کو دیں۔ جو کچھ علی سے ملتا وہ اس کو علی کی مہربانی سمجھ کر نہ لیتے بلکہ اپنا حق

---

[1] آنحضرت اپنی جانشینی کے متعلق وصیت تحریر کرنا چاہتے تھے ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری الجزء الثامن باب مرض النبی ووفاتہ صفحہ ۱۰۱ الجزء الاول باب الکتابت العلم صفحہ ۱۸۶ علامہ نووی شرح شفائی قاضی عیاض نسفی فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیۃ من الباب الثانی من القسم الثالث حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی الکواکب الدراری فی شرح صحیح بخاری

[2] طلحہ وزبیر نے حضرت علی سے منافقانہ بیعت کی تھی۔ دل سے نہیں کی۔ تاریخ طبری۔ الجزء الخامس صفحہ ۱۵۳ ابن کثیر دمشقی۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع صفحہ ۲۲۱

ان کا زیر احسان سمجھ کر ان کے دوست نہ بن جاتے بلکہ جو کچھ علی نے دیتے اس کو اپنا حق سمجھ کر لیتے اور خیال کرتے کہ ابھی ہمیں پورا حق نہیں ملا۔ بصرہ و کوفہ ابھی پہلا قدم تھا اصلی مطالبہ تو ذرا قدم جمنے کے بعد آتے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگوار خلافت کی خواہش رکھتے تھے اور جنگ جمل سے ان کا مقصود خلافت حاصل کرنا تھا[۱] اور یہی مقصد ان کا امارت کوفہ و بصرہ مانگنے سے تھا۔ ایسی صورت میں طلحہ و زبیر کو امارت کوفہ و بصرہ دینے کے یہ معنی تھے کہ حضرت علی کو بجائے ایک معاویہ کے تین معاویوں سے لڑنا پڑتا۔ یہ ایک ایسی غلطی ہوتی جس کے نتائج پر غور کرنے سے حضرت علی کی دور اندیشی و سیاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ امیر معاویہ تو جناب علی مرتضیٰ سے جنگ پر تلے ہوئے تھے۔ زبیر و طلحہ اپنے اپنے صوبہ میں بیٹھے ہوئے اس جنگ کا نتیجہ دیکھتے اور وہ نتیجہ عیاں ہے۔ کوفہ و بصرہ سے علی کو کوئی کمک نہ ملتی۔ مکہ و مدینہ پہلے ہی سے امیر معاویہ کے روپیہ کے زیر اثر تھے۔ پھر جناب امیر المومنین کو فوج کہاں سے ملتی جناب امیر شہید ہو جاتے یا خلع خلافت پر مجبور کئے جاتے۔ اس کے بعد اصل جنگ شروع ہوتی۔ حضرت عائشہ تو ضرور اپنے بہنوئی زبیر کے ساتھ ہوتیں۔ طلحہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ تنہا معاویہ کا مقابلہ کرتے وہ ناچار ان سے مل جاتے ان کی والدہ ماجدہ ابوسفیان کی زوجہ رہ چکیں تھیں۔ اور حضرت عثمان سے بھی ان کی رشتہ داری تھی۔ غرضکہ معاویہ اور طلحہ ایک طرف اور زبیر و عائشہ دوسری طرف یہ اس جنگ عظیم کے فریق ہوتے۔

---

[۱] طلحہ و زبیر کا مقصد اس فتنہ و فساد سے خلافت کا حاصل کرنا تھا۔ تاریخ طبری جلد ۱ الخامس صفحہ ۱۶۵۔ تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۰ حکیم مظہر الحق شمس التواریخ صفحہ ۵۲۵۔

بہت ممکن تھا کہ اس وقت امیر معاویہ شاہ روم سے مدد کا خواستگار ہوتا اور وہ بہت خوشی سے مداخلت کرتا۔ اب نہ فتنہ اٹھتا جو اسلام کو نیست و نابود کر دیتا۔ ہم کو جناب امیر کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا کہ انھوں نے اسلام کو اس طرح فنا ہونے سے بچا لیا۔ خلاصہ یہ امیدواران خلافت کی جماعت تھی جس نے سارے فتنہ و فساد اپنے اغراض کے لیے پیدا کیے۔ اس جماعت کو منصۂ شہود پر لانے والی سیاست سابقہ اور واقعات گزشتہ تھے جنھوں نے خلافت کو ایک سستی سی سہل الحصول شے بنا دیا کہ ہر کس و ناکس امیدوار بن بیٹھا انھوں نے دیکھا کہ حصول خلافت کے لیے کسی خاص فضیلت یا حق کی ضرورت نہیں محض موقعہ و محل کی مساعدت کافی ہے لہذا وہ حالات اور وہ سیاست قابل الزام ہیں جنھوں نے خلافت آلٰہیہ و جانشینی رسول کو اس درجہ تک گرا دیا۔

(ج) امیر معاویہ کا معاملہ

حضرت علی نے جو فرامین و خطوط امیر معاویہ کو بھیجے وہ نہج البلاغہ اور دیگر کتب تواریخ میں محفوظ ہیں اُن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امیر معاویہ کو حاکم عادل اور حکومت آلٰہیہ کی سرداری کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہیں بلکہ اپنے کفر سابق پر قائم ہیں۔ اس اسلام کو جو امیر معاویہ رائج کر رہے تھے حضرت علیؑ صحیح اسلام نہیں سمجھتے تھے واقعات نے آپ کی رائے کی تصدیق کر دی اور ثابت کر دیا کہ بنو امیہ کی حکومت اسلام کے لیے مصیبت عظمیٰ تھی۔ بہت سے مورخین کی رائے حضرت علیؑ کے خیال کے مطابق ہے۔ اندریں صورت حضرت علی کا خیال کہ اگر آپ نے امیر معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا تو ان کے تمام اعمال کا ظلم آپ کی طرف عود کرے گا۔ بالکل درست تھا لیکن یہ وہ خیال ہے جو زمانہ حال کے فرنگستانی مورخین کی سمجھ میں مطلقاً نہیں آسکتا